سعید از ازل آمدہ نام او — سعادت بود اولیں گام او

حیاتِ سعیدیہ

یعنی

سوانح حیات حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی احمد پوری قدس سرہ العزیز

مؤلفہ

حضرت مولانا الحاج سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی سعیدی مدظلہ

مؤلف عمدۃ السلوک و عمدۃ الفقہ وغیرہ

ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

٧٨٦
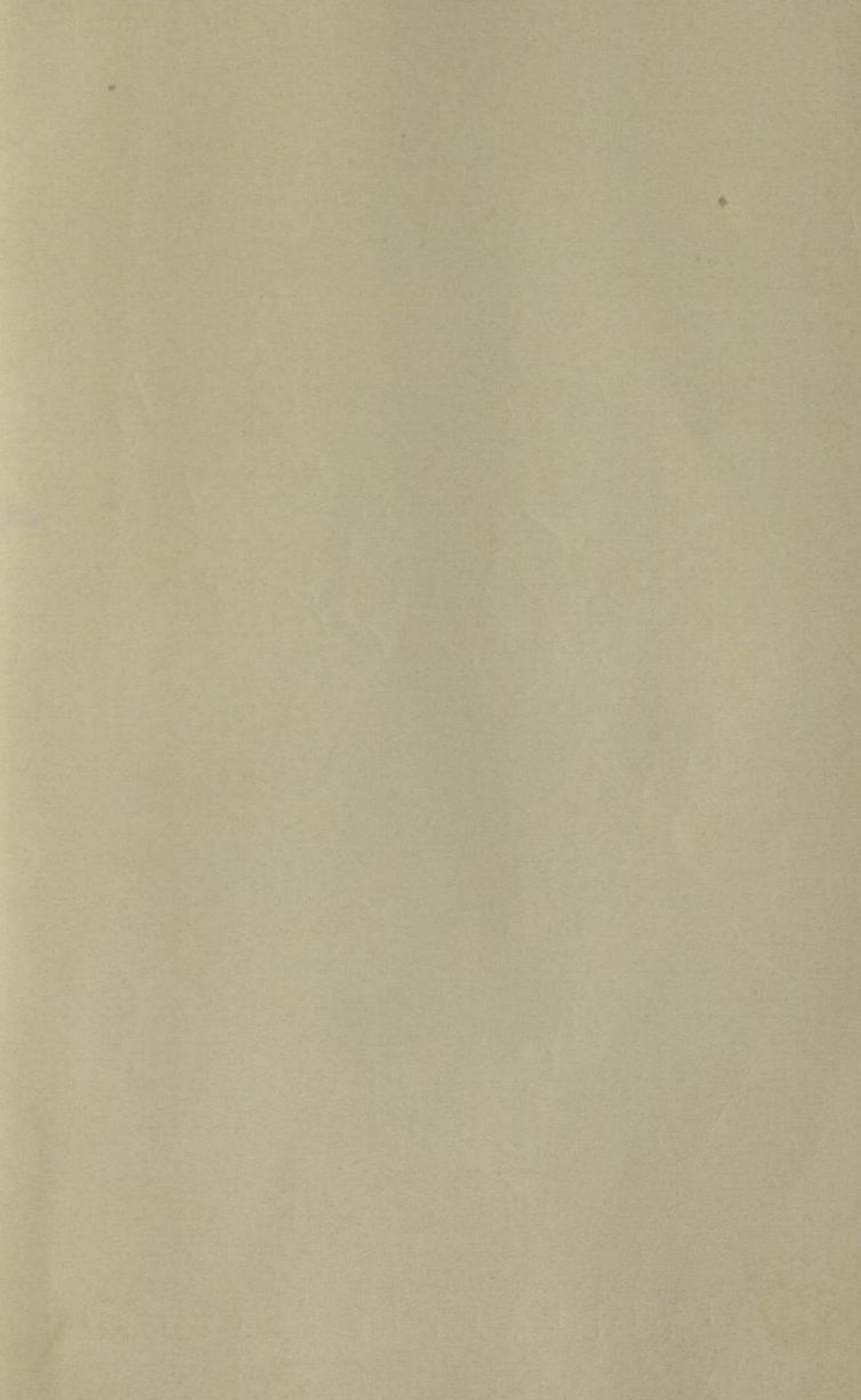
اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

سعید از ازل آمدہ نامِ او
سعادت بود اولیں گامِ او

حیاتِ سعیدیہ

یعنی

سوانح حیات حضرت خواجہ محمد سعید صاحب قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی احمد پوری قدس سرہ العزیز

مؤلفہ

حضرت مولانا الحاج سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی سعیدی مدظلہ

مؤلف عمدۃ السلوک وعمدۃ الفقہ وغیرہ

ملنے کا پتہ: ادارۂ مجددیہ۔ ناظم آباد ۲ کراچی ۱۸

سنہ طباعت — ستمبر ۱۹۷۰ء / ۱۳۹۰ھ

مقام طباعت — ایجوکیشنل پریس کراچی

تعداد طبع — ایک ہزار

قیمت — ۵/-

ناشر — محمد اعلیٰ قریشی

ملنے کا پتہ

ادارۂ مجددیہ

۵/۲ - ایچ - ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸

فہرستِ مضامین

دیباچہ

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را ✽ گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمْ اما بعد بندۂ ناچیز ہیچمیرز ہیچمدان خاکسار ذرۂ بیمقدار احقر الانام زوّار حسین بن سید احمد حسین عفی اللہ تعالیٰ عنہما و غفر لہما عرض پرداز ہے کہ سوانح عمری کی تالیف اور وہ بھی کسی متبعِ سنّت جامعِ شریعت و طریقت بزرگ کی درآنحالیکہ وہ مؤلف کا روحانی باپ بھی ہو، حقیقت میں ایسے شخص کو شایاں ہے جو صاحبِ سوانح کے ظاہری و باطنی احوال سے پوری طرح واقفیت و مناسبت رکھتا ہو اور سفر و حضر میں اکثر اُس کی خدمت و ملازمت میں رہا ہو۔ جو لوگ اس کے اہل ہوتے ہیں وہ اُس بزرگ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ان واقعات و حالات کو قلمبند کرتے رہتے ہیں تاکہ افراط و تفریط سے محفوظ رہیں لیکن یہ عاجز اپنی علمی بے بضاعتی و کمزوریٔ حافظہ کے باعث حالات کے استحضار سے قاصر ہے اور کم عمری اور ناسمجھی کی وجہ سے اُس وقت اتنی سمجھ بھی نہیں تھی کہ کچھ نہ کچھ حالات ساتھ ساتھ قلمبند کرتا رہتا اور یہ بھی کبھی خیال نہیں آیا تھا کہ یہ قرعۂ فال اس عاجز و ہیچمدان کے نام پڑے گا، بلکہ مدت تک تو یہی خیال رہا کہ نسبی خاندان یا روحانی سلسلہ کے کوئی اور بزرگ اس خدمت کو انجام دیں گے

اور ہمارے حضرت خواجۂ خواجگان پیرِ پیراں قطب العارفین زبدۃ السالکین مخدومنا و مولنا
شیخنا و سندنا حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری انار اللہ تعالیٰ برہانہٗ و قدس
سرہ العزیز کے حالات و سوانح مبارکہ جمع کر کے شائع کرا دیں گے مگر امید برنہ آئی بلکہ حضرت
قدس سرہٗ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد سے ہی اس خدمت کیلئے بعض احباب و اکابر کا ارشادِ گرامی
اس عاجز کے متعلق صادر ہوا چنانچہ جب احباب سے مدد چاہی کہ اپنی معلومات قلمبند فرما کر اس
عاجز کو بھجوا دیں تو بعض حضرات نے اگرچہ کچھ قلمبند فرمایا لیکن وہ اس عاجز کے پاس نہ
بھجوا سکے اور اس کی تالیف کا اہتمام التواء میں پڑتا رہا حتیٰ کہ انقلاب آیا اور مشرقی
پنجاب اور دہلی وغیرہ کے مسلمان ہجرت پر مجبور ہو کر پاکستان کے مختلف علاقوں
میں آباد ہو گئے اور بعض قابلِ قدر احباب ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے، اور
حضرت صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کا بہت سا حصہ جو اُن حضرات
سے حاصل ہوتا اُن کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔

پھر پاکستان میں آباد ہونے پر کئی سال تک ہجرت کے اثرات، آبادکاری
کی پریشانیوں اور کاغذ و طباعت کی پابندیوں کی وجہ سے اس خدمتِ جلیلہ
کی طرف کسی نے خاص توجہ نہیں کی بالآخر حضرت مخدومنا و مکرمنا قبلہ عموی صاحب
عزیز محمد قریشی مدظلہ العالی (برادرِ خورد حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ)
و حضرت مولانا خواجہ محمد سعید صاحب گوہانوی مدظلہ اور مخدوم زادگانِ عالی نشان
کی تحریک و تاکیدِ مکرر اس مقصد کی ترغیب و تائید کا باعث ہوئی اور ان حضرات کے
ارشاد کی تعمیل سے انکار کو سوءِ ادب سمجھ کر اس عاجز نے اپنی بے بضاعتی اور کم علمی
کے باوجود ان حضرات اور دیگر احبابِ سلسلہ کے مہیا کئے ہوئے مضامین اور بعض

اپنی ناقص معلومات کو ترتیب و تالیف میں لانے کی سعی کی تاکہ مالا یدرک
کلہ لا یترک کلہ (جو چیز سب نہ مل سکے اس کو بالکل چھوڑا بھی نہیں جاسکتا) پر عمل
ہو، ورنہ کسی کے سوانح حیات میں تمام عمر کے حالات کو احاطہ کر کے تحریر میں لانا
سخت دشوار امر ہے کہ اول تو وہ تمام حالات کسی کو محفوظ نہیں رہتے اور پھر
اس قدر زمانہ گذرنے کے بعد اگر ان کو سوچ کر لکھا بھی جائے تو غلطی کا احتمالِ
قوی مانعِ تحریر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ احبابِ سلسلہ نے بھی تقصیرِ یادداشت کا عذر
کر کے بہت مختصر معلومات بہم پہنچائی ہیں تاہم زیادہ تر حصہ حضرت مولانا محمد سعید
صاحب گوہانوی مدظلہ العالی نے مہیا فرمایا ہے جس کا اُن کو حق بھی پہنچتا ہے۔
بہر حال جو کچھ بن پڑا معذرت کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے
اور ساتھ ہی یہ بھی استدعا ہے کہ چونکہ اس میں روایات بالمعنی ہیں یعنی وہی الفاظ
و کیفیات لفظ بلفظ تو کس کو یاد رہی ہیں البتہ حسبِ یادداشت ان کو اپنے الفاظ
میں ادا کیا گیا ہے اس لئے غلطیوں کو راویوں کی طرف منسوب فرماتے ہوئے
تحریری و تالیفی خامیوں پر خاکسار مؤلف کی کم علمی کے پیشِ نظر مسامحت و چشم پوشی
سے کام لیں اور دعائے خیر و مغفرت سے یاد فرمائیں۔

حضرت صاحب موصوف قدس سرہٗ کی ذاتِ ستودہ صفات ہماری ان
لغزشوں اور غلطیوں سے بَری ہے اس لئے کہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ تمام
حالات و معاملات میں شریعتِ مقدسہ کے اتباع کا بے حد خیال فرماتے اور ہر مسئلہ
کی تحقیق کر کے اس کو اپنا معمول بناتے تھے بایں ہمہ اگرچہ اولیاء معصوم نہیں ہوتے
تاہم محفوظ ہیں۔ غرض اس تالیف کی یہ ہے کہ ان حالات سے سبق حاصل کیا جائے

اور صاحبِ سوانح کی تقلید میں سنتِ نبوی پر حتی الامکان پوری طرح عمل کر کے فلاحِ دارین کا وسیلہ بنایا جائے۔ اللہ پاک اس خاکسار کی نیت کو خالص فرما کر شرفِ قبولیت بخشے اور حضرت صاحب موصوف کے اس حق کو جو ہم خاکساروں پر واجب تھا مقبول فرمائے اور حضرت موصوف قدس سرہٗ کے نقشِ قدم پر چلنے کی بیش از بیش توفیق رفیقِ حال فرمائے ؎

احب الصالحین ولست منہم لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ وصلے اللہ علی رسولہ الکریم والہٖ واصحابہٖ اجمعینؓ

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم چو سوسن شکرِ لطفش کے توانم

حضرتِ اقدس قدس سرہ کی پیشِ نظر سوانح حیات ۱۹۵۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی لیکن ایک عرصہ سے نایاب ہو چکی تھی اب بعض احباب کے اصرار پر ترمیم و اصلاح و مزید اضافات کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ دوبارہ شائع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہے ۔

احقر زوّار حسین عفی عنہ
غفر اللہ لہ وعفا عنہ

سنہ ۱۳۹۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

حیاتِ سعیدیہ

یعنی سوانح حیات حضرت پیرو مرشد قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین، قطبِ دوراں غوثِ زماں حضرت مولانا الشاہ محمد سعید قریشی ہاشمی قدس سرہٗ وطلب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

اسم شریف آپ کا اسم شریف والدین نے سعید محمد رکھا تھا جس کو آپ نے اپنے انتقال سے چند سال قبل لفظوں کو مقدم مؤخر کرکے محمد سعید کرلیا تھا اور فرماتے تھے کہ مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذاتی اسمِ مبارک بعد میں لیا جائے اور صفاتی نام پہلے بیان کیا جائے۔ آپ منشی کے لقب سے مشہور اور بڑے زمیندار و رؤسائے شہر میں سے تھے ؎

سعید از ازل آمدہ نامِ او سعادت بود اوّلیں گامِ او

پیدائش آپ ۱۳۱۷ھ (مطابق ۱۸۹۹ء) میں بمقام احمد پور شرقیہ ریاست بھاولپور پیدا ہوئے ؎

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

احمد پور شرقیہ، ریاست بھاولپور کے مشہور اور قدیم شہروں میں سے ہے اور یہ ریاست پرانی اسلامی ریاستوں میں ایک بہت بڑی ریاست تھی جس میں اسلامی

ثقافت و تہذیب اب بھی ہندو پاکستان کے دوسرے شہروں اور علاقوں کی بہ نسبت بہت بہتر حالت میں موجود ہے۔ اسی شہر کے قریب (یعنی تقریباً دو میل کے فاصلہ پر) نواب صاحب کے محلات ہیں جس کی وجہ سے اُن کے قریب کی آبادی ڈیرہ نواب صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اس شہر کے اسٹیشن کا نام بھی ڈیرہ نواب صاحب ہی ہے جو لاہور تا کراچی ریلوے لائن پر ایک مشہور اسٹیشن ہے یہ شہر کافی بارونق اور تجارتی مقام ہے اور ضلع بھاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کا صدر مقام ہے، آموں اور کھجور کے باغات بکثرت ہیں، یہاں کے مٹی کے برتن نہایت خوبصورت اور سُبک ہوتے ہیں جو دُور دُور تک تحفہ کے طور پر جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت صاحب پہلے احمد پور شرقیہ کے محلہ شکاری میں سکونت پذیر رہے ہیں بعد میں محلہ کٹڑہ احمد خاں میں سکونت اختیار فرمائی۔

نسب شریف آپ کے والدِ ماجد کا اسم شریف حضرت محمد صادق ہے اور دادا کا میاں غلام قادر صاحب، جو نہایت بہادر و جری اور بنّوٹ و گتکا وغیرہ فنونِ حرب میں بہت ماہر تھے۔ اس فن میں شہر کے بہت سے لوگ ان کے شاگرد تھے ہمارے حضرت قدس سرہٗ صحیح النسب نجیب الطرفین قریشی ہاشمی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت بہاؤ الحق والدینؒ خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز سے ملتا ہے۔

---

[۱] اقلیم طریقت کے تاجدار اور دنیائے تصوف کے شہریار حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین ابو محمد زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۶۰ھ ۱۱۶۴ء میں بمقام کوٹ کروڑ پیدا ہوئے آپ پیدائشی ولی تھے اس سلسلہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب آپ کے والد ماجد بزرگوار قرآن مجید پڑھنے لگتے تو آپ دودھ پینا ترک کر دیتے اور نہایت انہماک سے فاستمعوا کی تعمیل کرتے۔ بچپن ہی میں آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی۔ آپ نے جب ہوش و حواس سنبھالے تو والدۂ ماجدہ اور عمِ بزرگوار کی اجازت سے ملتان میں جا کر ابتدائی تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ بعد بخارا تشریف لے گئے اور وہاں اساتذۂ باکمال کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے سندِ فضیلت حاصل کی، ان کی ریاضت و عبادت کے متعلق یہ مشہور ہے کہ بیس سال تک

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

ہمارے حضرت کے اجداد عرب سے پنجاب تشریف لائے تھے اور وہاں سے ابتداء میں ریاست کے علاقہ بھاولنگر میچن آباد کی طرف سکونت اختیار کی جہاں سے اس زمانہ کے نواب صاحب شہر احمد پور شرقیہ کی آبادی کے لئے دوسرے لوگوں کے ہمراہ ان کو بھی لے آئے۔ اس وقت سے یہیں مقیم ہو گئے اور یہیں ان کا سلسلۂ نسب جاری ہو گیا۔ آپ کے حقیقی ماموں کوئی نہ تھے البتہ رشتہ کے ماموں تھے۔ نانا صاحب کا نام سلطان خاں تھا جو فوج کے بڑے عہدہ دار تھے غالباً ایڈجوٹنٹ (میجر کے درجہ کے) تھے اور بہت سے آفیسر یعنی کمانڈر و کپتان وغیرہ ان کے ماتحت تھے۔

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک روٹی پر روزہ افطار کرتے رہے، اس کے بعد جب آپ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے تو ہر قدم پر دوگانہ ادا کیا۔ تعلیم و تعلم اور تزکیہ نفس کے بعد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور ملتان تشریف لائے۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب دنیا غزنوی فتوحات کی یاد ذہن سے بھلا چکی تھی اور شمالی ہندوستان اور راجپوتانہ کے چاروں طرف پھر کفر و الحاد کی گھٹائیں چھانے لگی تھیں آپ اس وقت آسمانِ معرفت پر آفتابِ ہدایت بن کر چمکے اور کراچی سے کشمیر اور قندھار سے دہلی تک تبلیغی دورے کئے۔ دریائے سندھ، چناب اور ستلج کی موجوں کے تلاطم خیز تھپیڑے سہے، ملتان اور سندھ کی تمازت اور کابل و کشمیر کی بادِ زمہریر کے جھونکوں کو برداشت کیا اور نصف صدی میں ایک انقلاب برپا کر دکھلایا کہ آج تک تصوف و تاریخ کی کتابیں آپ کے تبلیغی تذکروں سے معمور ہیں، آپ کا تصوف کے رنگ میں ڈوبا ہوا ایک فقہی رسالہ جس کی شرح مولانا علی بن احمد غوری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سو صفحات میں لکھی تھی کنز العباد کے نام سے موسوم ہے اور اس کا ایک نسخہ حال ہی میں سجادہ نشین صاحب کو چکوال سے دستیاب ہوا ہے۔ پنجشنبہ ۷ صفر ۶۶۱ھ (۲۱ دسمبر ۱۲۶۳ء) کو علم و ادب اور طریقت و معرفت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ آپ کا مزارِ مبارک ملتان کے قلعہ پر جو سکندر سے سرنہ ہوا تھا اور مرورِ زمانہ کی آندھیوں سے کھنڈر بن کر رہ گیا ہے قبۂ ابیض کے اندر باشوکت و عظمت حیاتِ جاودانیٔ عاشقانِ الٰہی کا ثبوت دے رہا ہے جہاں ہر سال ۱۵ اکتوبر کو بڑے اہتمام سے آپ کی یاد تازہ کی جاتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　　ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم یعنی ناظرہ قرآن شریف مسجد میں حافظ صاحبان سے پڑھا اس کے بعد سرکاری مدرسہ میں چھ جماعت تک تعلیم پائی۔ درسی کتب بھی مساجد میں پڑھیں خصوصاً فارسی میں کافی مہارت حاصل کی اور گلستان، بوستاں، سکندر نامہ وغیرہ اس زمانہ کی متداولہ و مروّجہ کتب فارسی کو باقاعدہ پڑھا اور کافی دسترس حاصل کی چنانچہ ان کے بیشتر اشعار و مضامین آپ کو ازبر تھے۔ آپ بہترین مضمون نگار اور خوشنویس بھی تھے۔ آپ کی نہایت پاکیزہ تحریرات و کتبات اب بھی موجود ہیں جو دیدہ زیب اور بصیرت افروز ہیں۔

جب آپ کی عمر دس سال کی ہوئی تو والدۂ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور ابھی عمر کے چودہویں سال میں قدم رکھا ہی تھا کہ والد ماجد بھی داغِ مفارقت دیکر اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے چنانچہ اپنی تعلیم و تربیت کے علاوہ ایک خورد سال بھائی اور دو بہنوں کی تربیت و خدمت کا سارا بوجھ بھی آپ ہی کے کندھوں پر آپڑا۔ آخر کار پندرہ سال کی عمر میں سلسلۂ تعلیم ختم کر کے گھر کے کاروبار اور بھائی بہنوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ فطرۃً آپ بہت ذہین اور ذکی تھے اور ابتداء سے ہی طبیعت مذہبی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی اس لئے ذاتی مطالعہ سے عربی میں کافی دسترس حاصل کر لی تھی اور مذہبی کتب اردو و فارسی اور خصوصاً کتبِ تصوف کا بہت مطالعہ کیا اور چونکہ سنِ شعور سے ہی طبیعت شریعتِ مقدسہ کی پابند اور اتباعِ سنت کی شیدا تھی اس لئے جو مسائل پڑھتے ان پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے یاد رہتے اور ہر کام اور عمل کے وقت شریعت کا حکم معلوم کر کے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے اس قدر جزئیاتِ مسائل اور ادعیۂ مسنونہ وغیرہ یاد تھیں کہ بڑے بڑے علماء کو بھی وہ بہت کم یاد ہوتی ہیں، جس موضوع پر آپ کبھی گفتگو فرماتے وہ نہایت

سیر حاصل اور جامع و مانع ہوتی تھی، بسا اوقات وہ مضامین و نکات بیان فرماتے جو کتبِ فن میں بھی نہیں ملتے اور کبھی کبھی کسی خاص مصاحب کو فرما بھی دیتے تھے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے القا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ لدُنّی عطا فرمایا تھا، لوگوں نے بارہا اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

ذریعۂ معاش

آپ کی بہت سی جدّی زمینیں تھیں، ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھنے پر زمینداری کا تمام کام آپ کے ذمہ آپڑا بعض لوگ آپ کو بچہ سمجھ کر زمینوں پر ناجائز تصرف کرنے لگے اس لئے آپ کو اپنی ساری توجہ زمینوں کی دیکھ بھال اور نگرانی میں صرف کرنی پڑی، کچھ عرصہ ملازمت بھی کی مگر ملازمت کے گندے حالات اور ملازمین کی رشوت ستانی و بے ایمانی وغیرہ کو دیکھ کر ترک کر دیا اور ہمہ تن اپنے زمیندارہ کے کام میں مصروف ہو گئے، اخیر عمر تک زمینداری ہی آپ کا ذریعۂ معاش رہی۔ خود بھی مزارعین کے ساتھ کام کرتے اور بڑی جفاکشی کے ساتھ تمام دن کام میں لگے رہتے، جنگلات کی زمینوں کو ہموار کرنے اور پانی لگانے وغیرہ زراعت کے تمام امور میں ایسے باہمت اور انتھک تھے کہ مزارعین کو بھی ان کی جفاکشی اور ہمت کا ہر طرح سے قائل ہونا پڑتا۔ مزارعین کے گھروں پر آمدورفت رکھنے اور کاروباری ضروریات میں ان سے اسقدر گھل مل کر رہنے کے باوجود آپ کی عصمت وعفت پر کبھی کوئی حرف نہیں آیا، ہر شخص آپ کی پاکدامنی کا قائل تھا، آپ کے اس زمانے کے ساتھی اب تک اس کے شاہد ہیں کہ آپ نے کبھی کسی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور بچپن سے لے کر دمِ آخر تک کبھی کسی کو آپ کی عفت پر شبہ بھی پیدا نہیں ہوا۔

صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پہلے احمد پور شرقیہ کے محلہ شکاری میں سکونت پذیر رہے ہیں بعد میں محلہ کٹڑہ احمد خاں میں سکونت اختیار فرمائی۔ بچپن کا زمانہ جس محلہ میں گذرا ہے وہاں کے باشندگان آپ کی اتنی تعریف فرماتے کہ زبان بیان سے قاصر ہے۔ وہ اکثر فرماتے کہ نوجوانی میں ہم اس قریشی کو سیر و تفریح کے لئے بُلاتے کہ فلاں جگہ تماشا ہے، آج اس مقام پر دنگل و کشتی ہے بڑے بڑے پہلوان باہر سے آئے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ تو یہ قریشی ہمارے ساتھ نہ جاتا بلکہ ٹال مٹول کر جاتا۔ ہم حیران رہتے کہ کیوں یہ ہمارے ساتھ کھیل کود میں شامل نہیں ہوتا۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ اس کے اندر بزرگی کا جوہر طفولیت سے ودیعت تھا جس کے باعث یہ جوانی میں ستودہ صفات کا مالک تھا۔ اس قریشی سے جوانی کے اندر کوئی ایسی حرکات سرزد نہیں ہوئیں جو نازیبا ہوں بلکہ مجسم پارسا اور قابلِ عزت انسان تھا در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری کا پورا مصداق تھا۔

زمینیں اکثر غیر آباد بنجر اور جنگلات والی تھیں یا اونچے ٹیلے تھے، آپ نے سب کو ہموار کر کے قابلِ زراعت بنایا یہانتک کہ وہ بہترین پیداوار والی زمینیں بن گئیں، آپ زراعت کے جملہ امور سے نہایت واقف و ماہر تھے، زمین کی قیمت و قابلیت، موسم و بیج وغیرہ کی شرائط اور خوبیوں سے پوری طرح واقف تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت کی داد دی اور اس آمدنی میں اس قدر برکت ہوئی کہ اپنے بہن بھائیوں کی پرورش بھی خاطر خواہ کرنے لگے اور اپنے اخراجات سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خوب دیتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ والدین کے انتقال کے بعد ابتدا میں تو یہ حالت تھی کہ اپنے ایک عزیز کو ۱؍ پیسے دیتا تھا اور بڑے گوشت میں اس کے ساتھ حصہ شامل کر کے صبح و شام اس سے گذارا کرتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خوب فارغ البالی حاصل ہوئی۔

حالات قبل از بیعت

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان وکرم ابتدا سے ہی اس عاجز کے شاملِ حال رہا کہ بیعت ہونے سے پہلے بھی اس عاجز پر عجیب و غریب حالات وارد ہوتے رہتے تھے اور طبیعت ابتدائے سنِ شعور سے ہی نیکی کی طرف راغب، برائی سے متنفر، خلوت و صلح پسند تھی۔ جب کبھی جنگل سے گذرتا تو فضا میں اللہ اللہ کی آواز سنائی دیتی جس سے اس عاجز پر جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی اور اللہ اللہ کرتا پھرتا رہتا۔ فرمایا، یہ عاجز ایک جگہ منشی کے کام پر ملازم تھا اکثر کاموں میں منجانب اللہ غائبانہ امداد حاصل ہوتی اور عاجز پر عجیب و غریب کیفیات طاری رہتی تھیں چنانچہ ایک روز ایک جگہ تُلائی وغیرہ کے کام پر حساب لکھنے کے لئے گیا جب وہاں جا کر بیٹھا تو عجیب کیفیت طاری ہوئی، یہ عاجز مراقب ہو گیا تُلائی کرنے والوں میں سے ایک شخص نے جو لکھا پڑھا تھا کہا، منشی جی تم کو نیند آ رہی ہے تم سو جاؤ میں تمہارا کام کئے دیتا ہوں، عاجز نے کاغذات اُس کو دیدیئے اور اسی حالت میں مراقب ہو گیا جب وہ حالت دور ہوئی تو دیکھا کہ کام ختم ہو چکا ہے اب جو حساب دیکھا تو بالکل صحیح تھا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان کرم ہے۔ سچ ہے ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

(غالباً یہ واقعہ قبل از بیعت کا ہے، آپ نے بیعت سے پہلے کے اور بھی بہت سے واقعات بغرض اظہار و تحدیثِ نعمائے الٰہی بیان فرمائے جو اس وقت یاد سے اتر گئے ہیں۔ مؤلف)

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے: اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اس آیتِ شریفہ سے وصول الی اللہ یعنی نسبت کی دو قسمیں ظاہر ہوئیں ایک اجتبائی کہ اُدھر (اللہ تعالیٰ کی طرف) سے کشش ہو اور بندہ سالک کو مطلوب بنایا جائے اور دوسری انابتی کہ ادھر (بندہ کی طرف) سے طلب ہو اور سالک محب و شیدا بنے۔ ہمارے

حضرت صاحب قدس سرہٗ کی نسبت اجتبائی تھی اور پیدائش سے ہی اس سعادت کا نور آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا، چنانچہ حضرت حاجی محمد شفیع صاحب و حضرت صوفی محمد احمد صاحب اس واقعہ کے راوی ہیں کہ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ احمد پور شرقیہ میں ایک مست درویش رہتے تھے جو کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے لیکن جب یہ عاجز مدرسہ جاتا تو مجھے پکڑ لیتے اور میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتے، میں ان سے خوف کھاتا اور اس خوف کی وجہ سے مدرسہ کا راستہ بدل لیتا مگر وہ مجذوب درویش پہلے ہی سے اس جدید راستے پر کھڑے رہتے۔ آخر میں نے اس ڈر کی وجہ سے کچھ دن تک مدرسہ جانا چھوڑ دیا۔ ایک روز جبکہ یہ عاجز مکان کی چھت پر کھڑا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی مجذوب مکان کی طرف تشریف لا رہے ہیں، مجھے اُن پر بہت غصہ آیا اور چاہا کہ نیچے اُتر کر اُن کو ڈانٹوں، جب ان کے پاس گیا تو فرمانے لگے بیٹا میری طرف سے بدگمانی نہ کرو میں تو تمہارے اس نور کو بوسہ دیتا ہوں جس سے بہت سے لوگوں کے سینے منور ہوں گے اور اس کے بعد اس بزرگ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، میں اُن کے یہ الفاظ اس زمانے میں نہیں سمجھ سکا۔

بیعت

نفس نتواں کشت اِلّا ذاتِ پیر | دامنِ آں نفس کُش محکم بگیر
چوں تو کردی ذاتِ مرشد را قبول | ہم خدا آمد ز ذاتش ہم رسول

آپ نے فرمایا کہ بیعت سے قبل اکثر لوگ اس عاجز کو ترغیب دیا کرتے تھے کہ قریشی تم بہت نیک آدمی ہو تمہارے لئے مناسب ہے کہ کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ۔ یہ عاجز جواب دیتا کہ میں تو خود ہی فقیر اور درویش ہوں اور نماز روزہ و ذکر و اشغال کرتا رہتا ہوں مجھے بیعت کی کیا ضرورت ہے اور اپنے دل میں یہ سمجھتا کہ بیعت سے جو مقصود ہے وہ تو حاصل ہی ہے، حالات و واردات بھی بہت ہوتے رہتے ہیں اس لئے کسی سے بیعت ہونے کی حاجت نہیں۔

آخراس عاجز نے بارہا خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ ورنہ تمہاری اس نعمت کو قیام نہیں رہے گا۔ میں نے کہنے والے سے خواب ہی میں عرض کیا کہ پھر میں کس بزرگ کی بیعت کروں؟ اس پر مجھے خواب میں حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی قریشی (رحمۃ اللہ علیہ) کی شکل دکھائی گئی۔ چنانچہ اس کے بعد جب حضرت احمد پور شرقیہ تشریف لائے اور اس عاجز نے زیارت کی تو سمجھ گیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن سے بیعت کے لئے اس عاجز کو اشارہ کیا گیا ہے اور شکل دکھائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت موصوف سے بیعت ہو کر سعادتِ دارین حاصل کی۔

تاریخِ بیعت آپ کی دستی بیاض میں مرقوم ہے: "تاریخِ بیعت سعید محمد از حضرت پیر دستگیر قیومِ زماں حضرت فضل علی شاہ صاحب قریشی ہاشمی مورخہ یکم فروری ۱۹۲۴ء مطابق رجب المرجب ۱۳۴۲ھ" [۱]

آپ کے پیرو مرشد کے مختصر حالات وسلسلۂ بیعت آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ۔ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند۔

آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ المشائخ غریب نواز خواجہ محمد فضل علی شاہ صاحب قریشی عباسی قدس سرہ العزیز سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے کامل ترین بزرگوں میں سے تھے اور حضرت مولانا سراج الاولیا خواجہ سراج الدین قدس سرہٗ سے مجاز تھے ۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ۔ کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

خواجہ سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد شیخ الشیوخ خواجہ محمد عثمان دامانی رح

---

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے یہ یادداشت بعد میں تحریر فرمائی ہے کیونکہ حقیقت میں یکم فروری کو جمعہ ۲۵ جمادی الاخری ۱۳۴۲ھ تھا رجب نہیں تھا۔ مؤلف۔

(موسیٰ زئی شریف) سے بیعت و مجاز تھے اور وہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ دوست محمد قندھاری قدس سرہٗ سے۔ ان ہر سہ حضرات کے مزاراتِ پرانوار بمقام موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں (صوبہ سرحد) واقع ہیں اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت ان کے مزاراتِ مقدسہ سے انوار طلوع ہو کر تمام عالم پر برستے رہیں گے۔ ان حضرات کے مزارات سے سالکین آج بھی فیضانِ الٰہی کی عجیب کیفیات حاصل کرتے ہیں۔ گویا کسی زندہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر انوار و کیفیات میں مستور و مستغرق ہیں ؎

آنکھ والا ترے جلوے کا تماشا دیکھے ۔ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم المدنی قدس سرہ سے ہے۔ آپ غدر دہلی ۱۸۵۷ء کے بعد مدینۂ منورہ ہجرت فرما گئے تھے اور آپ کا مزارِ مقدس جنت البقیع میں حضرت ذی النورین صاحب الحیاء والایمان عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ اقدس کے متصل واقع ہے اور یہ اپنے والد ماجد شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہٗ سے اور وہ مجدد مائۃ ثالث و عشر حضرت مولانا شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے اور وہ حضرت خواجۂ خواجگان پیرِ پیراں مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ سے بیعت تھے ان کا سلسلہ مشہور ہے۔ مفصل شجرہ شریف اخیر میں درج ہے۔ ان تینوں حضرات کے مزاراتِ مقدسہ خانقاہِ مظہریہ واقع محلہ چتلی قبر دہلی میں مرجع خلائق ہیں اور اس خاندان کے سجادہ نشین حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہٗ کا مزارِ پُرانوار بھی اسی چار دیواری میں واقع ہے اور اب خانقاہ شاہ ابوالخیر کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ قدس سرہٗ کا اصلی وطن ضلع میانوالی ہے۔ آپ کے آباء و اجداد عباسی یلغار کے ساتھ سندھ میں اور وہاں سے میانوالی کے ضلع میں آکر آباد

ہوگئے۔ داؤد پوترے ہونے کی وجہ سے اس بستی کا نام داؤد خیل ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں سے کالا باغ میں مستقل رہائش اختیار کی۔ ہاشمی عباسی ہونے کی وجہ سے آپ کا خاندان عوام میں قریشی کے نام سے مشہور تھا اسی لئے لوگ آپ کو قریشی صاحب یا پیر قریشی کہا کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام فرزند علی ہے۔

تقریباً ۱۸۹۶ء میں آپ نے مع اہل وعیال حجازِ مقدس کی ہجرت کا ارادہ فرمایا اور مکان وزمین کا اپنا حصہ فروخت کر کے تیاری فرمائی۔ چونکہ اس وقت تک اس علاقہ میں ریل گاڑی نہ آئی تھی اس لئے کراچی تک دریائے سندھ میں سفر کرنے کے لئے ایک کشتی بنوائی گئی۔ اس میں سامانِ سفر اور اہل وعیال کو لے کر دریا کے راستہ سے روانہ ہوگئے۔ جب جتوئی ضلع مظفر گڈھ کے قریب پہنچے تو مولوی غوث بخش صاحب نے جو حضرت کے پرانے دوست اور ہم سبق تھے اُتار لیا اور ایک دو روز قیام کرنے کیلئے اصرار فرمایا اس دورانِ قیام میں کشتی دریا سے گم ہوگئی اور تلاش کرنے پر بھی نہ ملی۔ اس پر مولوی صاحب نے اس جگہ مستقل قیام کے لئے مجبور کیا۔ سلوک کی تعلیم بھی ابھی نا تمام تھی اس لئے یہی مناسب سمجھا کہ سر دست سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے چنانچہ دریا کے کنارے کوٹلہ رحیم شاہ میں اقامت اختیار کی اور حسبتہً للہ بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔ فارغ وقت میں کاشت یا مزدوری کر کے پیٹ بھرتے۔ کچھ عرصہ بعد جب مخلوق کا عام رجوع آپ کی طرف ہوگیا تو راستہ کی صعوبت اور دشواری کے پیشِ نظر دوستوں اور خادموں کے اصرار پر جتوئی کے قریب ایک جگہ منتخب فرمائی اور رفتہ رفتہ اس کی ملکیت حاصل کر کے فقیر پور کے نام سے وہ جگہ آباد کر لی مگر راستہ کی دقتوں اور نو وارد مہمانوں کی مشکلات کا مسئلہ یہاں بھی حل نہ ہوا ناچار وہ جگہ بھی

چھوڑ دی اور دریائے چناب کے قریب دریائے سندھ کے پرانے بہاؤ میں مظفر گڑھ سے جتوئی کے راستہ پر شہر سلطان سے تقریباً ۲½ میل کے فاصلہ پر سڑک سے ذرا ہٹ کر نالہ سعد اللہ کے کنارے کچھ زمین خرید لی اور وہاں مسکین پور کے نام سے اپنی بستی آباد کی اور باقی زمین کو جو بنجر و جنگلات تھی صاف کر کے کاشتکاری شروع کر دی۔ بظاہر تو یہ کاشتکاری یا زمینداری کی صورت تھی لیکن حقیقت میں تزکیہ نفس کا واحد ذریعہ اور تعلیم سلوک کا مدرسہ تھا جس میں سالکین کو مسکنت اور علو ہمتی سکھائی جاتی تھی اور ریاضت اور نفس کشی کی تعلیم دی جاتی تھی خود سب سے پہلے اس میں شریک ہوتے اپنے ہاتھ سے ہل چلاتے لنگر کیلئے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر اٹھا کر لاتے وغیرہ۔ آپ کا ابتدائی زمانہ کالا باغ میں گذرا اور اسی علاقہ میں اردو فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی زبان پر اچھی دسترس تھی۔

(حضرت مولانا عبد المالک صاحب احمد پوری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا قمر الدین صاحب وغیرہ سے عربی کی درسی کتابیں پڑھیں اور دورۂ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے کی۔ مؤلف)

آپ کا خط بہت عمدہ تھا۔ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ اکثر اجازت نامے آپ ہی سے لکھواتے اور بعض قلمی کتابوں کی نقلیں بھی کرایا کرتے تھے۔

جوانی ہی میں آپ کی آمد و رفت حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کی خدمت میں شروع ہو گئی تھی مگر چونکہ حضرت محمد عثمان صاحبؒ اخیر زمانہ میں بیعت کم فرمایا کرتے تھے اس لئے جو اس نیت سے آتا اس کو خلیفۂ اول حضرت لعل شاہ صاحبؒ یا حضرت سراج الدین صاحبؒ کی طرف بھیجدیا کرتے تھے اس لئے اول آپ کی بیعت حضرت لعل شاہ ہمدانی سکیسری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی لیکن ابھی سلوک ناتمام تھا، دائرہ لاتعین تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت سید لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ قریب المرگ حضرت سید صاحب موصوف نے آپ کو یاد بھی فرمایا تھا مگر آپ تشریف نہ رکھتے تھے۔ سید صاحب کے وصال کے بعد شیخ کی جدائی اور اپنی ناکامی کا سخت رنج تھا۔ حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ

حضرت لعل شاہؒ کی تعزیت کے لئے دندان (دندہ) تشریف لائے تو آپ کی بیتابی و گریہ و زاری کو دیکھ کر رحم آگیا، شفقت اور مہربانی کا اظہار فرمایا اور موسیٰ زئی شریف حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حاضری کے بعد غلامی میں داخل کر کے ازسرِ نو ذکر کی تلقین کی اور تمام سلوک دائرہ لاتعین تک طے کرایا اور جب دہلی بغرضِ علاج تشریف لے گئے تو آپ کو خط بھیجکر دہلی بلا کر اجازت نامہ سے سرفراز فرمایا۔ ابتدا میں خلافت پچاس آدمیوں تک محدود تھی، جب یہ تعداد پوری ہوگئی تو اجازتِ مطلقہ مرحمت فرمائی۔

آپ زمانۂ سلوک میں اپنے پیرِ صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضری کے لئے گھر سے پیادہ پا روانہ ہوتے اور اس ڈیڑھ دو سو میل کے سفر میں چند روٹیاں اور چند سیر بھنے ہوئے چنے اپنے ساتھ لیتے اور اسی پر گزارہ کرتے چلے جاتے مگر کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز اکلِ حلال اور طیب غذا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں زمانۂ سلوک میں گھر سے دو روٹیاں پکوا کر قبلۂ عالم حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا اور دو ماہ تک اسی پر گذارا کرتا مگر مشکوک غذا نہ کھاتا۔ آپ پاک زمین پر بیٹھ جاتے اور کپڑا وغیرہ نہ بچھاتے اور نہ اس تکلف کو پسند فرماتے۔ ایک روز خلفاء کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم میں اس شخص سے سخت ناراض ہوں گا جو اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں سے اشارۃً یا کنایۃً کوئی چیز طلب کرے یا ان سے طمع کی امید رکھے جو شخص ایسا کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کھیت میں ہل چلاتے ہوئے اسمِ ذات کا ذکر بھی فرماتے جاتے تھے اور اس کا شمار تسبیح پر کرتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کام کے ختم پر ذکر کا شمار اسّی ہزار ہوا۔ فرماتے ہم تو درویشوں کے نوکر ہیں مزدوری کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک درویش کا کُرتہ پھٹا ہوا دیکھا فوراً اپنا کُرتہ اتار کر اس کو پہنا دیا۔ ایک روز موجودہ زمانے

کی بے ذوقی اور کم ہمتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ عاجز پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کیلئے دو اڑھائی سو میل پیدل سفر طے کرتا تھا اور ایک ایک مہینہ دو چار سیر دانوں پر قناعت کرتا تھا ایک دفعہ صرف دو آنے تھے تو گاجروں اور چنوں پر گذارہ کیا اور دن کو روزے رکھے پھر بھی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

سفر میں یہ چیزیں ساتھ رکھا کرتے تھے: چاقو، اُسترا، مقراض، کٹورہ، لوٹا، عصا، سرمہ دانی، کنگھا، مسواک، سوئی دھاگا، رومال، عطر، موچنہ، دیا سلائی، توا، چمٹا، پنسل کاغذ، ضروری کپڑے۔" سخت سردیوں میں ایک کرتہ جس کا گلا کھلا ہوتا (بٹن نہ لگاتے) اور معمولی چادر زیب تن ہوتی تھی۔ کمبل وغیرہ بہت کم استعمال فرمایا کرتے تھے۔ عمامہ جس کے نیچے ٹوپی ہوتی تھی باندھتے اور نماز کے وقت امام کو بالخصوص عمامہ باندھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ ہر امیر غریب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا۔ لنگر خانہ میں جو کچھ تیار ہوتا مہمانوں کے آگے رکھ دیا جاتا البتہ کبھی کبھی علماء کی خاطر ملحوظ رکھتے اور لنگر خانہ کے علاوہ گھر میں سے کوئی چیز ان معزز مہمانوں کے لئے دی جاتی یا لیٹنے کے لئے اُن کو چارپائی عنایت فرمائی جاتی تھی۔ زمانۂ قیام میں روزانہ صبح و شام بیس پچیس مہمانوں سے کم نہ ہوتے تھے اور بعض مہمان تو ہفتوں ٹھہرتے تھے مگر کبھی مہمانوں کی کثرت اور اُن کی آمد سے نہ گھبراتے اور نہ ٹھہرنے والوں سے اشارۃً یا کنایۃً اُکتاتے۔ لوگ اپنی خوشی سے آتے اور اپنی خوشی سے چلے جاتے تھے کوئی روک ٹوک نہ تھی ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو دار و گیرِ حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

آپ نے اخیر عمر تک تبلیغِ اسلام و سلسلہ کے لئے بہت زیادہ سفر کئے ہیں، آپ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ آپ کے اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے دور دراز ملکوں میں پھیلا

صفحہ ۳۳ م ۵ ورق آگے

لیکر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ دہلی پہنچ کر پریشان تھے کہ کدھر جاؤں اور کہاں ٹھہروں کوئی واقفیت نہیں تھی حضرت کی دعا و برکت سے راستہ میں ایک شخص مولانا عبدالخالق صاحب سے جو حضرت کے پیر بھائی اور ہم وطن بھی تھے ملاقات ہو گئی جو ٹیا محل کٹڑہ گوکل شاہ کی مسجد میں مقیم تھے وہ حضرت کو اپنے ساتھ لے گئے۔ مسجد کٹڑہ مذکور میں حضرت نے دو روز قیام فرمایا پھر اللہ پاک نے ایک نیا سبب بنایا یعنی محلہ نواب گنج، گڑ کا میل، کا ایک شخص آیا اس نے حضرت سے ذکر سیکھا۔ کیفیت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے محلہ میں چلنے کے لئے اصرار کیا چنانچہ آپ اس کے ہمراہ محلہ نواب گنج میں تشریف لے گئے وہاں مسجد سبیل میں ٹھہرنے کا انتظام ہو گیا جہاں حضرت مولانا عبدالغفور (مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز) اس زمانہ میں پیش امام تھے ان کے بہت سے پٹھان شاگرد اُن کے پاس پڑھنے کے لئے آتے اور کچھ وہیں رہتے تھے۔ مولانا صاحب موصوف ان دنوں مدرسہ امینیہ میں پڑھاتے تھے دس بارہ شخصوں نے حضرت صاحب سے ذکر سیکھا۔ مرزا عبدالرحیم صاحب (حضرت کے خادم خاص) بھی ان میں شامل تھے اور یہ غالباً ان میں پہلے شخص ہیں ان سب کو جوش ہونے لگا۔ لوگوں میں چرچا ہوا۔ رات کو عشا کی نماز کے بعد مراقبہ کرتے تو بڑی دیر تک ان لوگوں پر جذب طاری رہتا ایک دوسرے سے لپٹتے اور اللہ اللہ پکارتے اور جب تک ان کا جوش ٹھنڈا نہ ہو جاتا حضرت بھی آرام نہ فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بہتری کی دعاء مانگتے رہتے۔ مرزا عبدالرحیم صاحب نے بتایا کہ ایک روز ایک شخص ہاتھ میں ڈنڈا لیکر غصہ کے ساتھ آپ کو بُرا بھلا کہتا ہوا مارنے کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ ہم تو دن بھر کام کرتے ہیں رات کو یہ لوگ سونے نہیں دیتے انھوں نے کیا بنا رکھا ہے کیوں چلاتے ہیں ابھی وہ آپ سے کچھ دور تھا کہ آپ نے دعا کی الٰہی اگر یہ میرے ڈنڈا لگا دے تو حضورؐ کی سنت ادا

۵ ورق آگے

نہ آیا، بیماری کی حالت میں آپ کو دہلی سے مسکین پور لے آئے۔ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ
کا مہینہ تھا تقریباً نصف ماہ بیمار رہ کر ۸۴ برس کی عمر میں رمضان المبارک کی
چاندرات کو جمعرات کے دن اس جہانِ فانی سے راہیٔ عالمِ جاودانی ہوئے اور خادموں
کو یتیم ولاوارث چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار مقدس مسکین پور میں
واقع ہے نور اللہ تعالیٰ مرقدہ وبرد مضجعہ وجعل الجنۃ الفردوس ماواہ۔

آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی قیامگاہ پر ایک سالانہ تبلیغی جلسہ کی طرح ڈالی
تھی جو پہلے فقیر پور میں منعقد ہوتا رہا پھر جب آپ نے مسکین پور آباد کر کے یہاں رہائش
اختیار کی تو یہ سالانہ جلسہ مسکین پور میں منعقد ہونے لگا۔ اس میں آپ کے مریدین
وخلفا اور خلفاء کے مریدین اور دیگر اہلِ ذوق وشوق حضرات شامل ہو کر علومِ ظاہری
وباطنی کی زبانی وعملی تعلیم حاصل کرتے اور آپ کے فیوض وبرکاتِ جامعہ حاصل کرتے
رہتے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ آپ کے وصال کے بعد اب بھی یہ جلسہ حسبِ دستور مقام
مذکور پر ۲۲ بیساکھ[1] کو منعقد ہوتا ہے جس میں علماءِ کرام کے مواعظِ حسنہ، اذکار واشغال
کی مجلس اور ختمِ قرآن پاک کر کے ایصالِ ثواب بارواح حضراتِ سلسلہ ودعاخوانی
وغیرہ امور پر عمل کیا جاتا ہے اور کوئی امر خلافِ شرع وہاں نہیں ہوتا۔ آپ نے ایک
مسجد اور مدرسہ بھی بنایا اور لنگر بھی قائم کیا تھا اور کچھ زمین لنگر اور مدرسہ ومسجد کے
نام وقف کر دی تھی جو اب تک بدستور قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو تا قیامِ قیامت

---

[1] یہ سالانہ جلسہ حضرت قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ میں اسی تاریخ کو ہوتا تھا آپ کے وصال کے بعد بھی کئی سال تک اسی تاریخ کو ہوتا رہا لیکن اب چند سال سے بعض مصلحتوں کی بنا پر ہر سال خلفا کے مشورہ سے ماہ وتاریخ ودن کا تعین ہو کر تمام احباب کو اطلاع دی جاتی ہے۔

❊

جاری رکھے اور بیش از بیش ترقی و مقبولیت مرحمت فرمائے۔ آمین

آپ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اجلّ مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور ممالکِ اسلامیہ میں آپ کا فیضان عام ہے اور آپ کے خلفاءِ کرام اس خدمت کو بدستور انجام دے رہے ہیں اور تمام ممالک کے بڑے بڑے علماء و صلحا آپ کے خلفاء سے خصوصاً حضرت مولانا عبد الغفور صاحب عباسی مہاجر مدنیؒ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللھم زد فزد۔

(ملخص از حیاتِ فضلیہ مؤلفہ مولنا محمد مسلم دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

آداب و محبت شیخ

مُرید بابِ افعال سے مشتق ہے جس کی ایک خاصیت سلب مادۂ اشتقاق ہے لہذا مُرید کہ معنی ہیں مسلوب الارادہ یعنی جو ہر امر میں اپنی باگ ڈور اپنے شیخ کو دے کر اپنے ذاتی ارادہ سے خالی ہو چکا ہو۔ ہمارے حضرت صاحب موصوف نے بیعت ہو کر اس مضمون کا حق ادا کر دیا اور تمام عمر اسی کوشش میں گذار دی کہ اپنے جملہ امورِ دینی و دنیاوی میں اپنے شیخ کی مرضی اور خواہش کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ شیخِ کامل متبعِ شریعت کا اتباع، عین اتباعِ شریعت اور اس کی مرضی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی میں ہوتی ہے اسی لئے حافظ شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسمِ منزلہا

پس اپنے شیخ کے ساتھ روحانی تعلق اور رابطۂ محبت جس قدر قوی اور زیادہ ہوگا مرید کو اسی قدر کمالاتِ باطنی اور کیفیاتِ حسنہ و انوار و تجلیات کا ورود ہوگا۔ حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرے) میں اسی رمز کو بیان فرمایا ہے۔ باقی اذکار و اشغال اور تعلیم کردہ اوراد و وظائف اس کے معاون و مددگار

ہیں اوران اعمال و اوراد و مجاہدہ سے (جو اختیاری اور کسبی چیز ہے) حُبّ و انس اور رابطۂ شیخ (جو غیر اختیاری اور محض وہبی چیز ہے) حاصل ہونے میں سہولت اور آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے حضرت صاحب موصوفؒ کو اللہ تعالیٰ نے رابطۂ شیخ بدرجہ غایت مرحمت فرمایا تھا اور فرمودہ اشغال و اذکار کی پابندی نے اس کو بہت ہی زیادہ ترقی بخشی اور حقیقتِ محمدیہ کے فیوض و برکات سے سرفراز فرما کر انوارِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ممتاز و مشرف فرمایا تھا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اسی محبت و رابطۂ شیخ کا ثمرہ ہے کہ آپ نے آداب شیخ کی اس قدر رعایت رکھی کہ کم لوگوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کبھی اپنی آواز کو اپنے شیخ کی آواز پر بلند نہیں کیا اور حضور و غیبت میں کبھی حدِ ادب سے تجاوز نہیں کیا۔ بولنے کے موقع پر بولتے اور نہایت سنجیدہ و فہمیدہ گفتگو کرتے اور خاموشی کے مواقع میں خاموش رہتے تھے بلا وجہ زبان چلاتے رہنے سے ہمیشہ پرہیز رکھا۔ تعمیلِ فرمانِ شیخ میں سبقت کرتے تھے اور اپنے تمام پیر بھائیوں اور شیخ کے جملہ متعلقین کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے، رابطۂ شیخ میں کسی مغائرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے شیخ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی بہت قدر و عزت فرماتے تھے اور مجلسِ مشاورت میں آپ کو اکثر شامل فرماتے تھے حتیٰ کہ اگر کسی دور دراز مقام پر بھی ہوتے تو بذریعہ خط بُلائے جاتے چنانچہ ایک دفعہ دہلی سے اسی مضمون کا خط لکھ کر بُلوایا تھا کہ کسی مشورہ کے لئے آپ کی ضرورت ہے جلدی پہنچ جاؤ۔

ہمارے حضرت صاحب نے اپنے حصہ کی جدّی زمین میں سے ایک معتد بہ حصہ حضرت غریب نواز قدس سرہٗ کی خانقاہ کو عنایت فرمایا اور اس کا باقاعدہ انتقال حضرت موصوف کے نام کرا دیا تھا۔ اس کے علاوہ نقدی اور متاع وغیرہ سے اکثر و بیشتر خانقاہ شریف کی خدمت

بجالاتے رہتے تھے، اور اس بات سے بہت خائف رہتے تھے کہ کہیں شیخ مجھ سے ناراض نہ ہوجائیں اور جب حضرت شیخ کا گرامی نامہ آپ کو موصول ہوتا تو پڑھنے سے پہلے آپ کا رنگ فق ہوجاتا کہ مبادا اس میں شیخ کی ناراضگی مذکور ہو اور جب پڑھ لیتے اور شیخ کی خوشنودی و دعائیں معلوم کر لیتے تو مطمئن ہوجاتے تھے۔

جناب مولانا گوہانوی مدظلہ العالی سے منقول ہے کہ آپ کی جماعت کے ایک صاحب کے دوست ایک مولوی صاحب تھے جو تصوف اور اولیاء اللہ کے گروہ سے مناسبت نہیں رکھتے تھے انھوں نے اس شخص کو بہکا دیا کہ ہندوستان میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ہندوستان میں انگریزوں (غیر مسلموں) کی حکومت ہے اس حکومت میں حلال روزی نہیں ملتی جس کی وجہ سے یہاں ولی نہیں ہوسکتا اس شخص نے یہ بات بعینہٖ حضرتِ والا کی خدمت میں لکھ بھیجی جس کے پڑھنے سے حضرت کو بہت رنج ہوا اور جواب نہیں دیا۔ بعد ازاں جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو وہی شخص حاضر ہوا اور کچھ پھل خدمت میں پیش کئے۔ حضرت نے پہلے کچھ عذر فرمایا اور کہا کہ میں پھل کھانے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ بیمار رہتا ہوں۔ جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو فرمایا کہ بھئی پھل کسی ولی کو دینے چاہئیں میں تو ولی نہیں ہوں البتہ یہ تمہارے فہم کی غلطی ہے کہ تم نے میرے شیخ کو بھی ولی نہیں سمجھا اگر میرے لئے ایسا خیال کرتے تو درست تھا مگر میرے شیخ تو مجدّدِ وقت ہیں پھر تم نے ایسا کیوں لکھا۔ وہ شخص انتہائی نادم و پشیمان ہوا اور معافی مانگی چنانچہ آپ نے معاف فرما کر دوبارہ بیعت فرمایا۔ ؎

شربت الحب کاسا بعد کاس فما نفد الشراب ولا رویت

(میں محبت کی شراب کے پیالے یکے بعد دیگرے پی گیا پس نہ شراب ہی ختم ہوئی اور نہ میں ہی سیراب ہوا)

جب آپ اپنے پیر بھائیوں حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مدظلہ العالی حضرت مولانا

نذیر احمد صاحب مرحوم حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم وغیرہ کے ہمراہ اپنے پیرومرشد خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی خدمت میں احمد پور شرقیہ سے فقیر پور وغیرہ مقامات پر پیدل کے راستہ جایا کرتے تھے تو اس زمانہ میں راستے سیدھے نہیں تھے یعنی سڑک وغیرہ کچھ نہیں تھی کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ چلتے چلتے راستہ بھول جاتے اور کئی کئی میل کا چکر پڑ جاتا پاؤں زخمی ہو جاتے شدت سے بھوک و پیاس لاحق ہو جاتی مگر اس سفر میں روح کو عجیب و غریب کیف و سرور حاصل ہوتا ہے

نظر کو کیا خبر پردے کے اندر دل لگی کیا ہے　　　کوئی آزاد کیا جانے کسی دل کی لگی کیا ہے

آپ ذکر اذکار کی بہت کثرت کرنے لگے حتیٰ کہ گھر کے لوگ دیوانہ سمجھنے لگے (حدیث شریف میں ہے لا یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوتا یہاں تک کہ لوگ اس کو دیوانہ کہنے لگیں)

صاحبزادہ محمد صادق صاحب مدظلہ نے سنایا کہ محلہ سرور شاہ میں ایک سیدزادی بہت ذاکرہ رہتی تھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خوابات اور حال احوال وغیرہ حضرت کو سناتی رہتی تھی جب حضرت نے خواجہ غریب نواز قدس سرہ سے بیعت کر لی اور تسبیح کھٹکھٹانے تو مائی صاحبہ اور گھر والوں نے سمجھا کہ یہ تو دیوانہ ہو گیا ہے اس سیدانی صاحبہ نے سنا تو کہا کہ شوربہ میں تسبیح بھگو کر نکالو اور یہ شوربہ پلاؤ ٹھیک ہو جائیں گے۔ گھر والوں نے ایسا ہی کیا کیونکہ وہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ذکر کا طریقہ ہے اور صحیح و جائز ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ بہت سے لوگ باوجود نیک اور ذاکر ہونے کے صحیح طریقے سے ناواقف ہوتے ہیں اور اس طریقے کو جس کو وہ نہ جانتے ہوں غلط کہنے لگتے ہیں اور دوسرے ذاکرین کو دیوانہ سمجھتے ہیں واللہ اعلم۔

اجازتِ بیعت و نقلِ سند

آپ کی سند کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کو شوال ۱۳۴۷ھ ہجری بوقت عشا فقیر پور شریف ضلع مظفر گڑھ میں اجازت ہوئی۔ سندِ اجازت نامہ مطبوعہ فارم پر حضرت غریب نواز قدس سرہٗ کی اپنے قلم سے خانہ پُری کی ہوئی اور دستخط ثبت فرمائے ہوئے ہیں اور مُہر بھی ثبت کی ہوئی ہے اس کی نقل یہ ہے:۔

اجازت نامہ حضراتِ نقشبندیہ مجددیہ عثمانیہ

یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ؕ

(ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور اس کی طرف پہنچنے کیلئے ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو یقیناً تم کامیاب ہو گے)

المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ (مجاہد وہ ہے کہ جو خدا کی فرمانبرداری میں اپنے نفس کا مقابلہ کرے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین وآلہ الطاہرین واصحابہ الطیبین اجمعین الی یوم الدین الخ اما بعد می گوید فقیر حقیر لاشئ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی کہ ایں عاجز خاکسار ذرۂ بے مقدار در خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ عثمانیہ داخل شدہ علمِ سلوک تام دوبارہ تا دائرۂ لاتعین از حضرت قبلۂ عالم حاجی حافظ مولانا مولوی محمد سراج الدین صاحب دامانی حاصل نمودہ و شرفِ اجازت از آنحضرت قبلہ یافتہ، برائے تحقیق سلسلۂ شریف موجود است، پس ازیں عاجز لاشئ برادرِ طریقت جناب مولانا صاحب شاہ صاحب محمد سعید شاہ صاحب ولد محمد صادق شاہ صاحب قریشی ہاشمی سکنہ احمد پور شرقیہ علمِ سلوک و جذب و حالات و وارداتِ صحیحہ حاصل نمودہ برائے تعلیم اسمِ ذات و علمِ سلوک برائے طالبانِ مولیٰ و برائے خدمتِ اسلام بموجب ضرورت اجازت دادہ شد طالبانِ راہِ حق جلّ و علیٰ را مناسب است کہ زود فیضِ ظاہری

وباطنی ازیں شیخ کامل حاصل نمایند۔ ہیچ خطرہ وشک در دل نیارند کہ جناب خلیفہ صاحب موصوف یلّٰہ فی اللہ خدمتِ اسلام وبرادرانِ اسلام کنند۔ فقط

تاریخ ۲۳ ماہِ شوال ۱۳۴۷ھ ہجری المبارک مہر دستخط وقت یوم

واللہ ذو فضل علی المؤمنین

محمد فضل علی قریشی بقلم خود
مقام فقیر پور شریف

المجیب ——— باہتمام

خاکسار ذرۂ بیمقدار محمد فضل علی شاہ قریشی ہاشمی عباسی از فقیر پور شریف (زنگین پریس دہلی)

دوسرے سلاسل میں اجازت

ویسے تو خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ کی بیعت واجازت تمام سلسلوں کی بیعت اور اجازت پر مشتمل ہے جیسا کہ مجدد صاحبؒ کے سلسلوں کی تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے پھر بھی ہمارے حضرت صاحب نے نقشبندیہ مجددیہ طریقہ کے علاوہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور بنوریہ طریقہ کے اسباق حاصل کئے اور پھر ان کی تکمیل خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مقدس پر حاضر ہو کر ان کی روحانیت سے فیض حاصل کر کے کی۔ چنانچہ حضرت نے اس کی تفصیل بیان فرمائی جو پوری طرح تو یاد نہیں البتہ اس قدر یاد ہے کہ فرمایا ایک جگہ سے اس عاجز کو چشتیہ سلسلہ کے اسباق صحیح طور پر حاصل ہوئے اور ایک جگہ سے قادریہ سلسلہ کے۔ اور حضرت مجدد صاحبؒ کے مزارِ مقدس پر ایک مجذوب رہتا تھا اس نے مجھ سے قادریہ سلسلہ کے اسباق حاصل کر کے بنوریہ کے اسباق جو اِس کے پاس تحریر تھے مجھے دیئے۔ عاجز نے حضرت مجدد صاحبؒ کی خدمت میں روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر روحانی زیارت کے وقت ان سلاسل کے اسباق کی تکمیل کے لئے درخواست کی، آپ نے درخواست منظور فرمائی اور ان تمام سلاسل کے اسباق کی تکمیل اس عاجز کو کرادی۔ یہ عاجز تمام رات حضرت مجدد صاحبؒ

کی خدمت میں بیٹھتا اور اسباق کا ورد کرتا رہتا۔ اس طرح چند دن میں حضرتؒ کی روحانیت سے یکے بعد دیگرے تمام اسباق طے کر لئے۔ یہ یاد نہیں کہ تمام سلاسل کی تکمیل ایک ہی موقع پر کرائی یا بعض کی کسی دوسرے موقع پر یا کسی دوسرے صاحبِ مزار سے کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا گوہانوی مدظلہ العالی سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت صاحب نے فرمایا میں نے چشتیہ خاندان کے اسباق اور ان کی اجازت ایک مزار والے حضرت سے حاصل کی ہے۔ نیز انہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھ کو چاروں خاندان میں اجازت ہے مگر خواجۂ خواجگان پیرِ پیراں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا کہ بس نقشبندیہ ہی کو ترقی دو اس دن سے رُک گیا ہوں۔ آپ نے بعض مریدوں کو قادریہ وغیرہ میں بھی بیعت کیا اور اپنے بعض خلفا کو بعد تکمیلِ سلوکِ نقشبندیہ مجدّدیہ دوسرے بعض سلاسل کی بھی تکمیل کرائی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تبلیغِ سلسلہ و سفرِ دہلی

جب آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد فضل علی شاہ قدس سرہ نے آپ کو اجازتِ بیعتِ سلسلہ سے مشرف فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ ہندوستان جاؤ اور دہلی اور اس کے مضافات میں تبلیغ کرو۔" فرمایا کہ جب حضرت موصوف نے اس عاجز کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تو لوگ مبارکباد دیتے تھے اور یہ عاجز روتا تھا کہ اتنا بارِ عظیم جو میرے کندھوں پر ڈالا جا رہا ہے میں اس کا اہل نہیں ہوں مجھ سے یہ فرض کس طرح ادا ہوگا۔ آپ کبھی گھر سے باہر زیادہ طویل سفر پر تشریف نہیں لے گئے تھے اس لئے گھبراتے رہے۔ لیکن حضرت کے تاکید فرمانے پر کھانے کی کچھ خشک چیزیں مثلاً ستو، چنے، چھوٹی چھوٹی میٹھی روٹیاں

جار ورق ہیجھے

اور پھیل رہا ہے اور انشاء اللہ العزیز تا قیامِ قیامت پھیلتا رہے گا۔ آپ نے تین نکاح کئے۔ پہلا نکاح کالا باغ میں ہی کیا تھا ان سے چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے، لڑکے جوان ہو کر فوت ہو گئے۔ یہ بیوی بڑی صابرہ اور مہمانوں کی خدمت گذار تھیں، ابتدا میں حضرت پر سخت افلاس تھا لیکن آپ کی ان اہلیۂ محترمہ نے کبھی ناداری کی شکایت نہیں کی۔ افلاس کی تمام صعوبتیں اور مہمانوں کی خدمت گذاری کی تکلیفیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ حضرت موصوف اکثر اوقات ان کی خدمت گذاری اور صبر و ضبط کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ لنگر کے لئے آٹا پیسنا روٹی پکانا اور اسی قسم کی دیگر خدمات میں دن رات لگی رہتیں۔

اس رفیقۂ حیات کے انتقال کے بعد لڑکیوں کی تربیت اور مہمانوں کی خدمت گذاری کے لئے حضرت نے قریشیوں ہی میں دوسرا عقد کر لیا ان کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان بچوں کو عالمِ دین بنانے کا آپ کو بہت شوق تھا اکثر ان کے حق میں نیک ہونے کی دعا کرایا کرتے تھے اور جماعت کو ان کی دینی تعلیم اور نیکی کی وصیت فرمایا کرتے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا چنانچہ آپ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد یہ تینوں بچے یکے بعد دیگرے خدا کو پیارے ہوئے قضائے الٰہی میں کسی کو چارہ نہیں ؎

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال در کارِ خداوند کسے را چہ مجال

آخر زمانہ میں آپ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنی ایک صاحبزادی کو از خود اصرار کے ساتھ آپ کے عقد میں دیدیا اور آپ نے اس کو قبول فرما لیا تھا۔

دہلی کے آخری تبلیغی سفر میں آپ کو فالج ہو گیا کئی دن علاج کرایا لیکن آرام

صفحہ ۲۴ چار ورق پیچھے

ہوجائے گی مگر خدا کی شان کہ وہ قریب نہیں گیا اور نہ مارا بلکہ وہیں سے ٹھنڈا
ہو کر واپس اپنے گھر چلا گیا۔ واللہ اعلم۔

مولوی امیر اللہ خانصاحب کی بیعت کا حال

حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مہاجر مدنی مرحوم کے شاگردوں میں ایک شخص امیر اللہ خاں المعروف بہ محمد عمر اکثر حضرت کے پاس آبیٹھتا اور اعتراض کرتا رہتا کہ یہ سب ڈھونگ ہے کبھی کہتا کہ اس کے پاس جن ہے جو دوسروں کو چڑھا دیتا ہے کبھی کہتا کہ مجھ پر ایسی حالت ہو تو جانوں' میں تو سورۂ جن کا عامل ہوں مجھ پر جن کا اثر نہیں ہو سکتا، کبھی کہتا کہ میں منطقی دلائل سے ثابت کر سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ غلط اور ڈھونگ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب وہ زیادہ اصرار کرتا تو حضرت فرما دیتے مولوی صاحب یہ تو خدا کی دین ہے میرے اختیار کی چیز نہیں اور ہر چیز کا وقت ہوتا ہے۔ ایک روز جب اس نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرما دیا کہ جب میں اکیلا بیٹھا ہوں اس وقت آپ آجائیں مولوی محمد عمر صاحب مذکور موقع کی تاک میں تھے بروز عید الاضحیٰ بعد نماز عید تقریباً گیارہ بجے آپ مسجد سبیل کے چھوٹے حجرے میں تنہائی کے لئے تشریف لے گئے اور آپ پر اس وقت مقام فنا فی الرسول کی حالت طاری تھی مولوی محمد عمر صاحب جو موقع کے منتظر تھے حضرت کو اکیلا دیکھ کر آئے اور کنڈی کھٹکھٹائی، مرزا عبد الرحیم صاحب نے جو ان دنوں اکثر حضرت کی خدمت میں رہتے تھے اور اس وقت باہر بیٹھے ہوئے تھے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانے۔ حضرت نے کنڈی کھول دی اور محمد عمر صاحب کو اندر لیکر پھر کنڈی لگا دی۔ انھوں نے حضرت سے کہا کہ اب آپ اکیلے بیٹھے ہیں اپنا وعدہ پورا کریں۔ حضرت نے بٹھا کر توجہ دی اسی وقت (یعنی اندر جانے کے تین چار منٹ کے اندر اندر) مولوی محمد عمر صاحب کو اسقدر جوش ہوا کہ چھت کی طرف

اُچھلتے اور کودتے تھے حضرت کنڈی کھول کر باہر تشریف لائے اور باہر سے کُنڈی لگادی اور مولوی محمد عمر صاحب جوش کی حالت میں اندر اچھلتے کودتے رہے۔ لوگوں کا جمِ غفیر مسجد کے اندر اور باہر جمع ہو گیا اور حیران تھے کہ ان کو کیا ہو گیا۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب وغیرہم بھی بہت حیران ہوئے اور حضرت پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ حضرت خاموش بیٹھے رہے اور آخر نرمی سے سمجھایا کہ مولوی صاحب بزرگوں کے سلاسل میں ایسا ہوتا آیا ہے صحابۂ کرامؓ کو بھی جذب ہوتا تھا، یہ کوئی نئی اور قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے، یہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا آپ فکر نہ کریں۔

الغرض جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت کو بہت تشویش ہوئی کہ اگر اس پر ایسی ہی مستی رہی اور اس نے نماز نہ پڑھی تو لوگ اور بھی اعتراض کریں گے۔ چنانچہ جب حضرت وضو کرنے بیٹھے تو دیر تک کسی حالت میں مستغرق رہے اور ہاتھ ہی دھوتے رہے یا صرف کلی کرتے اور ہاتھوں پر ہی پانی ڈالتے رہے۔ جب یہ حالت دور ہوئی تو مرزا عبدالرحیم صاحب کو جو اس وقت پاس تھے فرمایا کہ اللہ مالک ہے تم کنڈی کھول دو اور محمد عمر سے کہو کہ نماز پڑھے۔ وہ گئے اور کنڈی کھول کر اُن کو نماز پڑھنے کے لئے کہا، مولوی محمد عمر صاحب پُرسکون انداز میں باہر آئے وضو کیا نماز پڑھی مگر نماز کے بعد پھر جوش ہو گیا اور منبر پر چڑھ کر تقریر کرنے لگے جس میں حضرت کی بہت مدح و تعریف کی اور کہا کہ مولوی عبدالغفور اتنا بڑا شیخِ طریقت یہاں موجود ہے لیکن تو نے کچھ نہیں سمجھا وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ کہنے لگے یہ میرا ہاتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہاتھ ہے آؤ مصافحہ کر لو وغیرہ (او کما قال) اس پر لوگوں میں بہت غصہ اور نفرت پھیل گئی اور حضرت پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ حضرت صاحب اس وقت مسجد سبیل کے بڑے حجرے میں تشریف فرما تھے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب

وہاں جاکر حضرت پر بہت اعتراضات کئے کہ یہ کہاں جائز ہے یہ کیا حرکت ہے یہ ہمارے مولوی کو کیا کر دیا ہے، قرآن اور حدیث میں تو ایسا نہیں آیا وغیرہ وغیرہ۔ وہ بہت کچھ کہتے رہے اور حضرت خاموش رہے آخر حضرت نے فرمایا کہ مولانا یہ باتیں بزرگوں کے سلسلوں میں ہوتی رہی ہیں اور صحابہ کرامؓ میں بھی یہ باتیں پائی جاتی تھیں آپ نے صحاح ستہ کو پڑھا لیکن سمجھا نہیں، آپ بخاری و مسلم شریف کو دیکھ لیتے اور نہیں تو ترمذی شریف کو ہی دیکھ لیتے کہ فلاں صفحہ پر کیا لکھا ہے۔ مولانا گئے اور ترمذی شریف لاکر وہی صفحہ کھول کر دیکھا تو حیران رہ گئے کہ جذب و کشف کی تائید کی حدیثیں اسی صفحہ پر موجود ہیں سب کے سامنے کہنے لگے کہ بھئی حدیثوں میں یہ باتیں ثابت تو ہیں۔

اسی موقع پر حضرت صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر اس شہر میں کوئی بزرگ ہوتا تو اس (محمد عمر) کے ہاتھ چومتا اور آپ دیکھ لیں گے کہ اگر کوئی بزرگ ہے تو ایسا کرے گا۔ یہ واقعہ غالباً عصر کی نماز کے بعد کا ہے اس کے بعد دوسرے روز جبکہ مرزا عبدالرحیم صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفید ریش بزرگ سر پر سبز عمامہ اور کمر میں سفید پٹکا باندھے شرع کے مطابق شکل و لباس والے تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ یہاں جو بزرگ ٹھہرا ہوا ہے وہ کہاں ہے۔ میں نے حجرے کی طرف اشارہ کرکے بتایا اور اسی اثناء میں مولوی محمد عمر صاحب حجرے سے نکلے اس بزرگ نے ان کو غور سے دیکھا اور ہاتھ چومے اور اس کے بعد حضرت کی طرف بڑھ کر سلام کرکے فرمایا کہ فیضان اس قدر عام اور سستا کر دیا ہے یہ فیض جو پہلے پرانے بزرگوں کے ہاں بڑی مشکل سے حاصل ہوتا تھا آپ نے اسقدر ارزاں کر رکھا ہے آج کل لوگ قدر نہیں جانتے وغیرہ (او کما قال) حضرت مولانا عبدالغفور صاحب و مولانا عبدالقیوم صاحب و مولانا عبدالرشید صاحب

وغیرہ جو وہاں موجود تھے سب حیران ہو گئے اور خاص طور پر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حضرت کی دیروزہ پیشینگوئی حرف بحرف سچ ہوتے دیکھ کر بہت ہی ششدر تھے۔

القصہ مولانا محمد عمر صاحب کو لوگوں سے الگ رکھا گیا صرف نماز کے وقت ان کو باہر لاتے۔ رفتہ رفتہ ان کی طبیعت کو سکون ہوتا گیا پھر بھی یہ حالت تھی کہ جہاں حضرت کو دیکھا جذب ہو گیا چنانچہ انھوں نے حضرت سے بیعت ہو کر باقاعدہ سلوک طے کیا اور صاحب اجازت ہو کر اپنے وطن ہوتی مردان وغیرہ سرحد کے علاقہ میں کافی تبلیغ کی، یہ ہمارے حضرت صاحب قدس سرہ کے سب سے اول خلیفہ ہیں بعد ازاں حضرت کے وطن میں اکثر حاضر ہوتے رہے ہیں اور ہندوستان کے سفر میں بھی کچھ عرصہ ساتھ رہے ہیں اس دوران میں اس عاجز مؤلف نے بھی ان کی زیارت و مصاحبت حاصل کی ہے بہت کم گو متین اور صاحب جذب بزرگ تھے۔ اس عاجز کی موٹے دانوں کی تسبیح میں سے نصف (پچاس دانے) انھوں نے لے لئے تھے کہ بوقتِ مراقبہ ان کو کھٹکھٹایا کروں گا۔ حضرت مخدوم زادۂ کلاں مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ وہ پیدل اپنے شہر ہوتی مردان سے حضرت کی خدمت میں احمد پور شرقیہ حاضر ہوئے اور گُڑ ہدیۃً لائے۔ مولانا محمد صادق صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس گُڑ کو اخروٹ سمجھا، کم سفر سوار ہو کر کیا ہو گا ورنہ سب پیدل کیا۔ ان کو کرایہ بھی کئی دفعہ حضرت صاحب نے اپنے پاس سے دیا تھا۔ ایک دفعہ انھوں نے مولانا عبدالرشید صاحب کے بدست حضرت کی خدمت میں شہد ہدیۃً بھیجا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض حضرات کا صرف ذکر دریافت کرنا

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب نے حضرت سے ذکر کا طریقہ دریافت کیا اور حلقہ میں شامل ہوئے ان کو بھی جوش ہوا ان کی حالت پر

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کو بھی رشک آیا اور غالباً تنہائی میں انھوں نے بھی حضرت سے ذکر سیکھا۔ ابھی دہلی میں تشریف رکھتے ہوئے چند دن گذرے تھے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غریب نواز رح کا مکتوب گرامی موصول ہوا کہ فوراً یہاں چلے آؤ کسی مشورہ کیلئے تمہاری ضرورت ہے۔ چنانچہ فرمان موصول ہونے کے بعد فوراً سب کام چھوڑ کر فقیر پور شریف کو روانہ ہوگئے اور مدارسِ عربیہ خصوصاً مدرسۂ امینیہ کی ایک کثیر جماعت جو حضرت صاحب سے داخلِ سلسلہ ہونے کو تیار تھی لیکن آپ کے واپس تشریف لے آنے کی وجہ سے آپ ہی کے ایما سے حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مدظلہ العالی سے بیعت ہو کر فیضیاب ہوئی۔ واللہ اعلم

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب (مہاجر مدنی مرحوم) حضرت صاحب کے دولتکدہ پر احمد پور شرقیہ پروگرام کے مطابق حاضر ہوئے اور وہاں سے حضرت کو ساتھ لے کر فقیر پور حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ قریشی رح کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا موصوف کے بڑے بھائی جناب مولانا محمد معصوم صاحب، چھوٹے بھائی جناب مولانا عبدالقیوم صاحب اور عمزادہ مولانا عبدالرشید صاحب بھی حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی شاہ صاحب سے بیعت ہو کر صاحبِ اجازت ہوئے اور بہت تبلیغ کی۔ کافی لوگوں نے سرحد اور دہلی وغیرہ میں ان سے اخذِ طریقت و حصولِ فیض کیا۔

جناب مولانا عبدالرشید صاحب پہلے قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے اور اس سلسلہ کے کچھ اسباق کئے تھے مگر تکمیل نہیں کی تھی کہ شیخ کا انتقال ہوگیا جب یہ حضرت کی خدمت میں دہلی آنے جانے لگے اور مولانا عبدالغفور صاحب کے تعلق کی وجہ سے اکثر ملتے رہتے تو حضرت نے ان کی صلاحیتِ طبع و سعادتِ ازلی کو دیکھ کر ان کو بھی بیعتِ سلسلہ کی ترغیب دی اور فرمایا کہ جب پہلے شیخ کا انتقال ہو چکا ہے اور سلوک کی تکمیل نہیں ہوئی ہے تو

تجدید و تکرارِ بیعت جائز و مسنون ہے۔ مولانا نے جواب دیا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ الغرض کچھ عرصہ کے بعد خود ہی خواہش کی اور حضرت صاحب نے ان کو اپنے پیر و مرشد خواجہ غریب نواز سے بیعت کرا دیا۔ بعد تکمیلِ سلوک حضرت خواجہ غریب نواز سے صاحبِ اجازت ہوئے۔ مولانا صاحب ہمارے حضرت صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ باوجودیکہ حضرت کے پیر بھائی تھے مگر حضرت کو بمنزلۂ پیر سمجھتے تھے بہت ادب و تواضع سے پیش آتے۔ اس عاجز مؤلف نے دیکھا کہ باوجود تمام اسباق حضرت خواجہ غریب نواز سے حاصل کرنے کے ہمارے حضرت صاحب سے الگ باقاعدہ اسباق کرتے رہے۔ جب حضرت تشریف لاتے تو شجرہ شریف جس میں اسباق بھی درج تھے سامنے رکھ دیتے اور فرماتے کہ حضرت آپ نے فلاں سبق کی اجازت دی تھی اب آگے کے لئے کیا ارشاد ہے حضرت حسب عادت مُسکرا دیتے اور فرماتے آپ ایسا کیوں خیال فرماتے ہیں آپ کو حضرت غریب نواز سے سب اسباق کی اجازت حاصل ہے۔ مولانا صاحب فرماتے آپ کی طرف سے بھی اجازت ہونی چاہیئے۔ پھر حضرت فرما دیتے اچھا آپ کو اس سے اگلے سبق کی اجازت ہے۔ غرضیکہ ایسی طبیعت کے لوگ مشکل سے ملتے ہیں۔ ان کا وصال دہلی میں ہوا اور محلہ قصاب پورہ تکیہ والی مسجد کے قبرستان میں آپ کا مزار مطلعِ انوار ہے۔ اسی تکیہ والی مسجد میں آپ کا قیام رہتا تھا اور ہمارے حضرت صاحب بھی اکثر اسی مسجد میں ان کے پاس قیام فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو تا حشر انوار سے معمور رکھے اور جنت کے اعلیٰ درجوں میں ان کا مقام بنائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد معصوم صاحب و مولانا عبدالقیوم صاحب کا وصال بھی اپنے وطن علاقۂ سرحد میں ہو چکا ہے۔ برد اللہ مضجعہما و نور مرقدھما و جعل الجنۃ مثواھما۔ آمین۔

یہ حضرات بھی ہمارے حضرت صاحب کا بہت ادب و احترام کرتے اور باوجود پیر بھائی ہونے کے

اُن کو بھی اپنا پیر ہی سمجھتے تھے اور ہمارے حضرت صاحب بھی ان کا بہت ادب و احترام فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب[1] جو تقریباً ۱۹۳۶ء میں مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے ہیں تاحال حینِ حیات ہیں اور بہت مخلوق ان سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ جمیع بلادِ اسلامیہ سعودی عرب، یمن، مصر، شام، عراق، عرب، کردستان، پاکستان، ہندوستان، چین، جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، برما وغیرہ کے بڑے بڑے علما و فضلا اور دیگر ہر طبقہ اور ہر فرقۂ اہل سنت وجماعت کے مسلمان آپ سے فیضیاب ہو کر اپنے ملکوں میں سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ کر رہے ہیں اللہ پاک ان کی عمر دراز کرے اور ان کے فیوض و برکات کو شرق و غرب، شمال و جنوب میں ہر طرف زیادہ سے زیادہ جاری فرمائے۔ آمین۔

جناب حاجی محمد شفیع صاحب سے منقول ہے کہ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب جب حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو کیفیات میں کچھ کمی محسوس کی جو شیطانی خطرہ تھا۔ ہمارے حضرت صاحب کو الگ لیجا کر فرمایا کہ شاہ صاحب مجھے توجہ دو۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا آپ کو بہت فائدہ ہو چکا ہے شیخ کی قیام گاہ پر ایسا کرنا میرے اور آپ سب کے لئے بے ادبی اور گستاخی ہے آپ ایسا خیال نہ کریں۔ تب ان کی تسلی ہوئی۔ روانگی کے وقت حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ نے فرمایا مولانا صاحب میں بوڑھا ہو گیا ہوں دُور کا معاملہ ہے میں نے آپ کو شاہ صاحب (حضرت محمد سعید صاحب قریشی) کے سپرد کیا ان کو میری جگہ سمجھیں۔ جب رخصت ہو کر کچھ دور آئے تو فیضان کا بہت اثر

---

[1] الحاج حضرت مولانا عبد الغفور عباسی مدنی قدس سرہ العزیز کا بھی بروز شب یکشنبہ نماز عشا کے دو گھنٹے بعد بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۶۹ء بمقام مدینہ منورہ وصال ہو چکا ہے۔ آپ جنت البقیع میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس سے ذرا پہلے راستہ سے قدرے اندر کی طرف مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے معمور فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔

معلوم ہوا۔ پھر ہمیشہ ہمارے حضرت صاحب کو اپنا پیر ہی سمجھتے اور بہت ادب و احترام فرماتے رہے اور آج تک حضرت کے متعلقین و منتسبین کے ساتھ خصوصی سلوک و محبت فرماتے ہیں اور ہمارے حضرت صاحب کو بھی ان حضرات کے ساتھ اپنے پیر بھائیوں میں سب سے زیادہ رابطہ و محبت تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ کے دو خط ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ایک مکتوب گرامی جو مولانا نے کسی وقت ہمارے حضرت صاحب کی خدمت میں دہلی سے ارسال فرمایا تھا اور وہ جناب صاحبزادہ صاحب کو حضرت کے کاغذات میں سے ملا ہے۔ مولانا موصوف کی اجازت سے درج کیا جاتا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مولانا موصوف کو محبت و تعلق حضرت صاحب کے ساتھ کس قدر تھا۔ دوسرا مکتوبِ گرامی مدینہ منورہ سے حال ہی میں اس عاجز کو موصول ہوا ہے۔ عاجز نے درخواست کی تھی کہ حضرت صاحب کی سوانحعمری کے لئے آپ بھی کچھ مسودہ مہیا فرما دیں۔ اس کے جواب میں آپنے حضرت صاحب کے بعض محاسن درج فرمائے ہیں۔ ہر دو خطوط درج ذیل ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از طرف حقیر فقیر لاشئ عبدالغفور حنفی نقشبندی مجددی فضلی۔ حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین منبع الفیوض والبرکات جامع الاصول والفروع والاسرار محبنا و مشفقنا دام الطافکم علینا ابدا حضرت غریب نواز غریب پرور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد از سلام علیکم خیریت جانبین نیک مطلوب۔ خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ یہ عاجز ہر طرح خیریت سے ہے۔ گھر میں کچھ تکلیف تھی اب خدا کے فضل سے اور آپ کی دعا سے خیریت اور عافیت ہے اور آپ کی خیر و عافیت درگاہِ رب المنان سے الیٰ یوم المیزان نیک نیک مطلوب القلوب۔ یہ عاجز آپ کی

شفقت و عنایت اور مہربانی جو اس گندۂ نالائق پر ہوئی ہے اور ہو رہی ہے بہت شاکر ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ دارین نصیب فرمائے۔ میں آپ کے احسانات اور انعامات کا شکریہ
ادا نہیں کر سکتا۔ خط و کتابت میں اس عاجز سے سستی ہوتی رہتی ہے لیکن بے محبتی کی
وجہ سے نہیں بلکہ محض سستی اور کاہلی اور عوائقِ زمانہ کی وجہ سے ہے نہ کہ بے پروائی اور
عدم محبت کی وجہ سے۔ حضرت میں تو آپ کا غلام حلقہ بگوش ہوں اور تابعدار خادم ہوں
بلکہ مجھ کو تو آپ ایسا سمجھیں کہ میں آپ کا ایک بچہ ہوں۔ حضرت آپ کے طفیل اور
آپ کی عنایت سے یہ عاجز بلکہ تمام جماعتِ دہلی کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جزاکم اللہ
عنّی وعن المسلمین۔ حضرت رمضان شریف کی ۱۶ تاریخ کو عبدالرحمٰن صاحب سے
آپ کے آنے کی اطلاع ملی۔ اس عاجز کو بے اندازہ خوشی ہوئی اور اس عاجز نے تمام
جماعت کو اطلاع دی کہ صبح کو حضرت، خواجہ شاہ صاحب تشریف فرما ہوں گے۔ تمام
جماعت کے ساتھ یہ عاجز اسٹیشن پر صبح کی نماز کے بعد متصل دس بجے تک سب گاڑیوں
پر تلاش کیا اور محروم ہو کر (سب) واپس آئے۔ شام کو یہ عاجز اکیلا اسٹیشن پر گیا جب محروم
واپس آیا تو یکایک بے انداز خوشی مل گئی اور پھر بہت رنج ہوا حضرت آپ کے دیدارِ
محترم کے لئے یہ عاجز بالخصوص اور تمام جماعت بالعموم مشتاق ہے اور یہ عاجز انشاءاللہ
عرس شریف پر حاضر ہوگا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نیک عمل کی توفیق عنایت فرمائے،
طبیعت میں کاہلی ہے اللہ دور فرمائے آمین۔ حضرت صبح کے وقت اس عاجز نے آپ کی
خدمت شریف میں یہ مضمون سابق تحریر کیا تھا طبیعت میں کچھ سستی ہوئی موقوف کر دیا
کہ شام کو تکمیل کروں گا ظہر کی نماز کے بعد جمعرات کے دن ۲۷ تاریخ کو آپ کا عنایت نامہ
صادر ہوا اور بہت خوشی ہوئی اور باعثِ شرف بے انداز اس عاجزِ بے مقدار کے لئے

ہو گیا۔ جزاکم اللہ۔ اور حضرت خواجہ خلیفہ محمد عمر صاحب کی کامیابی کی بشارت مل گئی بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس فیض اور نور کو روز بروز بڑھائے اور آپ کو یہ عاجز مبارکباد دیتا ہے آپ کو مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے فیضِ باطن سے حضرت خلیفہ محمد عمر صاحب کو سب سے اول اسلامی خدمت کے لئے کمر بستہ کر دیا۔ یہ عاجز بہت خوش ہوتا ہے آپ کے ترقی درجات سے۔ حضرت مجھ کو بھی اپنا غلام سمجھیں میں آپ کا ایک فرزند ہوں ایسا خیال فرمائیں، عاجز ہوں تمام جماعت میں میرے جیسا سست اور غافل اور بے عمل آدمی کوئی نہیں ہوگا۔ آپ حضرات کے دامن کو پکڑا ہے شاید آپ کے طفیل اور برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ گندہ نالائق پر بھی خاص فضل اور رحم فرمائے، عاجز ہوں، عاصی ہوں، طالبِ دعا ہوں۔ اور دوسری عرض یہ ہے کہ اس عاجز نے مدرسہ کا تعلق ۱۹ رمضان کو مولانا مفتی صاحب کی خدمت میں جا کر قطع کیا ہے اب بالکل، مدرسہ وغیرہ کا ارادہ نہیں ہے انشاء اللہ یہ عاجز بھی اسلام کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہے۔ حاجی صاحب کی واپسی کا اشد انتظار ہے پھر انشاء اللہ ایک روز کی بھی دیر نہیں ہوگی۔ مولوی عبد القیوم صاحب کا جب سے کوئی مکتوب اس عاجز کے پاس نہیں آیا ہے آپ کا مکتوب شریف ان کو روانہ کروں گا اور میری طرف سے جناب محترم مکرم مخلص محمد عزیز صاحب کو بہت بہت تسلیمات اور تعظیمات عرض ہے اور نیز اس عاجز کے گھر کی طرف سے آپ کو اور تمام اہلبیت کو سلام عرض ہے اور آپ کی دعا سے اب شفا ہے اور آپ کے تمام احباب کو اور فقیر عبد الرحیم صاحب کو اور تمام جماعت کو نام بنام سلام پہنچے اور عید مبارک ہو اور اس عاجز کے لئے حلقہ کے وقت دعا طلب کی جائے اور یہ عریضہ آپ کو اعتکاف کی حالت میں لکھا گیا، اور

طالبِ دعا ہوں۔ مولوی عبدالرشید کی طرف سے اور تمام جماعت کی طرف سے آپ کو سلام عرض ہے۔ حقیر فقیر لاشئ عبدالغفور عفی عنہ۔

محترم حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کا دوسرا گرامی نامہ ملاحظہ فرمائیں:۔

از مدینۂ منورہ۔ محبی و مخلصی المحترم شاہ صاحب زاد اللہ درجاتکم و حفظکم اللہ من کل شر و سوء۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد مزید دعا و سلام و سلامتی طرفین کے جناب کو معلوم ہو کہ چند دن ہوئے کہ آپ کا محبت نامہ ملا۔ پڑھ کر تمام حالات سے آگاہی ہوئی۔ باعثِ مزید دعا و سرورِ دل ہوا کہ جناب نے فقیر کو یاد فرمایا اور اس عاجز کی طرف سے سلام تمام مخلصین کو پہنچا دیا میں بہت شکر گذار ہوں۔ امید ہے کہ وہ سب حضرات بھی اس عاجز کو اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے ہوں گے۔ میں سب حضرات کے لئے خلوصِ دل سے دعا گو ہوں اور طالب بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب حضرات پیر بھائیوں کے مقامات کو بلند فرمائے اور سب حضرات کو کمال استقامت عطا فرمائے۔ میں اپنے بھائیوں کی دعا کا بہت محتاج ہوں۔ امید ہے کہ آپ سب حضرات اس عاجز کو اپنی دعاؤں سے فراموش نہیں فرمائیں گے۔ پھر بھی اس عاجز کی طرف سے جس کو خط لکھنا ہو میری طرف سے بہت بہت سلام دعا لکھئے گا۔ خصوصاً حضرت قریشی عزیز محمد صاحب اور حضرت قریشیؒ کے صاحبزادوں کو اور مولانا محمد سعید صاحب مظفر گڈھ والوں کو اور جناب حاجی محمد احمد صاحب اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ و ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب وغیرہ وغیرہ سب حضرات کو اس عاجز کی طرف سے بہت بہت دعا سلام پہنچے۔ مسکین سب کے لئے دعا گو ہے اور سب سے طالبِ دعا ہے اور میں نے جناب کی طرف سے مواجہہ شریف میں سلام عرض کر دیا ہے نیز برخورداران عبدالحق و عبدالرحمٰن و عبدالوہاب و مولوی منظور حسین صاحب وغیرہ وغیرہ

سب کو آپ کا سلام پہنچا دیا اور سب سلام عرض کرتے ہیں۔

جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت قریشی سعید محمدؒ کے کچھ مکشوفات اتباعِ سنت کے متعلق معلوم ہوں تو لکھیں ہم اس کو درج کریں گے۔ حضرت قریشی کے کشف کے متعلق مجھ کو دو باتیں یاد ہیں وہ تحریر کرتا ہوں۔ اول جب اس عاجز نے حضرت قریشیؒ سے بیعت کا مصمم ارادہ کر لیا تو دہلی سے روانہ ہو کر سیدھا احمد پور شرقیہ گیا حضرت قریشی سعید محمدؒ سے ملاقات کی اور اپنی بیعت کے متعلق ذکر کیا تو حضرت قریشی سعید محمدؒ بہت تواضع اور اخلاق سے پیش آئے جو اُن کی فطرت تھی اور فرمایا کہ میں خود جناب کے ساتھ فقیر پور شریف کہ جو حضرت قریشیؒ کا مقامِ اول تھا جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت قریشی سعید محمدؒ میرے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جب ہم قریشی صاحبؒ کے مقام کے قریب پہنچ گئے تقریباً ایک میل کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت قریشی سعید محمدؒ ہاتھ اٹھا کر فقیر پور شریف کی طرف متوجہ ہو کر بہت دیر تک دعا مانگتے رہے اور اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ مولانا میری ایک عرض یہ ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم حضرت قریشیؒ کے محبوبوں میں سے ہو گے اس وقت میرے لئے حضرت قریشی سے سفارش کرنا۔ میں نے کہا اگر ایسا ہوا تو میں سفارش کرنے میں کمی نہیں کروں گا۔ میرا جہاں تک خیال ہے یہ کشف ان کا بالکل صحیح نکلا جو تمام جماعت کو معلوم ہے کہ قریشی صاحبؒ کو اس عاجز سے کتنی محبت تھی اور اس کی تصدیق شاید آپ کو بھی معلوم ہو، کہ جب قریشی صاحبؒ دہلی تشریف لائے تو عصر کے بعد مسجد سبیل میں سب جماعت کے سامنے جس میں حضرت قریشی سعید محمدؒ بھی موجود تھے اور بہت سے خلفا بھی موجود تھے حضرت قریشیؒ نے فرمایا کہ مولانا عبدالغفور سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنا ہے اُن سے بغض کرنا مجھ سے بغض کرنا ہے اور اُن سے بیعت کرنا مجھ سے بیعت کرنا ہے اور اپنے سرِ مبارک سے

عمامہ شریف اُتار کر فقیر کے سر پر رکھا اور اپنی تسبیح فقیر کے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ آج فقیر مولانا کے حلقہ میں بیٹھے گا۔ مجھے اپنے دل میں بہت ندامت اور شرمندگی ہوئی اور اسوقت جماعت پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت قریشی صاحبؒ کمرہ میں تشریف لے گئے اور فقیر کو جماعت کے ساتھ چھوڑا غالباً آپ کو یہ یاد ہوگا۔[له]

دوسری بات یہ ہے کہ جب قریشی سعید محمدؒ دہلی تشریف لایا کرتے تھے تو اکثر اس عاجز کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے اور دورانِ قیام میں کبھی کبھی خواجہ باقی باللہؒ کے مزار شریف پر جایا کرتے تھے ایک دن یہ عاجز بھی ساتھ تھا مزار شریف پر حاضری دی کچھ دیر تک مراقبہ فرمایا اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ مولانا عبدالغفور صاحب سے کہو کہ یہ بات چھوڑ دے یعنی اس عاجز کے لئے فرمایا کہ ان کے وجود میں ایک بات ہے اس کو چھوڑ دے، اور جس بات کے لئے فرمایا وہ اس عاجز کے وجود میں تھی مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت قریشی صاحب کا کشف صحیح ہے اور ان سب باتوں کے علاوہ جو استقامت اور حسنِ اخلاق، زہد، تقویٰ، ورع جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا وہ کم لوگوں میں نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو انوارِ رحمت سے پُر فرمائے اور ان کے متبعین کو ان کے طریقہ پر چلائے اور ان کے عادات اور اخلاق میں سے حظِ وافر نصیب فرمائے اور اس عاجز کو بھی محروم نہ فرمائے۔

شاہ صاحب بہت زمانہ گذر گیا تقریباً انیس ۱۹ برس اس عاجز کو مدینہ منورہ میں گذرے میری یہاں کی حاضری کے بعد بھی مدت دراز تک وہ حیات رہے اور بہت لوگ ان سے مستفید ہوتے رہے جو لوگ ان کی صحبت میں تھے انھوں نے بہت کچھ دیکھا ہوگا آپ کے فرمانے سے یہ دو باتیں لکھدی ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو اپنی کتاب میں درج

[له] خاکسار اس مبارک مجلس میں حاضر تھا اور واقعہ مذکورہ عاجز کو من و عن حفظ ہے (مؤلف)

فرمادیں ۔ اور حضرت شاہ صاحب کی توجہ نہایت پاکیزہ اور قوی الاثر توجہ تھی ایک دن اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ برق کی طرح ایک چیز میرے سینہ میں داخل ہو گئی اور اس سے باطن میں ایک انشراح پیدا ہو گیا اس توجہ کے اثرات اور برکات ابھی تک مجھے یاد ہیں ۔ رحمۃ اللہ علیہ الف الف مرۃ ۔ دعا گو عبدالغفور عباسی از مدینہ منورہ ۔ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ ۔"

اس عاجز نے ۳۳-۱۹۳۲ء میں دہلی میں ملازمت کا ارادہ کیا حضرت صاحب کی خدمت میں استصواب کے لئے عریضہ لکھا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا جو درج ذیل ہے اس میں ان حضرات کی صحبت کی ترغیب دی ہے اور ان حضرات کا آپ سے اخذِ فیض کا تذکرہ بھی ہے ۔

" از خادم الفقراء و علماء سعید محمد قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی حنفی فضلی احمد پوری بخدمت عزیز القدر عزیز سید زوار حسین سلمہ اللہ ۔ بعد از وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مبارک نامہ پہنچا خوشی ہوئی ۔ میرے ناقص خیال میں شہر دہلی میں آں عزیز کا رہنا مناسب معلوم ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ دین دنیا میں بہتری ہوگی ۔ دہلی محلہ گڑھکا میل مسجد سبیل میں حضرات مولانا مولوی عبدالغفور صاحب و مولوی عبدالقیوم صاحب و مولوی عبدالرشید صاحب یہ تینوں حضرات میرے پیر صاحب کے خلیفہ ہیں انھوں نے عاجز سے بھی ابتدا میں کچھ سلوک کیا ہوا ہے معاملہ واحد ہے اور خاص کر عاجز سے بہت محبت کرتے ہیں اور بیعت بھی کرتے ہیں اور حلقہ بھی کراتے رہتے ہیں اور عالم مکمل ہیں تعلیم عربی بھی دیتے رہتے ہیں ان کی خدمت و حلقہ میں جاتے رہنا اور کبھی کبھی مزار حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ پر ختم پڑھ کر مراقبہ کر آیا کریں ۔ (۲) نماز فرضی کی خوب پابندی رکھیں اور ذکر اور مراقبہ جو کچھ ہو سکے ناغہ نہ کریں ۔ عربی پڑھنے کی سرگرمی سے کوشش رکھیں

اور اپنی خیر خیریت سے اسی طرح مطلع کرتے رہیں اور ملاقات پر انشاء اللہ تعالیٰ چند دن ساتھ رہنے سے ترقی ہو گی تمام حال پرساں و دوستاں و جماعت کو السلام علیکم۔

دہلی کا دوسرا سفر

دوسری دفعہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو بڑے والی مسجد (علاقہ بارہ ٹوٹنی قصاب پورہ) میں جہاں مولانا عبدالقیوم صاحب موصوف و مذکور امام تھے قیام فرمایا۔ وہاں بھی بہت لوگ فیضیاب اور داخلِ سلسلہ ہوئے۔ حضرت صاحب سفر میں کھانے پینے وغیرہ میں تقویٰ کا بہت اہتمام فرماتے، خشک سامان چنے ستّو وغیرہ جو ہمراہ لاتے تھے استعمال فرماتے اور روٹیاں بھی جو خشک ہو جائیں کوٹ کر کھاتے۔ مرزا عبدالرحیم صاحب نے بتایا کہ ان کے ہاتھ بازار سے لیموں قیمت دے کر منگوا لیتے اور اس کے ساتھ روٹی کھاتے بعد میں عبدالمجید صاحب کو جو مولانا عبدالمالک صاحب کے مرید تھے اور اُن کے فرمانے سے حضرت کے پاس آتے رہتے تھے آٹا دیدیتے اور جس روز روٹی پکوانی ہوتی ان کو کہہ دیتے وہ خالی روٹی پکوا لاتے اور حضرت بازار سے لیموں یا خشک اُبلے ہوئے انڈے لے کر اس سے روٹی کھا لیتے مگر کبھی پرہیزگاری اور تقویٰ کے خلاف نہ کرتے تھے۔

دہلی کا تیسرا سفر

غالباً دہلی کے تیسرے سفر میں حضرت کا قیام ڈپٹی گنج کی مسجد میں ہوا اور اسی سفر سے واپسی پر مرزا عبدالرحیم حضرت صاحب کے ساتھ احمد پور شرقیہ آگئے اور یہیں حضرت کے درِ دولت پر قیام کر لیا یہیں تعلیم بھی پاتے رہے اور دوسرے سال سے حضرت کی زمین کی دیکھ بھال اور مزارعین وغیرہ سے کام لینے کی خدمت بھی انجام دینے لگے۔ اس طرح اللہ پاک نے حضرت کے پیر و مرشد کی دعاؤں سے اس کام سے فراغت و اطمینان مرحمت فرمایا اور آپ کی تاحینِ حیات

اور بعدِ وصال بھی کئی سال تک حضرت کے مختار کی حیثیت سے مرزا عبدالرحیم صاحب خدمت انجام دیتے رہے اور اب اگرچہ اپنا کاروبار الگ کر رکھا ہے مگر خاندانِ عالی سے وہی تعلق و محبت آمد و رفت اور بوقتِ ضرورت خدمت بجالانا بدستور قائم و جاری ہے۔ قیامِ ڈپٹی گنج کے زمانہ میں بہت لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور جذب و کیفیات کی فراوانی تھی، سوسو پچاس پچاس کا حلقہ ہوجاتا اور کبھی اور بھی زیادہ، اور دن میں دس دس بلکہ کبھی بیس بیس دفعہ تک حلقہ ہوجاتا، سب کو خاص توجہ دیتے تھے، دعا اور تعویذات کے لئے بھی بہت لوگ آتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ اس وقت اس عاجز نے تمام شہر پر توجہ ڈالی تھی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اس کا اثر ظاہر ہوا۔ آنے والوں سے یہ عاجز پوچھتا کہ آپ کو کس نے میرا پتہ بتایا تو اکثر لوگ یہ کہتے تھے کہ ہمیں یہ آواز آئی کہ فلاں جگہ ایک بزرگ آیا ہوا ہے اس کے پاس جاؤ (اوکما قال) نیز فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں کو خاص توجہ دینے کی اتنی کثرت رہی کہ اس کا اثر بدنی صحت پر پڑا اور خاص طور پر دماغ پر اتنا اثر ہوا کہ سر میں گڑھے پڑ گئے جو آخیر وقت تک رہے کہ حجام کو بال بنانے میں بھی بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ نیز حاجی محمد شفیع صاحب نے فرمایا کہ یہ عاجز اُن دنوں ڈیڑھ دو سیر دودھ (یا اس سے بھی زیادہ) حضرت کو پلاتا رہا وہ سب اس قدر مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے ہضم ہوجاتا اور کچھ بھی پتہ نہ چلتا کہ پیا بھی تھا یا نہیں۔ بعد میں اس قدر کمزوری واقع ہوئی کہ معمولی اور نرم غذا بھی ہضم نہ ہوتی تھی بلکہ اکثر درد گردہ ریاحی میں مبتلا رہتے۔ واللہ اعلم۔

حاجی محمد شفیع صاحب کا بیعت ہونا

جناب حاجی محمد شفیع صاحب رہتک کے رہنے والے تھے۔ مویشیوں کے کاروبار کے سلسلہ میں

دہلی تشریف لاتے اور محلہ ڈپٹی گنج کی سرائے میں قیام کرتے تھے۔ اُن کے چھوٹے بھائی ولی محمد صاحب اور نسبتی بھائی محمد اسمٰعیل صاحب حضرت سے داخلِ سلسلہ ہو گئے، یہ بھی مویشیوں کے کاروبار کے لئے دہلی آتے رہتے اور ڈپٹی گنج میں قیام کرتے تھے۔ حاجی صاحب موصوف و مذکور سے ان کے بھائی ولی محمد صاحب نے کہا کہ آپ بھی حضرت صاحب سے بیعت ہو جائیں۔ حاجی صاحب نے جواب دیا کہ میں تو ایک بزرگ مولانا شفیع اللہ صاحب قادری سے بیعت ہو چکا ہوں اب دوسرے پیر کی ضرورت نہیں۔ مولانا شفیع اللہ صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ حاجی صاحب ڈپٹی گنج میں مولانا عبدالقادر صاحب افغان امام مسجد سے قرآن شریف و اردو میں مذہبی مسائل وغیرہ کی کتب پڑھا کرتے تھے اور مسجد میں ہی بیٹھے قرآن شریف کا سبق یاد کرتے رہتے تھے۔ ایک روز حضرت صاحب نے فرمایا محمد شفیع صاحب! میرے بزرگ آپ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ حاجی صاحب نے جواب دیا چاہتے ہوں گے۔

ایک دن ایک صاحب عبدالغنی نام سبزی منڈی کے رہنے والے حضرت کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور مکان پر تشریف لے چلیں اور عورتوں کو بھی حلقہ کرائیں۔ حضرت نے روانہ ہوتے وقت حاجی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے اپنا سبق پڑھ لیا ہو تو میرے ہمراہ چلئے۔ حاجی صاحب ہمراہ روانہ ہو گئے وہاں حضرت صاحب نے حلقہ کرایا اور توجہ دی۔ حاجی صاحب پر توجہ کا بڑا اثر ہوا اور تڑپنے لگے غرض بڑی لذت محسوس کی۔ دن رات عجیب کیفیت رہنے لگی۔ اُن کے خُسر صاحب نے سمجھا کہ حاجی صاحب دیوانہ ہو گئے ہیں اب میری لڑکی کی زندگی خراب ہو جائے گی۔ حضرت صاحب نے ان کے خُسر صاحب کو سمجھایا کہ ان کو کچھ نہیں ہوا آپ گھبرائیں نہیں۔ القصہ حاجی صاحب حضرت کی خدمت میں دن رات رہنے لگے۔ ایک دن حضرت صاحب حضرت مولانا شیخ عبدالحق

محدث دہلوی قدس سرہٗ کے مزار شریف پر تشریف لے گئے۔ آپ اندر داخل ہو گئے مگر حاجی صاحب ڈیوڑھی پر کھڑے رہے اندر نہیں آئے۔ ان کو حال (کشف) ہوا کہ صاحبِ مزار فرما رہے ہیں تم اندر نہ آؤ تم نے دعا نہیں پڑھی۔ حضرت کو بھی حال (کشف) ہوا کہ شیخ عبد الحق صاحبؒ نے فرمایا آپ نے ان کو دعا نہیں پڑھائی، آپ دعا پڑھائیں۔ حضرت صاحب نے ایک خادم کے ذریعہ حاجی صاحب کو اندر بلایا وہاں کچھ دیر مراقبہ کے بعد واپس تشریف لائے اور ڈپٹی گنج کی مسجد میں حاجی صاحب کو دعا پڑھائی اور سلسلہ میں داخل فرمایا۔

رہتک میں تبلیغ کا سلسلہ

سب سے پہلے حاجی محمد شفیع صاحب کے چھوٹے بھائی جناب شیخ ولی محمد صاحب کی دعوت پر حضرت صاحب رہتک تشریف لائے اور ایک روز قیام فرمایا دوسری دفعہ حاجی محمد شفیع صاحب حضرت صاحب کو رہتک لے گئے اور بہت سے لوگ داخلِ سلسلہ ہو کر فیضیاب ہوئے پھر ہمیشہ جب ہندوستان کے سفر پر تشریف لاتے تو رہتک بھی تشریف لیجاتے اور کئی دن قیام فرما کر تبلیغ فرماتے رہتے۔

مولانا حاجی عبد المجید صاحب رہتکی کا بیعت ہونا

حاجی محمد شفیع صاحب نے بتایا کہ میرے چھوٹے بھائی ولی محمد کے پاس حضرت پیر صاحب کا گرامی نامۂ مبارک صادر ہوا اُس نے وہ خط مولانا عبد المجید صاحب کو دیا کہ اسے پڑھ کر سُنا دیں مولانا صاحب نے اس خط کی تحریر دیکھ کر فرمایا کہ بھائی ولی محمد تم مجھے بھی اپنے پیر صاحب کی زیارت کرانا۔ چنانچہ جب آپ سفر کے دوران رہتک تشریف لائے تو مولانا صاحب کو اطلاع دی گئی آپ روزانہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے آخر مولانا نے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی اور ایک روز بارہ بجے دوپہر کو چپ چاپ آ کر دروازہ بند کر لیا اور حضرت صاحب سے بیعت ہو گئے بعد ازاں حضرت مولانا صاحب موصوف کی یہ حالت تھی کہ آپ تقریباً ہر سفر میں حضرت صاحب کی خدمت میں ہمراہ رہتے اور اتنی

خدمت کرتے کہ حضرت صاحب کے نعلین مبارک بھی اٹھاتے رہتے حالانکہ آپ عمر رسیدہ اور مُسِنّ و سفید ریش بزرگ تھے۔

گوہانہ میں تبلیغ اور مولانا محمد سعید صاحب کا بیعت ہونا

حضرت حاجی محمد شفیع صاحب و دیگر اہالیانِ رہتک کی رشتہ داریاں گوہانہ میں تھیں چنانچہ حاجی صاحب کی دعوت پر حضرت صاحب گوہانہ تشریف لے گئے اور وہاں بھی سلسلۂ بیعت و تبلیغ جاری ہو گیا۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحب افغان گوہانوی مدظلہ العالی اسی زمانہ میں داخل سلسلہ ہوئے۔ یہ گوہانہ کی ایک بڑی مسجد میں پیش امام تھے ان کی اہلیہ صاحبہ بھی داخلِ سلسلہ ہوئیں جو بہت نیک اور حضرت کی نہایت عقیدتمند مریدنی تھیں اُن کی وجہ سے حضرت مولانا محمد سعید صاحب کو اس راستہ میں اور بھی زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔ گوہانہ میں حضرت اور آپ کے مہمانوں کا کھانا پکانے وغیرہ کی خدمت انجام دیتی تھیں اور آپ کی اور مہمانوں کی خاطر تواضع کو اپنے لئے بڑی سعادت خیال کرتی تھیں۔ نوراللہ تعالیٰ مرقدھا وجعل الجنۃ مثواھا۔

کرنال میں تبلیغ

صوفی عبدالحق صاحب میرٹھی جو صدر بازار کرنال میں فرنیچر کا سامان تیار کرتے تھے پہلے کرنال کے ایک بزرگ محمد حسین بہرہ صاحبؒ قصوری کے مرید تھے اور ان کے وصال کے بعد حضرت صاحب سے تجدید بیعت کر لی تھی نہایت نیک نفس مخلص و مرتاض شخص تھے ان کی دعوت پر حضرت صاحب کرنال تشریف لے گئے اور صدر بازار میں قیام فرمایا۔ حاجی محمد شفیع صاحب اس سفر میں ہمراہ تھے یہاں کافی لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے۔ سید مبارک علی شاہ صاحب صدر بازار میں ہی قیام رکھتے تھے وہ بھی داخلِ سلسلہ ہوئے۔ دین محمد نومسلم بھی یہیں داخلِ سلسلہ ہوا جس کا واقعہ آگے مذکور ہوگا انشاءاللہ۔ مولانا اسلام الدین صاحب

ہیڈ کانسٹبل پولیس ان دنوں کرنال میں متعین تھے وہ بھی داخلِ سلسلہ ہوئے اور بہت ترقی کی۔ بہت لوگوں کو جوش و جذب ہوتا تھا۔ اکثر ہندو بھی آپ کے عقیدتمند تھے اور آتے رہتے تھے۔ ایک ہندو ہردے رام نام اکثر حضرت کی خدمت میں آتا۔ اس نے ذکر بھی دریافت کیا اور کافی حالات وواردات اس پر صادر ہوتے رہتے۔ اس نے اپنی برادری میں کہہ دیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں انھوں نے اس کو پریشان کیا اور اس کے مسلمان ہونے میں رکاوٹیں پیدا کیں آخر میں ثابت قدم نہ رہ سکا اور آنا جانا اور ذکر و شغل بند کر دینے سے رفتہ رفتہ اس نعمت سے محروم رہ گیا غالباً اس کا مال و دولت بھی اس کے لئے رکاوٹ کا باعث ہوا اس نے چاہا کہ مسلمان بھی ہو جاؤں اور میرے حصہ کا مال و جائداد وغیرہ جو بہت تھا مجھے مل جائے اس کی برادری نے اس کو جب مال سے بالکل محروم کر دینے کی دھمکی دی تو ڈر گیا اور جرأت نہ کی ع دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا۔ ویسے جب حضرت کرنال تشریف لاتے اور اسے پتہ چل جاتا تو ملنے کے لئے ضرور آجاتا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا جاتا۔ راقم مؤلف نے بھی اس کو آتے دیکھا ہے۔ ایک روز اس عاجز نے عرض کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف میں ایک مکتوب گرامی جھوٹے خداؤں کی نفی کے لئے ایک ہندو ہردے رام کے نام تحریر ہے آپ کی خدمت میں بھی کرنال میں ایک ہندو ہردے رام نام کا حاضر ہوتا رہتا ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا الحمد للہ حضرت مجدد صاحبؒ کی سنت ہمیں بھی حاصل ہو گئی (او کما قال)

پانی پت کا سفر ایک مرتبہ حضرت صاحب مزارات کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لے گئے تھے۔ حاجی محمد شفیع صاحب ہمراہ تھے۔ ایک شخص جو حاجی صاحب کا رشتہ دار تھا داخلِ سلسلہ ہوا تھا مگر اس وقت صرف ایک رات قیام فرمایا تھا۔ بعد دوسری دفعہ دہلی سے ہو کر پانی پت تشریف لائے۔ حضرت کے وطن سے مولانا مولوی محمد مشتاق صاحب

بھاولپوری آپ کے ہمراہ تھے اور وہ دہلی پانی پت و سرہند شریف کی زیارات کے لئے ہمراہ آئے تھے۔ مولانا اسلام الدین صاحب کرنال سے تبدیل ہو کر پانی پت آگئے تھے اور انھوں نے اپنے احباب کے مشورہ سے حضرت کو پانی پت تشریف لانے کی دعوت دے رکھی تھی حضرت صاحب بذریعہ خط تو اپنے پہنچنے کی کوئی اطلاع ان کو تنگیٔ وقت کی وجہ سے نہ دے سکے لیکن دہلی سے جناب مولانا عبدالمجید صاحب رہتکی اور جناب مولانا محمد سعید صاحب گوہانوی کو جو آپ کے ہمراہ تھے پانی پت ایک روز پہلے روانہ کر دیا تاکہ وہاں مولانا اسلام الدین صاحب کو اطلاع دے کر قیام کا انتظام کریں اور نئی جگہ بلا اطلاع جانے پر پریشانی نہ ہو۔ دوسرے روز حضرت صاحبؒ مع مولانا محمد مشتاق صاحب پانی پت تشریف لائے۔ قیام کا انتظام جناب حکیم صداقت علی صاحب کے مکان میں کیا گیا تھا۔

یہ عاجز خاکسار مؤلف ان ایام میں منشی فاضل کی تیاری کے سلسلہ میں پانی پت آیا ہوا تھا اور مولانا اسلام الدین صاحب کے پاس مقیم تھا۔ مولانا اسلام الدین صاحب قبل ازیں کچھ عرصہ کے لئے تھانہ گوبلہ میں جو اس عاجز کا وطن ہے متعین ہوئے تھے وہیں ان سے تعارف ہوا اور اس عاجز کو اس راستہ کا شوق اور رہنمائی اور حضرت کے درِ فیض تک رسائی ان کی وساطت سے حاصل ہو چکی تھی اور ان کی خط و کتابت کے ذریعہ حضرت سے داخلِ سلسلہ بھی ہو چکا تھا لیکن اس وقت تک زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا چنانچہ اس روز زیارت نصیب ہوئی اور حکیم صاحب کی بیٹھک کے بالاخانہ میں غالباً اپریل ۱۹۳۲ء میں بالمشافہ بیعت سے مشرف ہوا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ اور لوگ بھی داخلِ سلسلہ ہوئے اور اس کے بعد پانی پت میں بھی حضرت کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ حکیم صاحب جو اب تک کسی بزرگ سے بیعت نہیں ہوئے تھے حالانکہ اکثر بزرگ ان کے ہاں قیام فرماتے رہتے تھے اور

حکیم صاحب کافی معمر اور نیک صورت، نیک سیرت، پابندِ شریعت بزرگ تھے حضرت کی طبیعت اور تقویٰ و بزرگی کو دیکھ کر غالباً دوسری دفعہ کے قیام میں بیعت ہو کر فیضیاب ہوئے ان کی زندگی تک حضرت کا قیام پانی پت میں حکیم صاحب موصوف کے مکان پر ہی ہوتا رہا بلکہ ان کے انتقال کے بعد بھی کئی دفعہ وہیں قیام فرمایا۔ پھر جب حاجی حکیم عبد القیوم صاحب بیعت ہو گئے تو ان کے اصرار پر ان کے مکان پر قیام فرمانے لگے۔

کیتھل کا تبلیغی سفر

ایک دفعہ حضرت موصوف کا مکتوبِ گرامی خاکسار مؤلف کے نام صادر ہوا جس کا مضمون یہ تھا " حامداً و مصلیاً

از خادم الفقرا سعید محمد۔ بخدمت جناب سیدنا و مولانا و خلیفہ سید زوار حسین شاہ صاحب سلمہ ربہ۔ بعد از السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ جواباً عرض ہے کہ بوجہ تکلیف کچھ دن بعد جواب سابقہ خطوط ارسال کیا گیا ہے امید کہ پہنچا ہوگا ڈاک ہرکارہ سے دریافت فرمائیں۔ عاجز آپ پر راضی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا لقا عطا فرمائے اور دارین میں آپ کو سلامت باکرامت رکھے آمین ثم آمین۔ انشاء اللہ کل پرسوں تک عاجز سرہند شریف سفر پر روانہ ہو جائے گا گویا آج بروز سوموار ہے جمعہ مزار شریف پر جا پڑھوں گا اگر آپ کو فرصت ہو تو تشریف لائیں اور پھر وہاں پہنچ کر برخوردار محمد شفیع صاحب و حضرت مولوی عبد المجید صاحب کو اطلاع دوں گا ان دونوں میں جو صاحب تشریف لاوے گا اس کے مشورہ سے انشاء اللہ آگے سفر ہوگا۔ تمام جماعت کو السلام علیکم۔ اور مزار شریف پر ایک ہفتہ کے قریب رہائش کا ارادہ ہے برخوردار محمد شفیع کو اطلاع دیویں اور حضرت مولوی عبد المجید صاحب کو بھی کہ ان دونوں میں سے ایک صاحب تشریف لائیں اور ہمراہ سفر رہیں تو بہتر ہوگا جواب جلد بمقام سرہند شریف معرفت خلیفہ مزار شریف امام ربانی علیہ الرحمہ تحریر فرما دیں۔ مکرر

آنکہ ۳۰ جولائی کو انشاء اللہ روانہ ہو جاؤں گا۔ اور بیٹری روشنی کے لئے ہمراہ لائیں۔"

چنانچہ اس عاجز نے حاجی محمد شفیع صاحب کو مکتوبِ گرامی کے مندرجہ ارشادِ گرامی کی اطلاع دی اور یہ عاجز اور حاجی محمد شفیع صاحب دہلی سے سرہند شریف کے لئے روانہ ہو گئے مگر کوئی ایسی وجہ ہوئی کہ حضرت صاحب کے پروگرام کے خلاف ہم لوگ کچھ دیر سے پہنچے حضرت صاحب سے وہاں ملاقات تو ہو گئی مگر آپ وہاں سے روانگی کے لئے تیار تھے فرمایا کہ میں نے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہونے کی اجازت لے لی ہے اس لئے اب جا رہا ہوں آپ دونوں قبلہ کی سمت والی جالی میں مراقبہ کیا کریں اور ہمیں ساتھ لیجا کر وہاں بٹھا آئے اور تھوڑی دیر کے لئے ساتھ مراقب ہو کر آپ خود چپ چاپ واپس تشریف لے گئے۔ دیگر ہدایات و نصائح بھی فرمائی تھیں اور یہ فرمایا کہ کل اسی گاڑی سے روانہ ہو جانا یہ عاجز راجپورہ میں تمہارا انتظار کرے گا۔

غرض ایک روز یہ عاجز اور حاجی صاحب موصوف سرہند شریف روضۂ مبارک پر رہے اور حسب ہدایت اگلے روز اسی گاڑی سے سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ راجپورہ کے اسٹیشن پر جہاں حضرت صاحب پہلے سے منتظر تھے شرفِ ملاقات حاصل ہوا اور وہاں سے سب کیتھل کے لئے روانہ ہو گئے کیونکہ حاجی محمد شفیع صاحب کے ایک رشتہ دار جناب عبدالکریم صاحب حاجی صاحب سے کئی بار اصرار کر چکے تھے کہ کسی دفعہ اپنے پیر صاحب کو کیتھل بھی ضرور لائیں اسی لئے حاجی صاحب نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا اور حضرت صاحب نے منظور فرما لیا۔ رات کو ہمارے پاس کھانا نہ تھا فقط ایک باسی موٹی روٹی تھی حضرت نے اس کے چار ٹکڑے کئے اور ہم سب نے ایک ایک ٹکڑا کھا لیا۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ کھانا عبدالکریم صاحب کے ہاں پہنچ کر کھالیں حضرت نے فرمایا نہیں کسی کو بے وقت تکلیف دینا ٹھیک نہیں۔

(گاڑی رات کو غالباً ۹ بجے کے بعد پہنچی تھی) آپ کو پیچش ہو گئی۔ غالباً دو یا تین روز کیتھل میں قیام رہا۔ دورانِ قیام میں حضرت کو بہت آرام ملا اور آپ کی تکلیف رفع ہو گئی۔ عبدالکریم صاحب نے بہت خدمت کی۔ کئی لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے۔ رات کو قریب کی مسجد میں وعظ ہوا اس وقت وہ مسجد بہت خستہ حالت میں تھی اس کے بعد ان لوگوں میں دین کی رغبت بہت زیادہ ہوئی، پرانی مسجد کی جگہ نہایت شاندار مسجد تعمیر کی اور نمازیوں کی بھی بہت رونق بڑھ گئی۔ بیعت ہونے والوں میں سے ایک شخص کو بہت جوش ہوا، بے خبر لوگوں کو تعجب ہوا حتیٰ کہ مولانا قاضی فضل قدیر صاحب کو جو جامع مسجد کیتھل کے خطیب اور علاقہ کے ہیڈ قاضی تھے سن کر بہت تعجب ہوا اور انھوں نے (غالباً اپنے ماموں) مولانا نذیر احمد عرشی (یا جو بھی نام ہوگا) سے استصواب کیا، وہ چونکہ اس راستے کے سالک اور مرید و مجاز اور کتبِ تصوف کے عالم و مصنف تھے اس لئے انھوں نے نہایت مفصل اور تسلی بخش جواب دیا جس میں جذب و جوش کی تائید اور ذکرِ الٰہی کی کیفیات اور سلسلۂ عالیہ کی ترغیب پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے وہ سوال و جواب انہی دِنوں رسالہ نظام المشائخ دہلی میں شائع ہوا تھا جو اس عاجز نے بھی پڑھا اور احباب کو دکھایا تھا۔ غرض اس طرح کیتھل میں سلسلہ کی تبلیغ جاری ہوئی۔ بھائی محمد عمر صاحب کیتھل والے بھی اِن ہی ایام میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزاراتِ کیتھل (حضرت شاہ کمال صاحبؒ کیتھلی و حضرت شاہ سکندر صاحب کیتھلی وغیرہ) کی حاضری کے وقت وہ بھی ہمراہ رہے اور حضرت صاحب کی صحبت سے بہت متأثر ہوئے لیکن غالباً اس دفعہ داخلِ سلسلہ نہیں ہوئے بلکہ پھر کسی دفعہ کیتھل یا کسی اور مقام پر حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ واللہ اعلم۔

تھانیسر کا سفر

تھانیسر ضلع کرنال کے کچھ لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور ان کی دعوت پر حضرت تھانیسر تشریف لے گئے غالباً ڈیڑھ دو روز قیام فرمایا۔ یہ معلوم نہیں کہ پھر دوبارہ بھی تھانیسر تشریف لے گئے یا نہیں۔ تھانیسر میں شیخ چلی صاحب کا مقبرہ ہے آپ وہاں بھی تشریف لے گئے تھے بہت کشش رہی لیکن کسی نے حضرتؒ کو پہلے سے یہ بتایا تھا کہ یہ وہی شیخ چلی ہیں جن کے متعلق بیوقوفی کے لطیفے مشہور ہیں اس خیال سے حضرت نے وہاں مراقبہ نہیں کیا لیکن حیران تھے کہ یہاں تو عجیب کیفیات ہو رہی ہیں، یہ شخص بیوقوفی کے قصوں کے ساتھ کیوں منسوب ہے صرف فاتحہ خوانی کرکے واپس آ گئے۔

خاکسار مؤلف اس سفر میں ہمراہ نہیں تھا جب کسی دوسرے مقام پر حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت نے کسی موقع پر اس کا تذکرہ فرمایا عاجز نے عرض کیا کہ حضرت یہ شیخ چلّی بڑے کامل بزرگ گزرے ہیں، چلّہ کشی زیادہ کرنے کی وجہ سے لوگ ان کو شیخ چلّی کے لقب سے پکارنے لگے اور وہ شیخ چلّی جس کے متعلق بیوقوفی کی حکایات و لطائف مشہور ہیں کوئی اور شخص ہے اور غالباً فرضی نام ہے اس کو ان بزرگ سے کوئی واسطہ نہیں، اس عاجز کو اسی طرح معلوم ہے واللہ اعلم بالصواب۔ تب حضرت کو اطمینان ہوا اور فرمایا یہی وجہ ہے کہ وہاں ایسے عمدہ حالات ظاہر ہوتے تھے اور اس شخص کی غلط رہنمائی پر افسوس کیا۔

دیگر مقامات میں تبلیغ

اسی طرح دیگر مقامات میں بھی ایک دوسرے کے ذریعہ سے تبلیغِ دین کا سلسلہ قائم ہوتا اور بڑھتا چلا گیا صوفی عبدالحق صاحب کی دعوت پر میرٹھ، عبداللہ پور وغیرہ اور حاجی جان محمد صاحب کی دعوت پر کاندھلہ، کیرانہ وغیرہ مقامات میں تشریف لے گئے اور اس طرح چراغ سے چراغ جلنے

چلے گئے۔ کسی پنجابی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

دیوے نالوں دیوا بالن ہندا بڑا سُکھالا تو وے میرے کوئی دیوا بالے ہندا بڑا اُکھالا

جماعت کے لوگوں کی دعوت پر سال میں دو دفعہ حضرت تبلیغ کے لئے ہندوستان کا سفر فرماتے اور ان مقامات پر کئی کئی دن قیام فرما کر اشاعتِ اسلام و سنتِ خیر الانام و اذکار و اشغالِ سلسلۂ عالیہ فرماتے۔ دہلی میں جب قصاب پورہ کے لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے تو تکیہ والی مسجد میں (محلہ قصاب پورہ میں) قیام فرماتے رہے پھر جماعت کے لوگوں کے انتظام سے مختلف جگہوں میں قیام فرمایا۔ زیادہ تر بھائی محمد بشیر صاحب کی بیٹھک میں قیام پذیر رہتے تھے۔

رہتک میں مولانا حاجی عبد المجید صاحب کے کسی عزیز کا مکان تھا ہمیشہ اسی میں قیام فرمایا کرتے الّا ماشاء اللہ۔ غالباً ایک دفعہ حاجی محمد شفیع صاحب کے نئے مکان میں اور ایک دفعہ بارش کی زیادتی اور دردِ گردہ کی تکلیف کی وجہ سے حاجی صاحب کے مکان کے نزدیک والی مسجد میں قیام فرمایا تاکہ چیزیں لانے کی سہولت ہو۔

پانی پت میں اولاً حکیم صداقت علی صاحب کے مکان پر قیام ہوتا رہا اور اُن کے انتقال کے بعد جب حاجی عبد القیوم صاحب داخلِ سلسلہ ہوئے تو ان کے اصرار پر ان کے مکان پر قیام ہونے لگا۔

کرنال میں اول اول صدر بازار میں جماعت کے انتظام سے قیام ہوا کرتا تھا بعد ازاں جب بھائی عبد الرحمٰن صاحب کرنال والے داخلِ سلسلہ ہو گئے تو ان کے اصرار پر نیز شہر میں تبلیغ کی سہولت کے پیشِ نظر ان کے مکان پر قیام فرماتے رہے۔ جناب عبد الرحمٰن صاحب کرنال میں بزازی کی دکان کرتے تھے اور جب حضرت کا قیام ان کے ہاں ہوتا تو

حضرت کی خدمت میں ہر وقت لگے رہتے، حضرت کے مہمانوں کی خدمت اور خاطر مدارات واکرام کا بہت ہی زیادہ خیال فرماتے اور بڑی تیزی اور عجلت سے ہر کام کی طرف لپکتے حتیٰ کہ کبھی دفعہ جلدی میں چوٹ بھی کھا لیتے مگر محبت وجذبہ کے ماتحت مجبور تھے حضرت صاحب نے ان کو کئی دفعہ منع بھی کیا کہ جلدی نہ کیا کرو اور وہ اس پر عمل کی کوشش بھی کرتے مگر وہ مجبور تھے حتیٰ کہ حضرت صاحب کو اشارہ ہوا کہ عبدالرحمٰن کو اس کی عادت سے منع نہ کرو جس طرح کرتا ہے کرنے دو حضرت صاحب ان کی خدمت سے بہت متاثر ہوتے تھے اور حقیقت بھی ہے کہ وہ بڑے ہی با اخلاص بے تکلف ومقبولِ الٰہی شخص تھے۔ فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے آمین۔

گوہانہ میں جناب کنور محفوظ علی صاحب کی صاحبزادی (جو چودھرن کے نام سے مشہور تھی) کے اصرار اور کنور محفوظ علی صاحب کی خواہش پر اُن کے مردانہ مکان میں قیام فرماتے رہے اور بڑی مسجد میں جہاں مولوی محمد سعید صاحب امام تھے نماز پڑھتے تھے۔ اخیر میں مولوی محمد سعید صاحب کے مکان کے نزدیک ایک مکان میں جو مولوی صاحب وغیرہ کے اہتمام سے حاصل کیا جاتا تھا سہولت کے پیش نظر قیام فرماتے رہے اور اسی کے قریب والی مسجد میں جو غالباً قاضیوں والی مسجد کہلاتی تھی نماز پڑھتے اور مراقبہ وغیرہ ہوتا تھا۔ اسی طرح دیگر مقامات میں جماعت کے دوستوں کے اہتمام سے جہاں انتظام ہوتا قیام فرمایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

شروع میں مرید ہونے والے لوگوں کی فہرست مرتب فرماتے تھے جس میں ان کے نام اور پتے وغیرہ درج ہوتے تھے اور یہ غالباً حضرت صاحبؒ کے پیر و مرشد قدس سرہ کے ارشاد کی تعمیل کے لئے تھا اور اس لئے تھا کہ اس سے لوگوں سے خط وکتابت کرنے اور ایک دوسرے سے ان کے احوال دریافت کرنے میں سہولت ہوتی ہے اور اپنے شیخ کو اطلاع بھی دیتے تھے

کہ فلاں جگہ اس قدر لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور فیضانِ باطنی حاصل کیا کیونکہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ السامی کو تبلیغ کے کام میں بہت ہی انہماک تھا اور اپنے خلفاء سے بھی بہت تاکید فرماتے اور مختلف مقامات پر ان کو روانہ فرماتے رہتے اور ان سے حالات طلب فرماتے رہتے تھے کہ کتنے دن تبلیغ کے لئے سفر پر رہے اور کس قدر لوگ تبلیغ سے مستفید ہوئے ہیں۔ اگر کوئی خلیفہ صاحب ایک عرصہ تک کسی وجہ سے تبلیغ کے لئے نہ جا سکتے تو تاکید فرماتے اور فرماتے کہ بیوی بچوں سے اس قدر محبت ہو گئی ہے کہ اتنے عرصہ سے اللہ کے راستے میں سفر نہیں کیا۔ اللہ کی محبت سب پر غالب رہنی چاہیئے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش رہتی تھی کہ ہر خلیفہ جب کچھ عرصہ اپنے بیوی بچوں میں گذار لے اور حلال کی کمائی سے اپنے بال بچوں کے لئے کما لے تو پھر اس حلال و طیب کمائی سے کچھ خرچ کر کے اللہ کے راستے میں تبلیغ کے لئے سفر بھی کرے اور کم از کم سال میں دو دفعہ ضرور ایسا کرے۔ واللہ اعلم بالصواب اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بہت بہت اجر عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کے مقاماتِ عالیہ کو ارفع فرمائے آمین۔ نیز ہم سب کو ان کے فیوض و برکات سے سرفراز فرماتا رہے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق رفیقِ حال فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

بیعت فرمانے کا طریق جب کوئی شخص داخلِ طریقت ہونے کے لئے درخواست کرتا تو اس کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرماتے اس طرح پر کہ خود بھی دو زانو بیٹھ جاتے اور بیعت ہونے والے کو اسی طرز پر بٹھاتے اکثر دونوں پاؤں داہنی طرف نکلے ہوئے ہوتے تھے اور بطریقۂ مصافحہ اپنے دونوں دستِ مبارک اس شخص کے دونوں ہاتھوں میں دیدیتے اور صفتِ ایمان، کلمۂ تشہد اور استغفار ٹھہر ٹھہر

(جز جز کر کے) پڑھتے جاتے اور مرید بھی ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا تھا اس کے بعد سب حاضرین کے ساتھ مل کر دعا مانگتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور جو دعا اس وقت چاہتے مانگتے۔ اس کے بعد طریقۂ ذکر تلقین فرماتے اور قلب کے مقام پر داہنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت رکھ کر لطیفۂ قلب پر لفظِ اللہ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ ضرب کرتے۔ ایک تسبیح درود شریف اور ایک تسبیح استغفار پڑھنے کی تلقین فرماتے اور ہر وقت قلب پر ذکر کا خیال کرنے اور ایک خاص مقررہ وقت پر طریقۂ مخصوصہ سے ذکر کرنے کی ہدایت فرماتے تاکہ "ہاتھ کار میں دل یار میں" کا مصداق ہو جائے (ذکر کا مفصل طریقہ عمدۃ السلوک مؤلفہ احقر مؤلف ہذا میں درج ہے جو حضرت صاحبؒ کی ہدایت و رہنمائی میں لکھی گئی ہے وہاں دیکھ لیا جائے)۔

ایسے طالبین کے لئے جن کے پہلے شیخ کا وصال ہو چکا ہو اور وہ ابھی سلوک کی ابتدائی منازل طے کر رہے ہوں یا ان کے شیخ کے حصولِ فیض کا سلسلہ کسی دیگر وجہ سے قائم نہ رہ سکا ہو تجدید بیعت کو جائز رکھتے اور بیعت فرما لیتے تھے بعض وقت اپنے بعض مریدوں سے بھی خاص وجوہات کی بناء پر تکرارِ بیعت فرمائی ہے۔ وقت کی گنجائش کے مطابق اکثر بیعت فرمانے سے پہلے خطبۂ مسنونہ بھی پڑھتے اور کچھ مختصر نصائح بھی فرماتے جس میں بیعت کے اغراض و مقاصد اور آداب و شعائر ہوتے۔ وقت کی گنجائش اور مجمع کی زیادتی کے وقت مسائل میں بھی اضافہ فرماتے۔ اگر داخل ہونے والے لوگ زیادہ ہوتے تو بیک وقت سب کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ کے اوپر بطریقِ مصافحہ اپنے ہاتھ میں لیتے یا کپڑا وغیرہ پکڑا کر ایک ساتھ دعا پڑھا دیتے۔ عورتوں کو پردے کے اندر رکھ کر اور خود باہر رہ کر داخلِ سلسلہ فرماتے اس طرح پر کہ کوئی کپڑا وغیرہ بھی

نہیں پکڑاتے تھے بلکہ جو کچھ حضرت صاحب پڑھتے جاتے وہ پردے کے اندر سے اس طرح پڑھتی جاتیں کہ مردوں تک آواز نہ پہنچنے پائے۔ بعض اوقات جگہ کی تنگی کے پیشِ نظر درمیان میں چارپائی کھڑی کرا لیتے اور اُس پر یا رسّی پر کپڑا ڈلوا دیتے غرضیکہ پردہ کا خاص اہتمام فرماتے۔ بعض وقت طالب کو استخارہ کی بھی ہدایت فرماتے، کبھی کبھی کسی کے لئے توقف بھی فرماتے غالباً قلبی رجحان مانع ہوتا ہوگا ورنہ اکثر و بیشتر بلا تردد داخلِ سلسلہ فرما لیتے تھے۔

اجنّہ کا بیعت ہونا وغیرہ آپ سے کچھ جنّات بھی بیعت ہو کر فیضیاب ہوئے ہیں۔ جناب مولانا گوہانوی مدظلہ العالی سے منقول ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جنّات بھی فیض لینے کو آتے ہیں اور فرمایا کرنال میں کئی جنّ اس عاجز سے داخلِ سلسلہ ہوئے ہیں ایک جن کا نام جمعہ ہے ایک دفعہ گوہانہ میں یہ بندہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ بیٹھا ہوا حضرتؒ کے ہاتھ پاؤں دبا رہا تھا اچانک فرمایا اٹھو اٹھو چلو۔ بندہ اٹھنے لگا تو فرمایا نہیں نہیں تم نہ اٹھو میں بھول گیا مجھے تمہارا خیال نہ رہا۔ اصل میں جنّات آئے تھے ان کے ساتھ چھوٹے بچے تھے وہ میری دوات قلم اور کتابوں کو چھیڑتے تھے، عاجز نے اُن کو کہا تھا۔

جناب مولانا عبداللہ خاں صاحب احمد پوری سے منقول ہے کہ حضرتؒ کے محلہ میں ایک مسجد ہے وہاں حضرت اعتکاف کیا کرتے تھے اور مغرب کے بعد مراقبہ بھی کیا کرتے تھے۔ عبداللہ خاں صاحب مسجد کے حجرے میں رہتے تھے اور آپ کے ساتھ مراقبہ میں شامل ہو جاتے تھے۔ دورانِ مراقبہ میں معلوم ہوتا تھا کہ کچھ اجنبی بھی ہیں جو شامل ہوتے ہیں۔ ایک دن حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ حضور یہ کون لوگ ہیں فرمایا آپ کے

پیر بھائی ہیں یہ اَجِنّہ میں سے ہیں۔ اس مسجد کے پاس ان کی بستی ہے معمولی سی جگہ میں لاکھوں
جِنّ رہتے ہیں. صاجزادۂ کلاں مولانا محمد صادق صاحب نے فرمایا کہ اب بھی ان کے دیکھنے
کے مواقع پیش آتے رہتے ہیں. صاجزادہ صاحب کا مکان مسجد ہذا سے بالکل متصل ہے

ولہٗ ایضاً ایک دن حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ عاجز حافظ بڈھن خاں صاحبؒ کی مسجد میں
بعد نمازِ تہجد اذکار و مراقبہ کے بعد وہیں آرام کے لئے لیٹ گیا ایک جِنّ پاؤں دبانے
لگا. میں نے اس سے کہا آپ کون ہیں کہا کہ میں جِنّ ہوں اس کھجور کے درخت پر رہتا ہوں
دو بچے ہیں، دیکھا کہ آپ تھک گئے ہیں تو ثواب کی خاطر پاؤں دبانے لگا۔

مراقبہ کا طریق

جب آپ جماعت کو مراقبہ کراتے تو جماعت کے تمام لوگ حلقہ[1] کی شکل
میں بیٹھ جاتے اور آپ بھی حلقہ ہی میں شامل ہوتے تھے (اس طرح نہیں
بیٹھتے تھے کہ آپ بیچ میں ہوں اور لوگ آپ کے چاروں طرف ہوں)۔ ہر شخص حسب توفیق
کچھ قرآن شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتا۔ عام طور پر الحمد شریف آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ
تین دفعہ یا چاروں قل والی سورتیں یا اور کم و بیش یعنی الہٰکم التکاثر وغیرہ یا شروع میں
درود شریف و استغفار وغیرہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے اور ان کا ایصالِ ثواب حضراتِ سلسلہ
کی ارواح کو ہدیہ کرتے اور اس کے بعد سب لوگ مراقب ہو جاتے اور سر پر رومال وغیرہ
کپڑا ڈال لیتے (اگر موجود ہوتا) جو منہ پر پڑا رہتا اس سے خیال بھٹکنے میں کمی ہو جاتی ہے واللہ اعلم
اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و فیضان کے انتظار میں بیٹھ کر بزرگانِ دین کے واسطہ سے اس کا

---

[1] عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ (رواہ الترمذی) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تم بہشت کے باغوں میں سے گزرو تو میوہ خوری کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ بہشت کے باغ کیا ہیں آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے (ترمذی شریف)

اخذ اپنے تمام لطائف میں کرتے۔ اکثر مریدوں کو توجہ عام دیتے اور کبھی کبھی توجہ خاص بھی دیتے جیسا کہ مشائخ نقشبندیہ کا طریق ہے۔ اگر کوئی اجنبی شخص (یعنی جو داخلِ سلسلہ نہ ہو) بیٹھا ہوتا تو اس کو بھی مراقبہ اور ذکر کا طریقہ بتا کر شاملِ حلقہ فرما لیتے اگرچہ وہ بیعت نہ ہوتا۔ تسبیح کو اس طرح چلاتے کہ دانوں کے ٹکراؤ سے آواز پیدا ہوتی اور فرماتے کہ اس آواز کو بھی یہی خیال کرو کہ اللہ اللہ کی آواز ہے کیونکہ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے (الم تر ان اللہ یسبح لہ ما فی السمٰوات والارض والطیر صٰفٰت (سورۂ نور) اور ہر آواز کو جو کہیں سے آئے یہی تصور کر کے اپنے خیال کو اسی تصور اور استماعِ ذکر اللہ اللہ پر محو کر دو تاکہ حضورِ قلب میں کوئی چیز مانع نہ رہے باقی خیالات تو بخود ہٹ جائیں گے اور بمصداق حدیثِ قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں) ذکر اللہ کے اجر سے ماجور ہوگا۔ دورانِ مراقبہ میں آپ فارسی اردو وغیرہ کے حمد و نعت ذوق و شوق کے اشعار بھی پڑھتے تھے اور بڑے پُرسوز و پُردرد لہجہ میں پڑھتے تھے بعض وقت جماعت کے آدمیوں میں سے کسی اچھے نعت خواں سے کوئی نعت و حمد وغیرہ خوش الحانی سے پڑھواتے یا کسی اچھے قاری سے قرآن شریف کا کوئی رکوع تلاوت کراتے۔ کچھ اشعار جو آپ پڑھتے تھے درج ذیل ہیں:-

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست ۔۔۔ پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمٰن ست

دیگر

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے ۔۔۔ شیر و شکر ہر زباں ہر کام ہے

دیگر

من نخواہم جاہ زبال و طمطراق ۔۔۔ درد خواہم سوز خواہم اشتیاق

دیگر

کفر کافر را و دیں دیندار را ۔۔۔ ذرۂ دردے دلِ عطار را

دیگر

بدہ ساقی آں آبِ آتش لباس ۔۔۔ کہ مستی کند اہلِ دل التماس

دیگر

بندۂ پروردگارم امتِ احمدؐ نبی　　دوست دارِ چار یارم تا بہ اولادِ علیؓ

مذہبِ حنفیہ دارم ملّتِ حضرت خلیلؑ　　خاکِ پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

دیگر

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا　　پر تو نے دل آزدہ ہمارا نہ کیا

ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر　　لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

یہ چند اشعار آپ کی قلمی بیاض سے نقل کئے جاتے ہیں :-

نمے گویم کہ از عالم جُدا باش　　بہر کارے کہ باشی باخدا باش

دیگر

ایں دو روزہ عمر را فرصت شمار　　ہاں مشو از دوست غافل زینہار

دیگر

عجب است با وجودت کہ وجودِ من بماند　　تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

دیگر

با درد بساز کہ دوائے تو منم　　در کس منگر کہ آشنائے تو منم

گر بر سر کوئے عشقِ من کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

دیگر

پس ز جاناں وصلِ جاناں کُن طلب　　بے لب و بے کام می گو نامِ رب

دیگر

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

دیگر

زہے خجالت اگر پرسد از گدا سلطاں　　بیا بگو کہ بدرگاہِ ما چہ آوردی

چہ آورند گدایانِ مفلس از زنداں　　بہ لطفِ خویش بخشا چنانکہ پروردی

دیگر

دل لگا اپنا اپنے ہمدم سے　　آنکھ پھر باندھ سارے عالم سے

دیگر

جو غافل حق سے اک دم بھی یہاں ہے　　اُسی دم ہے وہ کافر پر نہاں ہے

مراقبہ کا اختتام بالعموم الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین کے الفاظ سے فرماتے اور اس کے بعد سب لوگ دعا مانگتے۔

آپ حتی الامکان بیماری میں بھی مراقبہ ترک نہیں فرماتے تھے۔ مولانا گوہانوی راوی ہیں کہ ایک روز حضرتؒ سخت بیمار تھے تو بندہ نے خدمتِ عالی میں عرض کیا کہ آج حلقہ نہ فرمائیں کیونکہ آپ کو تکلیف ہے تو فرمایا مولوی صاحب گذرا ہوا وقت واپس نہیں آتا نیز خدا کی یاد میں ہی اصلی صحت ہوتی ہے خدا کے ذکر سے مرض نہیں بڑھتا چنانچہ مراقبہ فرمایا اور طویل مراقبہ فرمایا لیکن جب آپ کو کوئی شدت کی تکلیف ہوتی تو مراقبہ میں مریدوں کو توجہ نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ توجہ کے وقت اُسی مرض کا مرید پر واقع ہو جانے کا ڈر ہے اس لئے ایسی حالت میں توجہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اوکما قال)

نیز حلقہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو جن کو بعض لوگ ساتھ لے آتے تھے شامل نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کو رخصت کر دیتے اور وہاں سے الگ بھیج دیتے تھے اور فرماتے کہ ان کے قلوب مجلّٰی و مصفّٰی ہوتے ہیں جو انوار و تجلیات ذکرِ الٰہی کرنے والوں کے قلوب پر پڑتی ہیں وہ ان بچوں کے قلوب پر معصومیت کی وجہ سے نہایت تیزی سے وارد ہوتی ہیں، وہ فوراً اخذ کر لیتے ہیں اور برداشت کی قوت و ظرف نہ ہونے کی وجہ سے اکثر بہت قوی جوش اور بعض وقت موت وغیرہ پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لئے فرماتے کہ چھوٹے بچوں کو حلقہ کے وقت ہمراہ نہ لایا کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

روز و شب کے معمولات

تقریباً تہائی رات باقی رہے تہجد کے لئے اٹھ جاتے تھے استنجا وغیرہ سے فارغ ہونے پر وضو مسواک کے ساتھ کر کے نمازِ تہجد عام طور پر جائے قیام پر ہی پڑھتے تھے جو تحیۃ الوضو کے علاوہ اکثر آٹھ رکعت پڑھتے کبھی دس ۱۰ یا بارہ ۱۲ رکعات بھی پڑھ لیتے تھے اور کبھی وقت کم ہو تو کم بھی۔ حتی الامکان بیماری و سفر و حضر وغیرہ میں بھی تہجد نہیں چھوڑتے تھے۔ تہجد کے بعد دعا مانگتے اور اس

دعائیں جماعت کے لوگوں کے لئے خاص طور پر دعا مانگتے تھے پھر مراقب ہو جاتے اور فجر کی سنتوں سے پہلے تک مراقب رہتے۔ فجر کی سنتیں مکان پر ہی ایسے وقت پڑھ لیتے کہ جس کے بعد اطمینان کے ساتھ مسجد میں جماعت شروع ہونے سے پہلے پہنچ جائیں (یعنی تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد جماعت شروع ہوتی) فجر کی جماعت کے بعد اپنی قیام گاہ پر تشریف لاکر مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہو جاتے۔ یہ مراقبہ اکثر جماعت کے لوگوں سے علیحدہ الگ کمرے میں تنہا فرماتے اور اس میں اپنے اسباق کا اعادہ فرماتے لیکن کبھی کبھی جہاں کہیں تنہائی کا موقع نہ ملتا تو جماعت کے ساتھ ہی مراقبہ فرما لیتے۔ بعد فراغت جب سورج سوا نیزہ یا اس سے زیادہ بلند ہو جاتا تو نمازِ اشراق وچاشت دونوں اکٹھی پڑھ لیتے۔ اس طرح کہ دو رکعت اشراق کی نیت سے اور چار رکعت چاشت کی نیت سے دو سلاموں سے پڑھتے تھے یعنی کل چھ رکعات پڑھتے اور فرماتے تھے کہ آج کل لوگوں کی مصروفیات زیادہ ہیں اس لئے یہی طریقہ مناسب ہے اور ہمارے حضرات کا اب یہی معمول ہے (اور یہ جائز اور صحیح ہے عمدۃ الفقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ مؤلف) ورنہ چاشت کی نماز اکثر لوگوں سے بوجہ مشاغلِ دنیوی ناغہ ہو جاتی ہے۔ ویسے تو آپ کا چہرہ ہر وقت ہی بہت نورانی اور خوبصورت نظر آتا تھا لیکن مراقبہ کے بعد خصوصاً اشراق کے بعد جب خلوت سے باہر تشریف لاتے تو چہرہ پر انوار بہت برستے اور آپ بہت خوبصورت معلوم ہوتے ؎

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

اس کے بعد دوپہر کے کھانے سے پہلے تک لوگوں سے ملتے اور یہ وقت تعویذات وغیرہ دینے کا ہوتا تھا، اس مجلس میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ دوپہر کا کھانا کھاتے کے بعد قیلولہ فرماتے اور ظہر کی نماز سے قبل اٹھ کر نماز کی تیاری فرماتے تاکہ جماعت شروع

ہونے سے پہلے سنتوں وغیرہ سے فارغ ہوجائیں۔ ظہر کی نماز جماعت سے ادا فرمانے کے بعد اپنی قیام گاہ پر آکر تلاوتِ قرآن مجید اور دلائل الخیرات وحزب البحر وشجرہ شریف وغیرہ پڑھتے جب فارغ ہوتے جماعت کے لوگوں کے حال احوال پوچھتے اور اکثر کچھ دیر کے لئے مراقب بھی ہوجاتے۔ اتنے میں عصر کا وقت شروع ہوتا تو اس کی تیاری شروع ہوجاتی عصر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اپنی جگہ پر آکر جماعت کے ساتھ مراقبہ کرتے اور مراقبہ سے پہلے ختم شریف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی وختم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی پڑھتے کبھی کسی اور ختم کا اضافہ کرتے مغرب کی نماز سے ذرا پہلے تک مراقبہ ہوتا بعدہٗ اذان سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے اور نمازِ مغرب کے بعد دو سنتیں پڑھ کر چھ رکعات نماز نفل اوّابین تین سلاموں سے پڑھتے اور اس کے بعد شام کے کھانے کیلئے تشریف لے جاتے۔ کھانے سے فارغ ہوکر ذرا آرام فرماتے کہ اتنے میں عشا کا وقت داخل ہوجاتا اور اس کی تیاری فرماتے۔ عشا کی نماز کے بعد وتر بھی اسی وقت پڑھ لیتے اور پھر کبھی مسجد ہی میں ایک طرف کو یا اپنی قیام گاہ پر آکر جماعت کے ساتھ مراقبہ فرماتے تھے۔ مراقبہ کے بعد لوگوں کو فرماتے کہ جائیں آرام کریں اور خود بھی آرام فرماتے۔ سونے سے پہلے کبھی کبھی سر میں تیل بھی لگواتے۔ نیند بہت کم آتی تھی اکثر اٹھنے کے وقت سے پہلے ہی بیدار ہوجاتے تھے ؎

محبت است کہ دل را نمی دہد آرام — وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواہد

ف سوتے ہوئے کو جگانے کے لئے آپ کا معمول یہ تھا کہ آواز کے ساتھ اللہ اکبر ادا فرماتے اس آواز کے سنتے ہی لوگ اٹھ بیٹھتے۔ حضرت کو جگانے کے لئے بھی آپ کے رفیق یہی لفظ اللہ اکبر آواز سے ادا کرتے اور اب بھی جماعت میں یہی طریقہ رائج ہے۔ اس طرح ذکرِ الٰہی

سوتے ہوئے کو بیدار کرنے کا طریقہ

بھی ہوجاتا ہے اور اٹھانے میں ہلانے، کپڑا کھینچنے، نام لینے وغیرہ کی ضرورت بھی نہیں پڑتی
جو کہ خلافِ ادب معلوم ہوتا ہے۔ مؤلف) گھر پر بھی معمولات تقریباً اسی طرح سے تھے مگر جو
وقت سفر میں طالبین کی تربیت وہدایت وغیرہ میں صرف ہوتا تھا گھر پر دوسری
خانگی وخارجی مصروفیات میں صرف ہوتا تھا۔ اذکارِ مسنونہ اور موقوتہ وغیر موقوتہ
دعائیں جو کتبِ احادیث میں وارد ہیں اور حصنِ حصین میں یکجا جمع کردی گئی ہیں نیز دیگر
کتبِ تصوف وکتبِ ادعیہ میں مفصل درج ہیں آپ کو کافی یاد تھیں اور اپنے اپنے وقت
پر اُن کو ادا فرماتے تھے اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ جب کسی کو کسی خاص موقع کی دعائے
مسنونہ یاد نہ ہو تو یہ دعا کرلیا کرے کہ اس موقع پر جو دعا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
مانگتے تھے یا الٰہی یہ عاجز بھی وہی دعا مانگتا ہے او کما قال۔

مسائل کی تحقیق کے بعد عمل میں بہت کوشش فرماتے تھے اور صحیح حنفی طریقہ کی پابندی
فرماتے تھے اسی وجہ سے آپ کو اکثر جزئیاتِ مسائل ازبر تھیں جو روزمرہ کے پڑھنے پڑھانے
والوں کو بھی یاد نہیں رہتیں۔ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ السامی کے معمولاتِ شبانہ
روز کی خاص طور پر پابندی فرماتے تھے۔ ایک زمانہ میں جو آپ نے حضرت مجدد صاحبؒ
کے مکتوبات میں پڑھا کہ مجدد صاحبؒ کے نزدیک اشارۂ سبابہ کرنا ٹھیک نہیں ہے تو
آپ نے بھی ترک فرمادیا اور کافی عرصہ ترک رکھا چنانچہ اس زمانہ میں احقر مؤلف کو یاد ہے
کہ عاجز نے بھی کافی عرصہ حضرت کی اتباع میں ترک رکھا۔ بعد میں پھر آپ اشارۂ سبابہ کرنے
لگے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے سرہند شریف میں حضرت کے خاندان کے لوگوں سے
دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے اخیر عمر میں اس سے رجوع کرلیا تھا
(اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ حضرت مجدد صاحبؒ کے رجوع کی کوئی تحریر بھی ان حضرات کے

پاس موجود ہے۔ واللہ اعلم) جب مجھے اچھی طرح تسلّی ہو گئی تو پھر سے شروع کر دیا ہے بعد ازاں عاجز مؤلف نے بھی شروع کر دیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

کبھی کبھی صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھتے تھے۔ خصوصاً جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے اور رمضان المبارک میں تو ضرور پڑھتے تھے۔ خطوط کے جوابات نمازِ اشراق کے بعد سے دوپہر کا کھانا کھانے سے پہلے تک کے وقت میں تحریر فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب کسی دوست کا خط آتا ہے تو اس وقت بھی یہ عاجز اس کے لئے دعا کرتا ہے اور جب جواب لکھتا ہے تو جواب لکھنے سے پہلے بھی دعا کرتا ہے اور ذکر کے خیال میں ہی جواب لکھتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت کے مکتوباتِ گرامی متوسلین کو موصول ہوتے تھے تو لطائف میں ایک عجیب کیفیت ہوتی تھی اور ان کے پڑھنے سے بہت فیضان ہوتا تھا۔ تحریر نہایت جامع ومانع ہوتی تھی کوئی کتنا ہی بڑا خط لکھے حضرت کے مختصر جواب سے پوری پوری سیری حاصل ہو جاتی تھی اور کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا تھا۔ خط نہایت پاکیزہ اور جلی ہوتا تھا۔ شروع خط کے دائیں طرف از خادم الفقراء یا از خادم الفقراء والعلماء والصلحاء سعید محمد قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی حنفی احمد پوری عفی عنہ الفاظ کی کمی بیشی کیساتھ تحریر فرمایا کرتے تھے بعد میں من محمد سعید قریشی ہاشمی عفی عنہ لکھنے لگے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھوایا کرتے تھے۔ خطوط کے جواب ساتھ ساتھ دیتے کبھی کسی عارضہ وغیرہ کی وجہ سے غیر معمولی تاخیر ہو جاتی ورنہ عام طور پر جواب جلد دیتے۔ آپ کے چند خطوط بطور نمونہ درج ذیل ہیں:۔

"حامداً ومصلیاً۔ از خادم الفقراء سعید محمد۔ بخدمت جناب حضرت مولانا وسیدنا مولوی سید زوار حسین شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد از السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

سرفرازنامہ پہنچا خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آنحضرت کو دین و دنیا میں سرفراز فرمائے۔ لیکن طالبِ مولا کو چاہئے کہ سوائے خدا کے خدائے تعالیٰ سے کچھ نہ مانگے۔ بیت

پس ز جاناں وصلِ جاناں کن طلب　　　بے لب و بے کام می گو نام رب

اور عرس شریف کے بعد حضرت پیرِ دستگیر کا فرمان بنام خلفاء احمد پور شرقیہ پہنچا کہ نئے مقامات پر سفر کو روانہ ہو جاؤ جس پر حضرت خلیفہ محمد عبد المالک صاحب و مولوی محمد منیر صاحب مل کر روانہ ہو گئے۔ عاجز برداشتِ فصلِ ربیع و کاروبارِ ضروریات کے لئے رہ گیا فراغت پر حضرت مولوی عبد المجید صاحب کی خدمت میں بطورِ مشورہ تحریر کیا کہ سفر کس طرف کو کیا جائے ان کا جواب آیا کہ گرمی شدت سے پڑ رہی ہے فی الحال سفر نہ کرو، اب موقعہ اچھا آیا ہے لیکن عاجز چند روز سے بیمار ہے مگر تعمیلِ حکمِ شیخ کا خیال ہر وقت دامنگیر رہتا ہے۔ انشاء اللہ آرام ہونے پر فوراً بطرفِ سرہند شریف روانہ ہو جاؤں گا کئی دن مزار شریف پر رہ کر بعد میں جس طرف کو خدائے تعالیٰ کو منظور و قبول ہو گا جاؤں گا آپ اپنا مشورۂ سفر تحریر کریں۔ اور حضرت مولانا عبد الغفور صاحب و حضرت مولوی عبد الرشید صاحب کو عاجز کا السلام علیکم دیویں اور تمام جماعت کو بھی السلام علیکم دیویں قلم شکستہ ہے اور طبیعت علالت ہے اس لئے تحریر ایسی ہو رہی ہے"۔

"حامداً و مصلیاً۔ از خادم الفقراء و علماء و صلحا سعید محمد قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی۔ برخوردار نورِ چشم راحت جان سعادت اطوار کامگار سلمہ ربہ۔

(۱) بعد از السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ احوال نامہ پہنچا۔ کیفیت من و عن معلوم و مفہوم ہوئی۔ دعا کی گئی ہے اور اہل الذکر و بزرگانِ احمد پور سے بھی دعا کرائی گئی ہے اللہ تعالیٰ آں برخوردار کو امتحان میں پاس فرمائے مگر قبل از امتحان تحریر کرتے تو اچھا تھا خیر اللہ تعالیٰ

اب بھی بہتری فرمائے۔

(۲) برخوردار دنیا جہان انسان کے لئے جائے آزمائش ہے نہ کہ آسائش جیسا کہ حدیث شریف ہے (کہ مومن کے لئے دنیا جہان قید خانہ ہے)۔

کبھی پریشانی اور موجِہ ملال اور کبھی غم و الم غرض راحت ہی کم
موسمِ بہار چند دن سردی اور گرمی ہے روزانہ ہمدم

بندہ یعنی عبد کو چاہئے کہ ہر حال میں صابر اور شاکر رہے اور اس صبر شکر کی توفیق پروردگارِ عالم سے مانگتا رہے۔ صبر کرنے سے اجرِ عظیم ملتا ہے اور بے صبری کرنے سے سوائے مرتکب گناہ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصیبت پر صبر کیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تمام مال اولاد پھر پیدا کر دیا۔ ایسے کئی واقعات قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بِيَدِكَ الْخَيْرُ ہے جس حال میں بندے کی بہتری ہوتی ہے اسی طرح اس کو رکھتا ہے۔ پس

از دست و زبانِ کہ بر آید کز عہدۂ شکرش بدر آید

(۳) جس وقت مکان تیار ہو جائے تو اس کے چاروں کونوں پر سات مرتبہ اذان با وضو زور سے دیویں اور قرآن شریف کبھی چند دن منزل با آوازِ بلند پڑھیں اور کلمہ شریف موٹے حروف سے تحریر کر کے یا چھاپہ شدہ خرید کر کے گھر میں رکھیں۔ مگر سب سے اول بعد تیاریٔ مکان دوگانہ شکرانہ تیاریٔ مکان، مکان میں ادا کریں۔

(۴) عاجز کو اس قدر فرصت نہیں کہ برائے مذہبِ شیعہ و اعتراضات تحریر کر سکے اس لئے آں برخوردار کو چاہئے کہ مذہبِ شیعہ کے رد میں کتابیں اردو کی حسب ذیل دیکھیں: رسالۂ آفتابِ صدق و صفا قیمتی ۲، تفسیر آیہ تطہیر قیمتی ۶، تفسیر آیہ مودۃ القربیٰ قیمتی ۴،

مقدمہ تفسیر آیات۔ تنبیہ الحائرین مع تکملہ۔ درۂ فاروقی خلافت از بدر النجم قیمتی ۱۲ر شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ قیمتی ۲ر فتح مبین قیمتی ۳ر فتوی تعزیہ داری مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ۶ر جملہ تصانیف عبدالشکور صاحب از مقام لکھنؤ مطبع لکھنؤ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور سے طلب کر کے مطالعہ میں رکھیں۔

(۵) آں برخوردار کی اہلیہ صاحبہ کی بیماری کے لئے تین تعویذ لمبے فی تین روز کیلئے اور ایک بند شدہ گلے میں باندھنے کو بھجوایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شافی کافی ہے۔

(۶) ذکر اور مراقبہ کی کثرت کریں خواہ حرکت محسوس ہو یا نہ ہو۔ بندہ کا فرض صرف دل سے خدا کی یاد کرنا ہے۔ نمازِ تہجد و اشراق و اوابین پڑھا کریں۔ کم سونا۔ کم بولنا۔ کم کھانا لوگوں سے علاوہ وقت کام کے علیحدہ رہنا یعنی تنہائی اختیار کرنا۔ ان باتوں کی اپنے میں عادت ڈالیں اس کا نام احتیاط اور پرہیز ہے۔ وقت تنگ ہے آئندہ بوقتِ ملاقات کسی موقع پر کچھ عرض ہوگا۔ چونکہ سفر کا ارادہ فی الحال نہیں ہے جب سفر کروں گا تاریخ معین سے انشاء اللہ مولانا اسلام الدین صاحب کو اطلاع دوں گا ان سے دریافت کرتے رہنا۔ سب حال پرسان کو السلام علیکم ہوں۔"

"حامداً و مصلیاً۔ از خادم الفقراء و علماء محمد سعید۔ برخوردار سعادت اطوار سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ شکایت نامہ دربارۂ ذکر و مراقبہ پہنچا۔ جواباً عرض ہے حدیث میں ہے جو شخص پسند کرتا ہے خدائے تعالیٰ کا ملنا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے وصال چاہتے ہیں اور جو شخص ملنا پسند نہ کرے اور دنیا کے مال و جاہ اور ساز و سامان سے جدائی نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتے ہیں (رواہ ابوداؤد)۔ پس اگر برخوردار کے دل میں اس راستہ کی کچھ خواہش ہے تو بندہ کے پاس بمقام احمد پور شرقیہ آنا

جانا رکھو یا سفرِ ہندوستان کے وقت ہمراہ عاجز کے سفر کرو اور اس راستہ کے حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی غرض نہ رکھو تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ میں تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس ہو جائے گا اور فضلِ الٰہی رونما ہوگا۔

علم آں باشد کہ جاں زندہ کند مرد را باقی و پایندہ کند
قال را بگذار مردِ حال شو پیش مردِ کاملے پامال شو
صد کتاب و صد ورق در نار کن جان و دل را جانبِ دلدار کن

فی الحال کم سونے کم بولنے کم کھانے کی عادت ڈالیں اور فرائض نماز کے علاوہ تہجد، اشراق، اوابین کی پابندی کریں اور ذکرِ حق کو دل میں جمائیں۔"

"حامداً و مصلیاً۔ از خادم الفقراء محمد سعید قریشی ہاشمی عفی عنہ۔ بخدمت جناب حافظ صاحب سلمہ ربہ۔ بعد از السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، عرصہ بعد خط پہنچا جواباً تحریر ہے کہ حسبِ تحریر دعا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ آپ کے تمامی حاجاتِ تحریرہ بفضلِ خود پورے فرمادے اور آپ کو استقامت و برکت عطا فرماوے۔ اور دوسرے سبق لطیفۂ روح کی آپ کو اجازت ہے کرتے رہیں ہمت کر کے رات دن اس میں بھی ہمراہ لطیفۂ قلب کے ذکر اسم ذات کرتے رہیں اللہ تعالیٰ اس لطیفہ کو بھی خوب جاری فرمادے اور منور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور نصائح کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضرات پیران کبار کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ ادخالِ سلسلہ کے وقت بیعت ترکِ معصیت و التزامِ حسنات پر لینے اور اس کی تفصیل ضروری باتوں کی فرماتے چلے آئے ہیں تا آنکہ بعد میں کوئی غرضِ مذموم حاصل نہ ہونے سے یا کسی امر کے متعلق نصیحت کرنے سے طالب کو تشویش نہ ہو۔ اس طریقہ کا مقصود صحیح اور جو کرنا یا چھوڑنا پڑے گا

معلوم ہو جائے۔ عاجز کا بھی یہی عمل رہا ہے کہ مختصر طور پر قبل بیعت عرض کرتا ہوں مگر بوجہ بیماری بوقتِ بیعت آپ کو عرض نہیں کر سکا۔ اب خط آنے پر بطور یادداشت تحریر خدمت ہیں۔ (حقیقتِ طریقت)۔

خلاصۂ سلوک: (۱) نہ اس میں کشف و کرامات ضروری ہے (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے (۳) نہ دنیا کی کاربراری کا دعویٰ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جائے یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو، یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتلا دی جایا کرے۔ (۴) نہ تصرف لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی از خود اصلاح ہو جائے اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آوے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں۔ مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے، یا علمِ دین و قرآن میں ذہن و حافظہ بڑھ جائے۔ (۵) نہ اس سے باطنی کیفیات پیدا ہونے کا کوئی معیار ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے عبادت میں خطرات ہی نہ آویں خوب رونا آوے، ایسی محویت ہو جائے کہ اپنے پرائے کی خبر نہ رہے۔ (۶) نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔ (۷) نہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے، جس کا ذریعہ ہے شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح و طلاق و ادائے حقوقِ زوجین و قسم و کفارۂ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین و پیروئ مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیمِ ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام و کلام و طعام و منام و قعود و قیام و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو علمِ فقہ کہتے ہیں اور بعضے متعلق باطن کے ہیں

جیسے خدا سے محبت رکھنا، خدا سے ڈرنا، خدا کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم ہونا، خدا کی مشیت پر راضی ہونا، حرص نہ کرنا، دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ، ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں۔ اور مثلِ احکامِ ظاہری ان احکامِ باطنی پر عمل کرنا بھی فرض و واجب ہے، نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے جیسے قلتِ محبتِ حق سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیلِ ارکان پڑھ لی، یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی، یا کبر و غلبۂ غضب سے کسی پر ظلم ہوگیا حقوق تلف ہوگئے، مثل ذلک اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی۔ پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو کچھ سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے ان ضرورتوں سے پیرِ کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے اور ان کا علاج و تدبیر بھی بتلاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدبیرات میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے۔ پس سالک یعنی طالبِ مولا کو دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایک ضروری کہ احکامِ شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے اور دوسرا مستحب کہ کثرتِ ذکر ہے اس پابندیِ احکام سے خدائے تعالیٰ کی رضا اور قُرب اور کثرتِ ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا۔

(حقوقِ طریقت) تمام برادرانِ اسلام کو عموماً اور طریقۂ نقشبندیہ والوں کو خصوصاً جن کے طریقے کی بنیاد سُنّت کی تابعداری پر ہے ضروری ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں سے جو عربی داں ہیں وہ عربی کتابوں سے اور جو اُردو داں ہیں وہ اردو کی کتابوں سے عقائدِ توحید وغیرہ کے مسائل اور فرائض و واجبات و محرمات و مکروہات و مشتبہات سے واقفیت حاصل کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل و عادات اور آپ کی عبادتوں کے طریقے معلوم کریں اور حتی الامکان سنتِ نبوی کی تابعداری کریں، خاص کر فرائض اور واجبات پر اچھی طرح سے پابند رہیں، مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرتے رہیں سنت کی حفاظت کا خاص خیال رکھیں۔ بدن کپڑے اور جائے نماز کی پاکی اور نماز کے شرائط کا اچھی طرح دھیان رکھیں، لیکن ظاہری طہارتوں کو وساوس اور توہمات کے درجہ تک نہ پہنچائیں، پانچوں وقت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کریں، اس بات کا خیال رکھیں کہ تحریمہ (تکبیرِ اولیٰ) فوت نہ ہو جائے۔ نمازیوں میں جو سب سے بہتر ہو اس کو امام بنائیں۔ جمعہ کی نماز کبھی ترک نہ کریں، نماز کی سنن اور آداب کی اچھی طرح نگرانی کریں اور نماز کامل اطمینان کے ساتھ گذاریں، اور نمازوں کو مستحب اوقات میں ادا کریں، سنتِ راتبہ (جو بارہ رکعت ہیں) اور نمازِ تہجد جو سنتِ مؤکدہ ہے ان کو کبھی ترک نہ کریں۔ قرآن شریف کامل صحت اور خوش الحانی سے پڑھیں اور گا کر نہ پڑھیں، اور کامل احتیاط کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے ادا کریں، لغو باتوں یا جھوٹ یا غیبت سے روزہ کا ثواب ضائع نہ کریں، تراویح ختمِ قرآن اور رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف کو اپنے اوپر لازم کر لیں، لیلۃ القدر کا خیال رکھیں، اگر نصابِ شرعی کے مالک ہوں تو زکوٰۃ ادا کریں لیکن اس معاملہ میں سنّت یہی ہے کہ اپنے پاس ضرورت سے زائد مال نہ رکھیں۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کو فتحِ خیبر کے بعد سال بھر کے لئے چھ سو من کھجور جو عنایت فرمائے اور اپنے پاس ایک درم تک بھی نہ رکھا، اور اگر حج کی استطاعت ہو تو حج کرے، اسی طرح گنجایش کی صورت میں عید کو صدقۂ فطر و قربانی ضروری ہوگی، اور حلال روزی کھائیں، خرید و فروخت کرتے وقت مسائلِ فقہ کا خیال رکھیں اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کریں، اور لوگوں کے حقوق اور کنبہ کے حقوق ادا کرنے میں پوری کوشش سے کام لیں اس لئے کہ اگر اللہ کے حقوق میں کوئی تقصیر واقع ہو جائے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اولیاءِ کبار کی سفارش سے معاف ہو سکتی ہے، برخلاف لوگوں کے حقوق کے کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے، اور ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں نہ جانا چاہئے اور نہ لوگوں کو جمع کرنا چاہئے البتہ نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کو جمع کر لینا چاہئے اور ولیمہ بھی حسب توفیق کرنا چاہئے، اور موت کے وقت چلّا کر نہ رونا چاہئے آہستگی سے رونے میں کچھ مضائقہ نہیں بروں شرع کے مطابق تقسیم کئے ہوئے مردہ کے مال سے خیرات نہ کرنی چاہئے، اور اگر صحبتِ علماء و صلحاء سے شرفِ مصاحبت نصیب ہو تو اس کو غنیمت سمجھے، بشرطیکہ وہ علماء بھی ایسے ہوں کہ جو دنیاداروں سے دور رہتے ہوں، اگر صلحا کی صحبت نصیب نہ ہو تو تنہا بیٹھے رہنا یا سو جانا بہتر ہے، صوفی کو جاہل اور فاسق و غافل لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے:

صحبتِ شاغل ترا شاغل کند　　　صحبتِ غافل ترا غافل کند

غرض اپنا ہر کام اور فعل عبادات و معاملات شریعت کے مطابق جن کی تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جائے عمل کریں۔ اور سالک پر یہ لازم ہے کہ ہر وقت ذکر کے خیال میں رہے چلتے پھرتے کھڑے بیٹھے سوئے لیٹے کھاتے پیتے نہاتے بیت الخلاء میں بیٹھتے، غرض کوئی لحظہ و آن بھی ذکر سے غافل نہ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اہلِ جنت

کسی اور چیز کی حسرت نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے کہ جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہوگا، قولہ تعالیٰ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون (ترجمہ) خداوند تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تاکہ تمہیں بھلائی نصیب ہو۔ پس آدمی کے لئے اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کے دل میں خدا کی یاد ہو، تاکہ اس کی برکت سے، خدا کے ذکر کی کثرت سے غیراللہ کا خیال ہی جاتا رہے اور اپنے منظر میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پاوے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا جلیس من ذکرنی (ترجمہ) میں اس شخص کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے۔ اس سے اعلیٰ درجے اور بڑے بڑے رتبے حاصل ہوتے ہیں لیکن طبیعت کے دام کے گرفتاروں کو اس دولت سے کیا خبر اور غفلت کی نیند کے خمارآلودوں کو اس بیان سے کیا اثر۔ بیت

عندلیبِ مست داند قدرِ گل　　چغدرا از گوشۂ ویرانہ پرس

(ترجمہ) پھول کی قدر مست بلبل ہی جانتی ہے ویرانہ جنگل کے کونہ کی بابت اگر کچھ دریافت کرنا منظور ہے تو اُلّو سے پوچھ۔

پس تحریر ھذا خود پڑھیں اور سلسلہ کے آدمیوں کو بھی سناتے رہیں اور ایک نقل مولوی صاحب کو تحریر کرکے بھجوادیں اگر وہ وہاں ہوں تو ان کو بھی ملاحظہ کرادیں کہ اگر کوئی عاجز کی غلطی ہوگی وہ بذریعہ کارڈ یا لفافہ اطلاع دیدیں گے۔ اور آپ عاجز کے پاس سال بھر میں ایک دو مہینے تشریف لایا کریں یا ہمراہ سفر کیا کریں اور آئندہ جوابی لفافہ یا کارڈ ہمراہ بھجوایا کریں ورنہ جواب نہیں بھجوایا جائے گا۔ تمام جماعت کو اور حال پرسان کو السلام علیکم۔ وقت ڈاک تنگ ہے بہت تیز لکھا گیا ہے سمجھ کر پڑھ لیویں۔

مریدین کو آپس میں للہ محبت اور تعلق پیدا کرنے کی خوشخبری۔ حدیث حضرت

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہو چکی ہے جو میرے ہی واسطے باہم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میرے ہی سبب ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو امام مالکؒ نے، فضیلت جماعتِ صوفیہ میں یہ حدیث صوفیائے اہلِ حق کی فضیلت اور ان کے لئے بشارت پر صاف دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ صفات جو حدیث میں مذکور ہیں باکمل وجوہ ان حضرات میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں، پیر و مرید میں محبت اور پیر بھائیوں میں الفت، اسی طرح دوسرے بزرگوں سے تعلق اور جان و مال سے دریغ نہ کرنا اور دور دراز سے زیارت کے لئے سفر کرنا یہ امور ان حضرات میں محض خالصاً لِلّٰہ بلا کسی دنیوی غرض کے ہوتے ہیں۔ (از التکشف ص ۳۲۵)

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔ تمام شد"

ہر وقت باوضو رہنا

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت رہی ہے کیونکہ احادیث میں باوضو رہنے اور باوضو اذکار کرنے اور حفاظتِ وضو وغیرہ کے فضائل وارد ہیں کما ورد فی کتب الحدیث والفقہ مشرحاً (مثلاً عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ) (ترجمہ) "نہیں محافظت کرتا وضو پر مگر مومن" یعنی سنن و آداب وغیرہ کی اور ہمیشہ باوضو رہنے کی محافظت، کیونکہ اس کی پاک درگاہ میں ظاہر و باطن کی طہارت کے بغیر حاضر ہونا ادب سے بعید ہے۔ نیز رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ اَذْکُرَ اللہَ اِلَّا عَلٰی طُھْرٍ (ترجمہ) میں مکروہ جانتا ہوں کہ بغیر طہارت (وضو) کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں۔" اس سے اذکار کے لئے باوضو رہنا مستحب ثابت ہوا اور بندہ کو لازم ہے کہ ہر وقت ذاکر و شاغل اور باحضور رہے اسلئے ہر وقت باوضو رہنا بھی مستحب ہوا، اگرچہ بلا وضو بھی اذکار جائز ہیں۔ پس ہمیشہ سے بزرگانِ دین کا شعار وضو کی محافظت اور اس پر دوام رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ پس اگر احتباسِ ریاح یا دیگر کوئی مرض عارض نہ ہوتا تو حضرت صاحب دائم الوضو رہتے تھے اور جب بیت الخلا سے تشریف لاتے یا وضو کسی اور وجہ سے نہ رہتا تو تجدید فرماتے اور ہر وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتے۔ اگر نماز کے لئے مکروہ وقت ہوتا تو نہ پڑھتے حدیث شریف میں آیا ہے: عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ مُقْبِلٌ عَلَیْہِمَا بِقَلْبِہٖ وَوَجْہِہٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ رواہ مسلم (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس نہیں کوئی مسلمان کہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر کھڑا ہو پھر دو رکعت نماز پڑھے اپنے دل اور منھ سے متوجہ ہو کر (یعنی ظاہر و باطن کی حضوری سے) مگر اس کے واسطے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔" (المشکوٰۃ)

آپ ہمیشہ مسواک کے ساتھ وضو کرتے تھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:
عن عائشہؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تَفْضُلُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ یُسْتَاکُ لَھَا عَلَی الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ لَا یُسْتَاکُ لَھَا سَبْعِیْنَ ضِعْفًا۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (ترجمہ) اس نماز کی فضیلت کہ جس کے لئے (وضو میں) مسواک کی گئی ستر حصے زیادہ ہے اس نماز سے جس کے لئے (وضو میں) مسواک نہیں کی گئی ہے۔" (المشکوٰۃ) البتہ کسی وقت کسی عارضہ

یا مسواک موجود نہ ہونے کی وجہ سے انگلی سے ہی اچھی طرح دانتوں کو رگڑتے تھے اور
آپ کے دانت ہمیشہ سفید چمکدار رہتے تھے۔

افشائے سلام

اگر آپ کہیں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں یا بیت الخلا میں
یا وضو کی جگہ وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو حاضرین کو السلام علیکم
کہہ کر جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تب بھی السلام علیکم کہتے غرضیکہ ترویج سلام
میں بہت شغف تھا اور حدیث شریف پر عمل فرماتے تھے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ایک حدیث میں فرمایا: اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا
السَّلَامَ بَیْنَکُمْ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ (ترجمہ) اور کیا نہ بتلاؤں تم کو ایک چیز کہ جس
وقت تم آپس میں اس کو کرو تو آپس میں دوست ہو جاؤ۔ پھیلاؤ اپنے درمیان سلام یعنی
آشنا و بیگانہ سے السلام علیکم کرو۔ ایضاً عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ فَاِنْ حَالَتْ بَیْنَہُمَا
شَجَرَۃٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِیَہٗ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ رواہ ابوداود (ترجمہ) نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان سے ملاقات
کرے پس چاہیے کہ اس پر سلام کرے، اگر حائل ہو ان دونوں کے درمیان درخت یا
دیوار یا پتھر (یعنی بڑا) پھر ملے اس سے تو چاہیے کہ اس پر دوبارہ سلام کرے، یعنی
اس قدر مفارقت و بُعد میں بھی سلام مستحب ہوتا ہے چہ جائیکہ زیادہ اور اس میں
سلام کے استحباب اور اس کے ادب کی رعایت میں کمال مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے
البتہ مواقعِ مستثنیٰ میں پرہیز کرتے جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

آج کل چونکہ یہ سنت کافی حد تک متروک ہو چکی ہے اسلئے اس کے افشا میں مبالغہ

کرنا چاہئے اور ہمارے حضرت صاحب قدس سرہ السامی احیائے سنت پر بہت زیادہ حریص تھے کہ حدیث شریف میں ہے کہ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ (ترجمہ) جس نے فسادِ امت کے وقت میری کسی سنت کو زندہ کیا اس کے لئے سو شہید کے برابر اجر ملے گا۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ (المشکوٰۃ)

حج بیت اللہ شریف

حضرت صاحب قدس سرہ کو زیارتِ حرمین شریفین کا شوق از حد دامنگیر تھا چنانچہ آپ نے ایک دفعہ حج ادا فرمایا شیخ عبد اللہ شیبی بن شیخ عبد القادر شیبی سے اجازتِ استغفار کبیر حاصل کی اور یہی شیخ عبد القادر ابن حج میں آپ کے معلم بھی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "میں نے مقاماتِ مستجاب میں دعا کی ہے کہ اللہ پاک میری جماعت کے لوگوں کو بھی حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف فرمائے۔ اور اس کی قبولیت کے آثار بھی وہیں ظاہر ہو گئے تھے"۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت کی زندگی ہی میں جماعت کے بہت سے لوگوں نے حج بیت اللہ و زیارتِ حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا اور بہتوں نے آپ کے وصال کے بعد اور ہر سال جماعت کے کچھ نہ کچھ لوگ اس سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً کے وقت عجیب و غریب فیوض و برکات و انعاماتِ الٰہی حاصل ہوئے ہیں کہ زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔ نیز فرمایا کہ خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے لئے لوگ کلید بردار خادم کو کچھ روپے نذرانہ دے کر اندر جاتے تھے اور بڑی بھیڑ اور دھکا پیل بھی تھی یہ عاجز ایک طرف کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا کروں، اللہ پاک کی جناب میں دعا کی چنانچہ قبول ہوئی۔ خانہ کعبہ کے خادم نے اس عاجز کو اشارہ کر کے بلایا اور اندر داخل کر دیا۔ پھر یہ عاجز اپنی مرضی سے

کافی دیر اندر رہا کسی نے جلدی نکلنے کا تقاضا نہ کیا۔ مسنون مقام پر نماز پڑھی دعائیں مانگیں اور اپنی مرضی سے باہر آیا۔ او کما قال۔

دوسری دفعہ بھی آپ کا حج کو جانے کا ارادہ تھا اور اس سفر کے لئے زادِ راہ کی رقم تیار کر رکھی تھی کہ دوسری جنگِ جرمن کی وجہ سے راستہ کی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ حکومت نے راستہ بند کر دیا مجبوراً رکنا پڑا پھر کوئی موقع میسر نہ آیا اور ابھی جنگ ختم نہ ہوئی تھی اور راستے نہیں کھلے تھے کہ آپ اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حُلیہ مبارک

؎ دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار ٭ گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

قد میانہ پورا، سڈول جسم، اعضا نہایت متناسب، رنگ سفید گندمی داڑھی کم گنجان، ٹھوڑی پر رخساروں کی بہ نسبت ذرا زیادہ بال تھے مگر مُشت بھر سے چھوٹے اس لئے کٹانے کی نوبت ہی نہ آتی تھی، کشادہ پیشانی، ناک کھڑی، لبیں باریک رکھتے کبھی مشین سے کبھی قینچی سے باریک کراتے تھے، آنکھیں سرمئی پُتلیاں سیاہ، سر کے بالوں پر کبھی استرہ کراتے تھے اور کبھی مشین۔ بدن نہایت ملائم تھا۔ سردیوں میں ہاتھ پاؤں نہیں پھٹتے تھے اس لئے موزے وغیرہ نہیں پہنتے تھے۔ رانیں اور پنڈلیاں بھری ہوئیں، دوہرا بدن۔ گرمی کے موسم میں آپ کے جسم پر گرمی دانے نہیں نکلتے تھے حالانکہ ریاست بہاولپور میں گرمی بڑی شدت کی پڑتی ہے۔ ابتداء میں صحت اسقدر اچھی تھی کہ سردی میں بھی معمولی اور باریک کپڑا پہنتے تھے اور لوگ حیران رہتے تھے۔

لباس

سفید تہ بند جو آدھی پنڈلی سے ذرا نیچے تک ہوتا تھا کرتہ نیلی یا بادامی دھاری کی گبرون (شرٹنگ) یا سفید ململ وغیرہ کا کلیوں والا گھٹنے سے کچھ نیچا ہوتا آستین کوٹ کی وضع کی یعنی مونڈھے کی طرف سے کھُلی (چوڑی) اور پہنچے کی طرف سے

نسبتہً تنگ آگے سے تُرپی ہوئی۔ کیسہ داہنے پہلو پر۔ بنیان نہیں پہنتے تھے۔ صافہ سفید ململ کا پانچ سوا پانچ گز انگریزی کے انداز کا، اس کے نیچے سینکوں (گیہوں وغیرہ کی نالی) کی ٹوپی۔ اخیر عمر میں یعنی حج کے بعد عربی ٹوپی پر بھی صافہ باندھتے۔ رومال کندھے پر ڈالنے کے لئے ہوتا جو نماز کے لئے مصلے کا کام بھی دیتا تھا۔ سبز کاہی رنگ کا موٹے کپڑے کا ہوتا یا عربی رومال ہوتا۔ جوتے اپنے شہر کے دیسی ریاستی وضع کے پہنتے تھے۔ غسل کے وقت جوتے کو بھی دھو لیتے تھے۔ صفائی و پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے تھے، لباس بہت صاف ستھرا ہوتا تھا، کپڑا بہت کم میلا ہوتا تھا۔ سفر میں تقریباً چار پانچ جوڑے اور کچھ کتابیں جن میں علم فقہ، تعویذات کی بیاض، کوئی تصوف کی کتاب یا رسالہ، نیز اپنے وعظ وغیرہ کیلئے کچھ یادداشتیں شامل تھیں۔ ایک چھوٹی سی گٹھڑی کی شکل میں رکھتے تھے۔ ہاتھ میں عصا رکھتے تھے صدری کبھی پہنتے تھے۔ صدری عام طور پر سفر وغیرہ میں ٹکٹ اور پیسے رکھنے کے لئے پہنتے تھے ویسے نہیں البتہ سردیوں میں کالے اٹالین کی روئی دار صدری پہنتے تھے۔ نقدی پاس نہیں رکھتے تھے جب کسی کے پاس پہنچتے اس کے پاس یا سفر میں کسی رفیقِ سفر کے پاس امانت رکھ دیتے اور حسب ضرورت خرچ کے لئے اس سے دِلواتے رہتے تھے۔ پاجامہ (یعنی کم گھیر والی شلوار) بھی کبھی کبھی پہنا ہے۔

خوراک وغیرہ

کھانے پینے، سونے، اٹھنے بیٹھنے وجملہ امورِ زندگی میں سنت کی پابندی کا از حد خیال رکھتے تھے۔ سادہ غذا پسند فرماتے۔ سبزی خاص طور پر گھیا وغیرہ سے رغبت تھی۔ سادہ مونگ کی دال، سادہ شوربہ دار گوشت یا سبزی والا گوشت عام غذا تھی۔ مہمانوں کے ساتھ بھی نہایت سادگی کا برتاؤ فرماتے تھے ایک آدھ وقت مہمان نوازی کے طور پر کوئی میٹھی چیز حلوا وغیرہ بھی پیش کرتے تھے۔

کھانے میں تقویٰ اور طہارت کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ ایک ہی قسم کا سالن پکواتے تھے اور جہاں خود مہمان ہوتے تو وہاں بھی یہی تاکید فرماتے اگرچہ لوگ اپنی مرضی سے پھر بھی زائد تکلف کر جاتے تھے مگر جو پرانے ساتھی ہوتے تھے وہ حضرت کی خوشنودی کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ کھانا الگ برتن میں اکیلے کھاتے تھے مگر کبھی کبھی کسی کو شامل بھی فرما لیتے تھے (اور یہ تقویٰ کی وجہ سے ہوتا تھا) ہندوؤں کے کھانوں یا بے نمازی کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے اور جماعت کے دوستوں کو بھی تاکید فرماتے تھے اور یہ پابندی حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ ورحمۃ اللہ علیہ کی تمام جماعت میں پائی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے واقعات میں ہے کہ اگر لاعلمی میں کوئی ایسی چیز کھائی گئی جس کی طہارت وغیرہ میں خرابی تھی یا بے نمازی یا ہندو وغیرہ (غیر مسلم) کے ہاتھ کی تھی تو اندر سے طبیعت نے قبول نہیں کیا اور قے ہو گئی۔ اُس کنوئیں سے جس پر ہندو پانی بھرتے تھے وضو کرتے یا دیگر استعمال کے لئے پانی لینے سے بھی پرہیز کرتے تھے اور کبھی لاعلمی سے ایسا ہو گیا تو علم ہوتے پر اُن نمازوں کو لوٹاتے تھے اور کپڑے بدن کو پاک کرتے تھے۔ چائے، پان، حُقّہ وغیرہ کسی چیز کی عادت نہیں تھی بلکہ ان چیزوں کو اسراف میں شمار کرتے تھے۔ حُقّہ، سگریٹ بیڑی اور پان میں تمباکو کھانے وغیرہ سے بہت شدت کے ساتھ منع فرماتے تھے کہ منھ میں بدبو ہو اور اللہ کا ذکر کریں یہ بات ٹھیک نہیں ہے اور یہ انوارِ الٰہی سے محروم رہنے کا سبب بنتا ہے۔ کھانا دوپہر کو گیارہ بجے کے اندازے سے کھا لیتے تھے اس کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے تک قیلولہ فرماتے تھے اور سفر میں شام کا کھانا مغرب کی نماز کے بعد تناول فرماتے تھے اور گھر پر عصر کے بعد یعنی مغرب سے پہلے کھا لیتے تھے۔ صبح کو ناشتہ نہیں فرماتے تھے۔

رفتار جب ذرا دور جانا ہوتا تو بہت تیز چلتے تھے گویا کہ زمین اُن کے پاؤں کے نیچے سمٹ رہی ہے اور ساتھ والوں کو یا تو بہت تیز یعنی تقریباً بھاگ کر چلنا پڑتا یا وہ پیچھے رہ جاتے۔ عام چلنے میں بھی دوسروں سے تیز ہی ہوتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بلندی سے نیچے کی طرف اُتر رہے آرہے ہیں۔ دونوں پاؤں یکساں قوت کے ساتھ اُٹھتے تھے اور پڑتے تھے حتیٰ کہ جوتا یکساں گھستا تھا اور کسی خاص طرف کو جھکتا نہیں تھا (عن علی بن ابی طالب فی الحدیث اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ تَکَفُّؤاً کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ الحَدِیْثِ۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے تو آگے کی جانب جھکے ہوئے چلتے تھے گویا بلندی سے نشیب میں اُترتے ہیں۔ (مشکوٰۃ) دیگر عن ابوھریرۃ فی الحدیث وَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ مِنْ مَشْیِہٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہٗ اِنَّا لَنُجْھِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّہٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ رواہ الترمذی (ترجمہ) میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رو چلنے میں نہیں دیکھا گویا زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لپٹی جاتی تھی تحقیق ہم البتہ کوشش میں ڈالتے تھے اپنی جانوں کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پروا کرنے والے نہ تھے یعنی بے تکلف تیز چلتے تھے)۔

اخلاق و عادات

؎ سعیدِ ازل آمدہ نامِ او ٭ سعادت بود اولیں گامِ او

آپ سراپا اخلاق تھے اور حقوق العباد کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ گھر والوں کے جائز حقوق ادا کرنے میں پوری سعی فرماتے تھے چنانچہ آپ نے دونوں صاحبزادوں کو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے بڑی سعی فرمائی اور دونوں صاحبزادے بفضلہ تعالیٰ فارغ التحصیل عالمِ باعمل ہیں۔ پڑوسیوں کے حقوق، اہلِ محلہ اور اہلِ شہر سے معاملات اور ان لوگوں کے حقوق کا لحاظ یہانتک کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک فرماتے تھے

مریضوں کی عیادت[5] فرماتے اور ان کے لئے دعا فرماتے اور تعویذات اور جھاڑ پھونک وغیرہ جو سلسلہ میں متوارث ہیں اُن کے لئے تیار فرماتے اُن کی مالی امداد بھی فرماتے۔ ہندو بھی آپ سے تعویذات لیتے رہتے تھے اور ان کے لئے تعویذ میں آیاتِ قرآنی و حدیث شریف نہیں لکھتے تھے بلکہ دوسرے نقوش جو حضرات میں مستعمل ہیں دیتے تھے اور یہ فرماتے کہ فائدہ کے بعد اس کو کنوئیں وغیرہ میں ادب سے ڈالنا تاکہ بے ادبی نہ ہو۔ بعض مریضوں کے دفعِ مرض کے لئے توجہ بھی فرمائی ہے اور اس توجہ کے اچھے اثرات ظاہر ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے جنازہ کے ساتھ جاتے (مشایعت کرتے)۔ محلہ کی مسجد کے لئے میت کے غسل کے واسطے تختہ بنوایا یہاں پہلے اس کا رواج نہیں تھا۔ خود جا کر لکڑی خریدوائی اور جناب مستری شمس الدین صاحب اسمٰعیل آباد والے کو ساتھ لیکر خود اٹھا کر لائے اور تیار کرا کر رکھا وہ اب تک موجود ہے اور آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔ حتی الامکان ایام مسنونہ میں سفر فرماتے اور ماثورہ دعائیں پڑھتے، دِنوں کو نحس نہ جانتے تھے، خلافِ شرع جلسوں اور دعوتوں میں شرکت نہ فرماتے۔ مشروع و محتاط دعوتوں میں شرکت فرما لیتے تھے۔ آدابِ شرع کے ترک پر بہت استغفار فرماتے۔ نعمتوں کا شکر اور تکالیف پر صبر فرماتے تھے بلکہ مقاماتِ عشرۂ سلوک یعنی توبہ[1]، انابت[2]، زہد[3]، قناعت[4]، ورع[5]، شکر[6]، صبر[7]، توکل[8]، تسلیم[9] رضا[10] آپ کی عادتِ ثانیہ بن چکے تھے۔ وضو مسواک کے ساتھ فرماتے تھے۔ غریبوں کی مدد فرماتے۔ بعض طالب علموں کے لئے کھانا بھی گھر سے مقرر تھا اور ان کو گھر میں جگہ بھی دی

---

[5] عَنْ اَنَسٍ رض یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتْبَعُ الْجَنَازَۃَ (الحدیث) حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ چلتے۔ (الحدیث)

ہوئی تھی۔ محلہ کی مسجد کی خدمت خود بہت زیادہ کرتے، اس کا کچھ حصہ اپنے خرچ سے خود بنوایا۔ اُس مسجد میں سفیدی کرائی جس میں سبز کاہی رنگ ملایا خود پاس بیٹھ کر پکایا اور یہ خیال فرمایا کہ روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضریٰ کی سبزی کا اتباع کر کے اس مسجد میں رنگ کرایا جائے جو پختہ ہو چنانچہ اب تک وہ رنگ بدستور ہے اور دیکھنے سے اب بھی روضۂ اطہر کے گنبدِ خضریٰ کا رنگ و نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ زبان نہایت شیریں، الفاظ بالکل عام فہم اور واضح (کھلے کھلے) ہوتے تھے[۱]۔ تقریر اور تحریر نہایت جامع اور مؤثر ہوتی تھی۔ بات کو دو تین دفعہ دہراتے تھے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے بلکہ بعض وقت چار دفعہ تک بھی دہراتے۔ فضول گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ طویل السکوت[۲] تھے۔

آپ کو خلافِ شرع امور اور بدعات سے بچپن ہی سے دلی نفرت تھی اور خلافِ شرع صحبت اور مقام کو ترک فرماتے تھے۔ آپ ہر شخص ادنیٰ و اعلیٰ واقف و اجنبی سے نہایت محبت اور اخلاق کا برتاؤ فرماتے۔ ایک دفعہ آپ سے ملنے کے بعد ہر شخص آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کا ہر ایک مرید اپنی جگہ یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کی سب سے

---

[۱] عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ فِي كَلَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيْلٌ وَتَرْسِيْلٌ رواہ ابوداؤد (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں (پڑھنے میں) ترتیل یعنی الفاظ واضح اور جدا جدا کر کے پڑھنا اور (گفتگو میں) ترسیل تھی یعنی بات ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایسا پے در پے اور متصل نہیں ہوتا تھا کہ سننے والے پر مشتبہ ہو جیسا تم لوگ پے در پے کلام کرتے ہو بلکہ حضرت اس طرح جدا جدا الفاظ بولتے کہ اگر کوئی گننا چاہتا تو ان کو گن لیتا۔ (متفق علیہ) (كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ۔)

[۲] كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ رواہ جابر بن سمرہ فی شرح السنۃ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک خاموش رہتے تھے۔

زیادہ محبت اور حسنِ سلوک میرے ہی ساتھ ہے۔ تواضع اور حلم حد درجہ تھا۔ نماز خود نہیں پڑھاتے تھے بلکہ اکثر و بیشتر حضرت مولانا محمد سعید گوہانوی یا حضرت مولانا حاجی عبدالمجید صاحب پڑھاتے۔ کبھی رفقائے سفر میں سے جس کو حضرت ارشاد فرماتے نماز پڑھایا کرتا اور جہاں کوئی امام مقرر ہوتا تو اس کے پیچھے پڑھ لیتے کبھی کبھی جماعت کے لوگوں اور مسجد کے نمازیوں کے اصرار پر آپ نے خود بھی نماز پڑھائی ہے جو نہایت پرسوز لہجے اور مؤثر انداز میں ہوتی تھی۔ آپ اکثر متبسم رہتے تھے کبھی آپ کو زور سے (آواز سے) ہنستے نہیں دیکھا گیا اگر کبھی کوئی بہت ہی زیادہ ہنسی کا موقع ہوتا تو آپ کپڑا وغیرہ منہ کے آگے کر لیتے اور قہقہہ مار کر کبھی نہیں ہنستے تھے البتہ مسکراہٹ ہر وقت منہ پر کھیلتی رہتی تھی (حدیث شریف میں آیا ہے: عن عبد اللہ بن الحارث ابن جزءٍ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رواہ الترمذی (ترجمہ) عبد اللہ بن الحارث نے کہا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا نیز عن عائشۃؓ قَالَتْ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِکًا حَتّٰی اَرٰی مِنْہُ لَھَوَاتِہٖ اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ رواہ البخاری (ترجمہ) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ میں آپ کا کوّا جو تالو میں ہوتا ہے دیکھوں بیشک آپ اکثر مسکراتے تھے)۔

حقوقِ ہمسائگی

آپ اپنے ہمسایوں کے حقوق کی بہت رعایت فرماتے تھے ان کی عیادت فرماتے اور ضروریات میں ان کے کام آتے تھے مستحقین کو اناج و پیسے وغیرہ بھی بہت تقسیم فرماتے رہتے تھے۔ آپ کے ایک ہمسایہ نور محمد نامی نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا تو ایک شخص روزانہ کنڈی کھٹکھٹاتا اور حال

دریافت کرکے دوائی بازار سے لاکر دے جاتا۔ گھر کے لوگ حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے؟ جب تندرست ہوگیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو میرے پڑوسی محمد سعید قریشی صاحب ہیں تب سے میں ان کی بزرگی کا بہت معتقد ہوا۔

زیرکی

(از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب) آپ بہت ہی ذہین اور زیرک تھے آپ کی رائے نہایت صائب اور برمحل ہوتی تھی۔ ابھی آپ چودہویں سال میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ تمام کاروبارِ خانگی کو خود سنبھالا۔ زمیندارہ کے کام میں خود دلچسپی لی، کم سنی میں ہی افسران آپ کو دیکھ کر تعجب کرتے بلکہ ڈپٹی کمشنر ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ بچہ عمر کا تو چھوٹا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ کار انسان ہے آپ کی دانائی چہرے سے عیاں تھی۔ تمام کام نہایت سلیقہ اور انتظام کے ساتھ فرماتے تھے گھر کا سامان اناج کپڑا وغیرہ جو اکٹھا لیا جا سکتا ہے چھ مہینے کے لئے اکٹھا خرید لیتے تاکہ پھر روزانہ ان ہی چیزوں میں طبیعت نہ اُلجھی رہے۔ سوائے روزمرہ کی چیزوں مثلاً گوشت سبزیوں وغیرہ کے، آپ نے زمینوں کے متعلق کاغذات اور رجسٹر نہایت باقاعدہ اور عجیب وغریب ترتیب کے ساتھ بنائے تھے کہ ہر زمانہ کی یادداشت بآسانی ان میں سے مل جاتی تھی اور بار بار پٹواری کے پاس جانے اور نقلیں و نقشے وغیرہ مانگنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

خلوت گزینی

آپ تنہائی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ گھر میں ایک خاص حجرہ تھا جس میں آپ بیٹھ کر اپنے عام معمولات پورے فرماتے گاہے گاہے گھر سے علیحدہ ہو کر جنگلوں میں چلے جاتے اور راستے میں ذکر فرماتے جاتے اور زبان سے لفظ اللہ اللہ جہر کے ساتھ ادا فرماتے اور فرماتے کہ جب چرند پرند اور ہر چیز اللہ اللہ

کر رہی ہے تو یہ عاجز کیوں غفلت کے ساتھ چلے اور ان کے ساتھ مل کر ذکر کیوں نہ کرے اس طرح زمین و درخت وغیرہ بھی گواہ رہیں گے کہ یہ ذکر کرتا تھا۔ (وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم الآیہ) سفر میں بھی آپ صبح کی نماز کے بعد سے اشراق تک اپنے معمولات و اسباقِ سلسلہ ادا فرماتے تھے۔

علمِ لدنی

(ولہٗ) علم دو قسم ہے (۱) لدنّی (۲) کسبی۔ کسبی کی مثال ایسی ہے کہ ایک تالاب کھود کر اس میں پانی بھر دیا جائے تو جتنا پانی اس میں بھرا گیا ہے اسیقدر رہے گا اور اگر اس میں کوئی نہر ملا دی جائے تو پھر اس میں سے خوب پیو، خوب جانوروں کو پلاؤ، جتنا خرچ کرو کم نہیں ہوتا اسی قدر نہر سے اور آجاتا ہے یہ علم لدنی کی مثال ہے۔ پس جو لوگ ظاہری علم پڑھتے ہیں جتنا پڑھتے ہیں اسی قدر ان میں رہتا ہے اور وہ جو مسئلے بتاتے ہیں کتابیں دیکھ کر بتاتے ہیں لیکن بعض درویشوں کو اللہ پاک علمِ لدُنی عطا فرماتا ہے جیسا کہ حضرت خضرؑ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔ یہیں سے یہ علمِ لُدنی کی اصطلاح قائم ہوئی ہے یعنی وہبی علم۔ چنانچہ حضرت صاحب کو علمِ لُدنی حاصل تھا اس لئے کہ جب دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے تو درویش لوگ دل سے فتویٰ دیتے ہیں اور روحِ مبارک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نور کا ایک منبع ان کے دل میں آجاتا ہے اور دل کے اندر سے ہی ساری باتیں سمجھ میں آتی رہتی ہیں کسی سے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ یعنی اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لیا کر اگرچہ تجھ کو مفتی صاحبان فتویٰ دیدیں۔ نیز فرمایا اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ

یَنظُرُ بِنُورِ اللہِ۔ یعنی مومن کی فراست (قلبی علم) سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

بہت دفعہ دیکھا گیا کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی جسقدر تقریریں ہمارے حضرت صاحب نے فرمائیں سب کی سب نفسِ مضمون کے عین مطابق ہوتی تھیں کسی جگہ بھی کچھ تفاوت نہ تھا بلکہ کبھی کبھی عجیب معانی بیان فرماتے کہ حیرت ہوتی۔ معمولی معمولی عبارتوں کو سمجھانے کے لئے ایسے عمدہ مضامین بیان فرماتے کہ کتابوں میں شاید ہی مل سکیں اور نفسِ مضمون اس طرح دلنشین ہوجاتا گویا کہ یہ واقعہ آنکھوں کے سامنے ہوا ہے یعنی شہود کی کیفیت حاصل ہوجاتی اور حدودِ شرع شریف سے سرِ مو تجاوز نہ ہونے پاتا۔ اکثر واقعات وواردات اور بزرگوں کے اقوال واحوال سے تقریر کو مزین ومشرح فرمایا کرتے تھے۔ جو درویش آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوتے تھے ان کو تصوف اور فقہ کے بعض رسائل وکتب کا باقاعدہ درس دیتے اور ان کی تقریرات میں اس قسم کی شرح وبسط فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی اور طبیعت کو اطمینان وسیری حاصل ہوتی تھی۔ جب آپ چاہتے کہ کسی درویش کو جو موجود نہیں ہے کچھ سکھایا جائے تو علیحدہ ایک مکان میں بیٹھ جاتے اور مراقبہ میں پڑھاتے رہتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حاجی محمد عثمان صاحب احمد پوری کو کافی دیر تک مراقبہ میں درس دیتے رہے۔ بعد میں (کسی دوسرے وقت) ان سے دریافت فرمایا کہ فلاں وقت میں نے آپ کو درس دیا تھا وہ (حاجی صاحب) فرمانے لگے کہ جی ہاں میں اسوقت اپنے مقام پر بیٹھا علم حاصل کررہا تھا۔ اس طرح آپ کو اشراقیین کا علم بھی حاصل تھا۔

تعبیرِ خواب

اللہ پاک نے آپ کو تعبیرِ خواب میں خاص ملکہ عنایت فرمایا تھا آپ اکثر نمازِ اشراق کے بعد احبابِ سلسلہ سے احوال اور خوابوں کے متعلق

استفسار فرماتے اور تعبیر بھی دیتے تھے جو نہایت برمحل اور موزوں ہوتی تھی کبھی کبھی صبح کی نماز کے بعد اذکار کے لئے خلوت میں تشریف لے جانے سے پہلے بھی دریافت فرما لیتے تھے مستری شمس الدین صاحب اسمٰعیل آبادی نے فرمایا کہ جب یہ فقیر احمد پور شرقیہ آیا ہوا تھا تو خواب میں دیکھا کہ عاجز کنوئیں میں گر گیا ہے۔ خواب کے بعد ہی تکلیف شروع ہو گئی۔ صبح کو علاج کے لئے شفاخانہ سے دوائی لی گئی مگر تکلیف بڑھتی گئی جس کی وجہ سے زندگی سے بالکل ناامید ہو گیا۔ جب حضرت کی دعائے مبارک سے شفا ہوئی تو فرمایا کیا کوئی خواب دیکھا تھا۔ عرض کیا جی ہاں حضرت رات کو کنوئیں میں گرنے کا خواب دیکھا تھا فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہی بیماری ہے جو تمہیں آچکی ہے۔ مریدین اپنے خطوط میں بھی خوابوں کا حال لکھتے اور آپ تعبیر تحریر فرماتے اور مبشرات کو ظاہر فرماتے رہتے تھے مگر ضروری نہیں تھا کہ سب کی تعبیر ضرور دیں (واللہ اعلم)۔

باہم مشورہ کرنا حضرت صاحب جب ہندوستان کے سفر پر تشریف لے جاتے تو جماعت کے خاص لوگوں یعنی اہل الرائے سے مشورہ فرماتے کہ سفر کا پروگرام کس طرح پر ہونا چاہئے اور کس کس جگہ کتنا کتنا قیام ہونا چاہئے جلسہ کی تاریخ وغیرہ اور دیگر امور دینی و دنیوی میں بھی حسب ضرورت مشورہ لیتے تھے اور ہمیشہ اس سنت پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ (آل عمران ع ۱۷) ترجمہ (اور آپ اُن سے کام میں مشورہ لیا کریں پھر جب (باہم مشورہ کے بعد ایک بات طے ہو جائے اور) آپ پختہ ارادہ کر لیں تو خدا پر توکل کریں (اور بلا پس و پیش اس کام کو کر لیں) بیشک

اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا عزم کیا ہے۔ فرمایا مُشَاوَرَةُ اَهْلِ الرَّاْیِ ثُمَّ اتِّبَاعُهُمْ (ابن کثیر) (یعنی اہل الرائے اصحاب سے مشورہ کر کے پھر ان کا اتباع کرے) اور مجمع الزوائد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے "یارسول اللہؐ جو بات ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ استعمال کریں فرمایا فقہائے عابدین (سمجھ دار خدا پرستوں) سے مشورہ کرو۔ وَلَا تَمْضُوْا فِیْهِ رَاْیَ خَاصَّةٍ (اور کسی ایک" دکے کی رائے مت جاری کرو)۔ ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (الشوری ع ۴) (اور وہ آپس میں مشورہ سے کام کرتے ہیں) پس معلوم ہوا کہ آپس میں مشورہ سے کام کرنا اللہ پاک کو پسند ہے دین کا ہو یا دنیا کا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہماتِ امور میں برابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابۂ کرامؓ آپس میں مشورہ کرتے تھے جہاد وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض احکام و مسائل کی نسبت بھی، بلکہ خلافتِ راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان ہی کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں اور جو چیز منصوص ہو اس میں رائے و مشورہ کی کوئی ضرورت نہیں اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو ورنہ اس کی بیوقوفی اور بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔

ایک دفعہ صوفی عبدالحی صاحب نے حضرت صاحب کو میرٹھ تشریف لانے کی دعوت دی جب حضرت ہندوستان کے سفر پر رہتک تشریف لائے تو صوفی عبدالحی صاحب

کو تحریر فرمایا کہ آپ رہتک آجائیں یہاں مشورہ کر لیا جائے گا۔ مکتوبِ گرامی عبداللہ پور پڑا رہا (کیونکہ اس پر عبداللہ پور کا پتہ درج تھا اور وہ صوفی عبدالحق صاحب کا جوابی خط تھا) اور صوفی صاحب مذکور میرٹھ میں تھے (صوفی صاحب عبداللہ پور کے رہنے والے تھے جو میرٹھ کے قریب واقع ہے اور اُن دنوں میرٹھ میں کاروبار کرتے تھے) حضرت رحہ نے ان کا انتظار کرنے کے بعد جماعتِ رہتک کے چند خاص دوستوں سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ پہلے پندرہ روز تک رہتک میں قیام رکھیں بعد میں کسی دوسری جگہ کا سفر کریں مگر چند روز کے بعد صوفی عبدالحق صاحب کا آدمی حضرت کو لینے کے لئے آگیا اب آپ نے دوبارہ مشورہ کیا کہ پہلے یہاں کا قیام پورا کیا جائے یا میرٹھ جانا چاہئے۔ اس مشورہ میں جناب مولانا حاجی عبدالمجید صاحب، حاجی محمد شفیع صاحب اور حاجی منشی حبیب اللہ صاحب موجود تھے حاجی محمد شفیع صاحب کا مشورہ تھا کہ پہلے رہتک کا قیام پورا کیا جائے۔ حاجی عبدالمجید صاحب اور حاجی منشی حبیب اللہ صاحب کا یہ مشورہ تھا کہ آپ پہلے میرٹھ تشریف لیجائیں کیونکہ اُن کا آدمی آیا ہوا ہے بعد میں رہتک واپس تشریف لا کر یہاں قیام فرمائیں۔ دورانِ گفتگو حاجی محمد شفیع صاحب ذرا اونچی یعنی غصہ کی آواز سے منشی حبیب اللہ صاحب سے بولنے لگے۔ حضرت نے فرمایا اچھا قرعہ اندازی کر لو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا قرعہ رہتک میں ٹھہرنے کا نکلا اور بات طے ہوگئی۔ شام کو جب حاجی محمد شفیع صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں کھانا لائے تو اسوقت حاجی منشی حبیب اللہ صاحب بھی بیٹھے تھے اور کوئی دوسرا آدمی وہاں نہیں تھا۔ حضرت نے فرمایا حاجی صاحب! آپ اتنے دن تک میری صحبت میں رہے مگر (غصہ کی) کوئی اصلاح نہیں ہوئی یہ میری شامتِ اعمال ہے۔ ان کلمات کا حاجی صاحب پر بہت اثر ہوا حضرت صاحب سے معافی مانگی اور منشی حبیب اللہ صاحب سے بھی معافی مانگی اور دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے (بروایت حاجی محمد شفیع صاحب)

قیامِ مساجد و مدارس آپ کو مساجد کی تعمیر و آبادی اور مدارس کے قیام کا بہت خیال رہتا تھا۔ اپنے محلہ کی مسجد کا اکثر حصہ آپ نے تعمیر کرایا اور دوسری قریب کی مسجد کو جو آپ مخدوم زادۂ کلاں مولانا مولوی محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کے جدید مکان سے متصل ہے آپ نے از سرِ نو تعمیر و مرمت کرایا اور رمضان المبارک میں تراویح و اعتکاف وغیرہ وہاں ادا فرماتے رہے تاکہ مسجد کی آبادی قائم رہے۔ گوہانہ ضلع رہتک کے اسٹیشن کے قریب مسجد کی تعمیر میں کافی دلچسپی لی۔ بڑوتہ کے مدرسہ اور مسجد کے انتظام میں بہت دلچسپی لیتے رہے۔ اسمٰعیل آباد ضلع کرنال کے مدرسہ کی تعمیر و قیام و انتظام میں بھی صوفی علی نواز صاحب وغیرہ آپ سے رائے و مشورہ لیتے رہے اور آپ کی دعا کی برکت سے مدرسہ و مسجد با رونق تھے۔ اور بھی کئی جگہ حتی الامکان حصہ لیتے رہے اور اس کام سے بہت خوش ہوتے تھے۔

سالانہ جلسہ کا انعقاد حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے درِ دولت پر فقیر پور میں سالانہ جلسہ منعقد ہوتا تھا اور جب حضرت موصوف نے نقلِ مکانی کر کے ایک نئی بستی مسکین پور آباد کی اور اس میں سکونت اختیار فرمائی تو پھر سالانہ جلسہ بھی مسکین پور میں منعقد ہونے لگا جس میں آپ کے اور آپ کے خلفاء کے مریدین دور دراز سے سفر کر کے یعنی ہندوستان کے مختلف مقامات اور سندھ، سرحد، کوئٹہ، بلوچستان، پنجاب وغیرہ سے جہاں جہاں جماعتوں کے لوگ تھے جلسہ میں حاضر ہوتے تھے۔ جس میں وہ علماء کرام جو آپ کے مرید ہوتے تھے مواعظِ حسنہ سے محظوظ و مستفید فرماتے اور حاضرینِ مجلس حضرت کی توجہات و فیوضات سے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے اور اس خاک میں لوٹتے، لیٹتے، اور لنگر کے طعام کو جو درویشوں ہی کا پکایا ہوا ہوتا تھا

اپنا سرمایۂ محبت وایمان جانتے تھے۔ یہ جلسہ ایک دن ایک رات منعقد ہوتا اور دوسرے دن صبح کو بعد ختمِ قرآن پاک ایصالِ ثواب کر کے دعا وغیرہ کے بعد ختم کر دیا جاتا تھا۔ اب بھی یہ جلسہ مسکین پور میں ہر سال بدستور منعقد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کو جاری رکھے اور بہت مخلوق کو مستفیض فرمائے۔ آمین۔

چونکہ حضرت کا سلسلہ دور دراز ممالک اور علاقوں میں پھیل چکا تھا اور اسقدر طویل سفر کر کے ہر صاحبِ ذوق وشوق حاضر نہیں ہو سکتا تھا اور چونکہ اس جماعتی یادِ الٰہی اور وعظ ونصائح اور ایصال ثواب وغیرہ سے طالبان کو بہت فائدہ ہوتا تھا و شیخ کی زیارت اور اپنے پیر بھائیوں سے ملاقات اور ایک دوسرے سے فیوض وبرکات و محبت وطریقت کا حصول اجتماعی طور پر اس میں حاصل ہوتا تھا اس لئے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو فرمایا کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں کسی ایک مناسب مقام پر بطریقِ مذکور سالانہ جلسہ منعقد کیا کریں تاکہ جو طالبانِ مولا یہاں مسکین پور کے جلسہ میں حاضر نہیں ہو سکتے وہ وہاں قریب جمع ہو کر فیوض وبرکاتِ اجتماعی وانفرادی سے مستفید ہوا کریں۔ بنا بریں ہمارے حضرت پیر ومرشد قدس سرہ العزیز نے اپنے پیر ومرشد قدس سرہٗ کے اس ارشاد کی تعمیل میں بمقام گوہانہ سالانہ جلسہ کی بنیاد ڈالی ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

پس کئی سال تک یہ جلسہ گوہانہ ضلع رہتک میں منعقد ہوتا رہا اور جب گوہانہ کی ریلوے لائن دوسری جنگِ جرمن کے زمانہ میں کسی ضرورت کے تحت انگریزوں نے بند کر دی اور اس کی پٹڑی اکھاڑ کر دوسری جگہ لے گئے تو لوگوں کا یہاں پہنچنا مشکل ہو گیا اس لئے احباب کے مشورہ سے حضرت نے یہ جلسہ بمقام پانی پت مقرر فرمایا چنانچہ آپ کی حیاتِ مبارکہ

میں بھی اور آپ کے وصال کے بعد بھی پانی پت میں بمقام مسجد سالار گنج جلسہ منعقد ہوتا رہا اور جماعت کے کافی لوگ اس جلسہ میں شمولیت کرتے اور فیضیاب ہوتے رہے دوسرے لوگ بھی جلسہ میں حاضر ہوتے اور وعظ و نصائح سے مستفید ہوتے تھے جلسہ کی شمولیت کی برکات وہ حضرات خوب جانتے ہیں جو اس میں شامل ہوتے رہے ہیں۔

جب پاکستان بننے کے بعد تقریباً سب نہیں تو اکثر و بیشتر حضرات مغربی پاکستان میں ہجرت کر کے چلے آئے تو جناب چچا صاحب و صاحبزادہ صاحب و حضرت مولانا گوہانوی مدظلہم العالی وغیرہم کی توجہات اور کوشش و مشورہ سے یہ جلسہ بمقام مظفر گڈھ منعقد ہونے لگا اور گذشتہ سے پیوستہ سال جب مظفر گڈھ میں جلسہ منعقد ہوا تو بعض مصالح کی بناپر اور مولانا گوہانوی مدظلہ العالی کی تجویز پر مشورہ میں یہ بات طے ہو گئی کہ آئندہ یہ جلسہ حضرت کے وطنِ مالوف احمد پور شرقیہ ہی میں منعقد کیا جایا کرے۔ چنانچہ نومبر سنہ ۱۹۵۴ء میں یہ جلسہ پہلی دفعہ بمقام احمد پور شرقیہ محلہ کرڑہ احمد خاں صاحب منعقد ہوا اور جماعت کے کافی لوگ اس میں شامل ہو کر فیضیاب ہوئے۔ اب تک یہ جلسہ بدستور احمد پور شرقیہ میں ہر سال منعقد ہوتا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ حسبِ دستور یہ جلسہ منعقد ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس نیک مقصد کو تا قیامِ قیامت برقرار رکھے اور اس کو شرع شریف کے عین مطابق منعقد کرائے اور بدعات و نامرضیات سے پاک و مبرا رکھ کر اس کے فیوض و برکات سے تمام اہل اللہ اور تمام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے مستفیض فرما کر فائز المرام فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تعویذات و عملیات

آپ تعویذات بھی دیتے رہتے تھے۔ فوائد عثمانی میں جو اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے تعویذات درج ہیں آپ کے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ان کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور وہ آپ کی بیاض میں درج تھے اکثر وہی استعمال

فرماتے تھے کبھی کبھی دوسرے سلسلوں کے تعویذات بھی دوسری کتب سے استعمال فرمائے ہیں اور بعض تعویذات و عملیات جن کی دوسرے بزرگوں سے اجازت تھی ان کو بھی استعمال فرمالیتے تھے (یہ سب تعویذات خاکسار مؤلف نے کتاب عمدۃ السلوک حصہ دوم میں درج کر دیئے ہیں وہاں سے مفصل ملاحظہ فرما سکتے ہیں)۔

فرماتے تھے کہ تعویذات دینا بھی خدمتِ خلق ہے اور اس ذریعہ سے لوگوں کا اعتقاد قائم ہو کر ان کے آنے جانے کا سلسلہ بن جاتا ہے اور اس طرح اللہ کا ذکر بتانے اور تبلیغِ اسلام میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ جب آپ کسی کو تعویذ دیتے تو فرما دیتے تھے کہ نماز پڑھا کرو اور جو نمازی ہوتا اس کو ذکر کا طریقہ تلقین فرماتے اور دوسری شرعی خامیوں اور کمزوریوں کی طرف توجہ دلاتے۔ تعویذات پر کوئی اجرت نہ لیتے تھے اور نہ اس کو ذریعۂ شہرت بنایا تھا۔ وقت بھی مقرر تھا یعنی نمازِ اشراق کے بعد سے دوپہر کے کھانے سے پہلے تک کے وقت میں جو بھی آکر لے جائے اس کے بعد نہیں (اِلّا ماشاءاللہ) تاکہ دوسرے مشاغل میں رکاوٹ اور تبلیغ و خدمت اسلام میں کمی کا باعث نہ ہو جائے۔ (لوگوں کو تو آجکل ایسی عادت ہو گئی ہے کہ معمولی معمولی باتوں کے لئے جن کا حل تدبیر و علاج اور ہمت و کوشش پر منحصر ہے تعویذات سے حل کرنے کی فکر کرتے ہیں اور بلا وجہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اور ڈھونگ باز لوگوں نے تعویذات و عملیات کو اپنا ذریعۂ معاش بنا کر لوگوں کو طرح طرح کے غلط عقائد میں مبتلا کر رکھا ہے۔ واللہ اعلم)۔

بعض وقت حلِّ مشکلات کے لئے کوئی دعا یا وظیفہ پڑھنے کیلئے بتا دیتے چنانچہ مولانا صاحب گوہانوی نے فرمایا کہ ایک دوست نے بے روزگاری کے بارے میں لکھا جواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں عمل کرو (یعنی رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ) چنانچہ اس نے پڑھا اور

کام ہو گیا۔ خاکسار مؤلف کو یاد ہے کہ آپ دفعِ شرِّ اعداء کے لئے فرمایا کرتے کہ یہ پڑھو
"یٰسٓ وَالْقُرْاٰن شر دفع مشکل آسان" اس کو اس عاجز نے بھی مجرب پایا ہے تعداد
یاد نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ جس قدر ہو سکے پڑھتا رہے واللہ اعلم۔

مخدوم زادہ مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ ڈہرانوالہ ریاست
بھاولپور میں یہ عاجز کچھ عرصہ مدرس رہا ہے وہاں ایک شخص کو شادی کی بہت دُھن تھی
مگر کہیں کام نہیں بنتا تھا۔ آدمی بہت سیدھا سادہ تھا لوگ اس کا مذاق اڑاتے رہتے ہم
بھی اس سے مذاق کرتے رہتے تھے ایک دن میں نے اس سے کہا کہ ایک بزرگ کا پتہ بتاتا ہوں
تم ان کو لکھو وہ کوئی وظیفہ شادی کے لئے بتا دیں گے اور میرا نام ان کو نہ بتانا۔ غرض میں نے
والد صاحب کا نام اور پتہ اس کو لکھدیا چنانچہ وہ خود حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے
اس کو بتایا کہ یہ وظیفہ پڑھا کر" ؎

ہر دم دعا ہا می کنم بر خاک می مالم جبیں　　این دو نشاں را جمع کن یا جامع المتفرقیں

بعد نمازِ تہجد اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ دفعہ پڑھا کر اور درمیان میں یہ
پڑھا کر۔ یا کریم کرم کن یا رحیم رحم کن سخت دل کو نرم کر۔" چنانچہ اس نے پڑھا اور
چند دن کے بعد ایک جگہ اس کی شادی ہو گئی۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اس کے
بعد میں نے اسی وظیفہ کو اس غرض سے پڑھا کہ یہاں سے تبادلہ ہو کر گھر پر چلا جاؤں،
چنانچہ چند دن کے بعد میرا تبادلہ بھی گھر پر احمد پور شرقیہ کا ہی ہو گیا اور اہل و عیال میں
پہنچ گیا۔ (یہ وظیفہ بغیر کسی عنوان کے حضرت کی بیاض میں بھی لکھا ہوا ہے وہیں سے
دیکھنے پر مولانا صاحب موصوف کو واقعہ مذکورہ یاد آیا اور اس عاجز کو سنایا۔ واللہ اعلم۔

(ولہٗ ایضاً) ایک دفعہ اس عاصی عاجز سے فرمایا کہ یہ اشعار (عبارت بطریقِ اشعار)

مسجد سکھا تو الہ باغ میں لکھ آؤ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی چنانچہ وہ عبارت آپ نے ایک تختی پر لکھ کر دی (غالباً حضرت کو یہ حال ہوا تھا اور شاید یہ قبل از بیعت کا واقعہ ہے) شام کا وقت تھا مسجد سنسان جگہ میں واقع ہے میں اکیلا ڈرتا ڈرتا گیا اور لکھ آیا اسوقت میری بہت چھوٹی عمر تھی اب تک وہ عبارت وہاں لکھی ہے۔ اللہ پاک نے دعا قبول فرمائی اور سب علوم بفضلہ تعالیٰ حاصل ہوئے۔ بعدہ اس کے قریب بھائی محمد شریف صاحب کے ہاتھ کی بھی وہی عبارت لکھی ہوئی ہے نہ معلوم اس نے کس کے کہنے سے لکھی۔ وہو ہذا۔

یا الٰہی ہر دو جہاں میں عزت بخش مجھے	علم و عمل فراخ دستی دے مجھے
آسان کردے علم عربی و فارسی و انگریزی وغیرہ مجھے	غرض عالم و فاضل خوشنویس فاضل سنی بنا مجھے
کر دعا قبول اے مجیب الدعوات مری	طفیلِ نبی آخر الزماں اور اس کے آل و اصحاب جری

تقویٰ (پرہیزگاری)

قال اللہ تبارک وتعالیٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (بیشک تم میں سب سے زیادہ بزرگ اور اللہ کے نزدیک مقاماتِ قرب پانے والا وہی شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو) شریعت کے دو جز ہیں (۱) اوامر یعنی جن کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا۔ (۲) نواہی یعنی جن امور سے بچنے کا حکم دیا۔ ان منع کی ہوئی باتوں سے بچنے کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور جن چیزوں کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر ان کو کرلیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور نہ کریں تو کوئی گناہ نہیں اس کو مباح کہتے ہیں۔ مباح پر عمل کو رخصت اور اس کے ترک کو عزیمت کہتے ہیں۔ مباح پر عمل (رخصت) سے اس کا ترک (عزیمت) اولیٰ و افضل ہے جتنا کوئی اولیٰ اور افضل پر عمل کرے گا اتنا ہی زیادہ متقی ہوگا اور جتنا زیادہ متقی

ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقاماتِ قُرب سے نوازیں گے بعض اوقات عزیمت کا ترک اور رخصت پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے اس وقت یہی صورت تقویٰ کے مناسب ہوگی پس ؎ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ ان سب امور کی تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

اب یہ عاجز تقویٰ کی مختصر تعریف کے بعد اس کی مزید تشریح کے لئے حضرت خواجۂ خواجگان پیرِ پیران مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۲۶ جلد اول کا وہ حصہ جو ورع و تقویٰ کے متعلق ہے درج کرتا ہے تاکہ مضمونِ ہذا کو تقویت و برکت حاصل ہو، اس کے بعد صاحبِ سوانح قدس سرہ العزیز کے حالات متعلق بہ تقویٰ درج کئے جائیں گے۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی ہمارا رسول جو چیز تمہیں دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔ نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے رُک جانا۔ ان دونوں چیزوں میں سے بزرگتر جزو آخری ہے جو ورع و تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّاٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ شَيْءٌ يعني الورع (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص کا ذکر عبادت اور اجتہاد سے متعلق کیا گیا اور دوسرے کا ذکر ورع کے ساتھ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورع (پرہیزگاری) کے برابر کوئی چیز نہیں[1]۔ اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مِلَاكُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ تمہارے دین کی اصل پرہیزگاری ہے اور انسان کی فضیلت فرشتوں پر اسی جزو سے ثابت ہے اور قرب کے درجوں پر ترقی بھی اسی جزو سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ فرشتے

[1] المشکوٰۃ عن جابر رضی اللہ عنہ

پہلے جزو میں شریک ہیں اور ترقی ان میں مفقود ہے پس ورع و تقویٰ کے جزو کا مدِ نظر رکھنا اسلام کے اصلی مقصودوں اور بڑی ضروریات میں سے ہے۔ یہ جزو کہ جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور بقدرِ ضرورت مباحات پر کفایت کی جائے، کیونکہ مباحات کے اختیار کرنے میں باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ (جو جانور چراگاہ کے گرد پھرا قریب ہے کہ اس میں جا پڑے)۔ پس کمالِ تقویٰ کے حاصل ہونے کے لئے بقدرِ ضرورت مباحات پر کفایت کرنا ضروری ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ اس میں وظائفِ بندگی کے ادا کرنے کی نیت ہو ورنہ اس قدر بھی وبال ہے اور اس کا قلیل بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے اور جب فضول مباحات سے پورے طور پر بچنا تمام اوقات میں اور خاص کر اسوقت (آجکل) بہت ہی دشوار ہے اسواسطے محرمات سے بچ کر حتی المقدور فضول مباحات کے اختیار کرنے کا دائرہ بہت تنگ کرنا چاہیئے اور اس ارتکاب میں ہمیشہ پشیمان ہونا چاہیئے اور توبہ و بخشش طلب کرنی چاہیئے اور اس کو محرمات میں داخل ہونے کا دروازہ جان کر ہمیشہ حق تعالیٰ کی جناب میں التجا اور گریہ وزاری کرنی چاہیئے شاید کہ ندامت اور استغفار اور التجا و تضرع فضول مباحات سے بچنے کا کام کر جائے اور اس کی آفت سے محفوظ کر دے۔ ایک بزرگ نے فرمایا اِنْکِسَارُ الْعَاصِیْنَ اَحَبُّ مِنْ صَوْلَۃِ الْمُطِیْعِیْنَ (گناہگاروں کی عاجزی فرمانبرداروں کے دبدبہ سے بہتر ہے)۔ اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے ایک وہ قسم ہے جو اللہ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے اور دوسری کی رعایت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ غنیِ مطلق اور بڑا

رحم کرنے والا ہے اور بندے فقرا اور محتاج اور بالذات بخیل اور کنجوس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص پر اس کے بھائی کا مالی یا اور کسی قسم کا حق ہو تو اس کو چاہیئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے قبل اس کے کہ اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو صاحب حق کے حق کے موافق لے کر اس کو دیدیا جائیگا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحبِ حق کی برائیاں اس کی برائیوں پر زیادہ کر دی جائیں گی۔ اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے حاضرین نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار و اسباب وغیرہ کچھ نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز و روزہ سب کچھ کر کے آئے مگر ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہو اور کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو اور کسی کا خون گرایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک حق دار کو اس کے حق کی برابر نیکیاں دیدی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کے برابر نہ ہوئیں تو ان حقداروں کے گناہ لے کر اس کی برائیوں میں شامل کئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے (انتہی کلامہ الشریف)۔

ویسے تو ہمارے حضرت دادا پیر صاحب غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سب مریدوں میں تقویٰ کا خاص اہتمام ہے اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ نہایت خیال سے اس کی جانچ کرتے اور تاکید فرماتے رہتے تھے کہ تقویٰ کا دامن کسی وقت بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے حتیٰ کہ حضرت کی جماعت اور ان کے خلفاء کی جماعت میں حقہ سگریٹ پان تمباکو چائے وغیرہ مباحات غیر ضروریہ سے نہایت درجہ پرہیز تھا اور بے نمازی اور غیر مسلم کے

ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں اور ان کے برتنوں اور کنوؤں کے پانی کے استعمال سے تا بمقدور پرہیز کرتے تھے حتیٰ کہ جماعت کے بعض لوگوں کو بے خبری میں ایسی چیز جو بے نمازی یا غیر مسلم کی پکائی ہوئی ہو کھانے کا اتفاق ہو گیا تو قلب اس کو قبول نہ کرتا اور قے ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سفر میں جب ایسی جگہ جانا ہو جاتا تو یہ حضرات خشک سامان یعنی بھُنے ہوئے چنے ستّو وغیرہ سفر میں ساتھ رکھتے تھے۔

ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہ السامی کو تو اس معاملہ میں بہت ہی زیادہ اہتمام تھا حتیٰ کہ بیماری میں ڈاکٹری دواؤں تک سے اس لئے حتی الامکان بچتے تھے کہ ان میں اسپرٹ ہوتی ہے جس کے جواز و عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے اور نذر و نیاز (جو آجکل رسمی پیروں میں کثرت سے رائج ہے) کے لینے سے بھی نہایت مبالغہ کے ساتھ انکار فرما دیتے تھے۔ ہاں سنّت کے مطابق ہدیہ لینے دینے میں جو کسی رسم کی پابندی کے بغیر ہو اور نفس کو پہلے سے اس کا انتظار و رغبت بھی نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے اور اہلِ محبت و قدیم رفقا سے جن کی طبیعت سے واقف ہو جاتے کہ بلا کسی نیت و اخلاص کی خرابی کے اور بغیر پابندئ رسم و رواج محض محبت کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے تو وہ ہدیہ قبول فرما لیتے۔ اب ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔

منقول از مولٰنا محمد سعید صاحب گوہانوی

(۱) ایک روز فرمایا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہندوستانی لوگوں کا لباس بہت مختصر ہوتا ہے کپڑا تھوڑا خرچ ہوتا ہے (غالباً کرتہ کا خیال دل میں آیا ہوگا)

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کرتہ زانو کے نیچے تک ہونا چاہیے (حاکم نے بسندِ صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا تھا یعنی نصف پنڈلیوں تک) اچانک یہ خیال آتا تھا کہ تہمد کھل گیا اور نیچے زمین پر گر گیا۔ الحمد للہ کہ کرتہ سنّت کے مطابق پہنے ہوئے تھا اس وجہ سے بدن یعنی ستر عورت نہ کھل سکا اور حدِ شرعی قائم رہی چنانچہ میں نے توبہ کی اور یقین میں اضافہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بالکل صحیح ہے اور ہر سنّت میں بڑے بڑے راز اور حکمتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اتباعِ سنّت نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۲) ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سے ملاقات کو بہت طبیعت چاہتی ہے مگر ادب مانع ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی طبیعت بہت نازک ہے مجھ سے پورا ادب نہ ہو سکے گا اس لیے ملاقات کی جرأت نہیں ہوتی۔

(۳) ایک روز ایک دوست نے آپ کو کچھ رقم کرایہ کے لئے پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے کرایہ سفر مل چکا ہے مجھے اور اضافہ نہیں کرنا ہے میرا مقصد اللہ کے دین کی خدمت کر کے اس کی رضا حاصل کرنا ہے چندہ مقصود نہیں ہے۔ (حضرت صاحب ابتداء میں اپنے خرچ پر سفر کرتے تھے بعد میں جہاں کئی دفعہ آنا جانا ہو چکا اور کافی لوگ داخلِ سلسلہ ہو کر فیضیاب ہو گئے اور باطنی نعمت کی قدر کرنے لگے تو لوگ حضرت کو دعوت دیتے اور کرایہ کی رقم بھیج دیتے کبھی یکطرفہ بھیج دیتے اور دوسری طرف کا واپسی پر دیدیتے کبھی تشریف آوری پر دونوں طرف کا کرایہ دیدیتے تو آپ اسے قبول فرما لیتے تھے اور وہ بھی چندہ کے طور پر نہیں بلکہ خوشی سے جماعت کے کسی مخلص اکیلے یا دو چار نے مل کر کسی ایک کے ہاتھ سے پیش کر دی اور حضرت کو ان کے اخلاص اور محبت پر اطمینان ہوا

تو بقدرِ کرایہ لے لیا بلکہ اس کو مناسب سمجھتے کہ لوگ خود اس طرح دعوت دیکر بلایا کریں کہ اس طرح فائدہ زیادہ ہوتا ہے اور طلب کے ساتھ جو نعمت ملے اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے پھر کبھی جب کہیں نئی جگہ جاتے تو اپنا کرایہ خرچ کرتے اور نئے لوگوں سے بلا اطمینانِ اخلاص و محبت کرایہ بھی نہ لیتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف)

(۴) ایک مرتبہ ایک تحصیلدار صاحب داخل سلسلہ ہوئے انھوں نے اصرار کیا کہ حضور ہمارے گھر سے بھی داخلِ سلسلہ ہونا چاہتی ہے مہربانی فرما کر ہمارے گھر چلیں حضرت ہمراہ ہو لئے چنانچہ ان کے گھر تشریف لے گئے اور داخلِ سلسلہ فرما کر اور حلقہ کرا کر جب واپس آنے لگے تو تحصیلدار صاحب نے کچھ رقم نکال کر پیشِ خدمت کی۔ فرمایا بھائی صاحب میرا آنا تو رضائے مولا کے لئے ہوتا ہے یہ چیز تو بندہ کے پاس گھر پر بھی موجود ہے معاف کرو۔ چنانچہ نہیں لی۔

(۵) ایک روز دہلی میں جماعت کے ایک آدمی نے حضرت کی دعوت کی تو سامانِ دعوت پر تقریباً اسّی [۸۰] روپے خرچ کئے کھانے کے وقت مختلف قسم کے کھانے حضور کے سامنے حاضر کئے۔ حضرت نے بندہ سے فرمایا کہ مولوی صاحب تم نے اس آدمی کو نہیں بتایا کہ فقیر تو معمولی کھانا کھاتا ہے یعنی بکری کے بچے کا شوربا یا دال وغیرہ فقط۔ میں نے عرض کیا کہ کہہ دیا تھا مگر یہ لوگ مانتے نہیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا کیا اچھا ہوتا کہ یہ رقم کسی غریب کو دی جاتی یا طالبِ علم دین کے صرفہ میں استعمال ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے دہلی کا سفر مختصر کر دیا فرمایا کہ اگر اور زیادہ رہا تو کوئی دوسرا بھی دیکھا دیکھی ایسا ہی اسراف کرے گا خدا اس رسم سے بچائے۔ (قصاب پورہ دہلی میں ایک دفعہ جب کہ حضرت کے ساتھ صرف دو یا تین [۳] مہمان تھے ایک شخص نے حضرت کی دعوت میں تقریباً ساٹھ پینسٹھ [۶۵]

آدمیوں کا کھانا پکایا اور جیسے بیاہ شادیوں میں برادری کی دعوت کرتے ہیں بہت سے لوگوں کو بلایا اور کھانے میں بھی بہت تکلّف کیا اور کئی طرح کے کھانے پکوائے جس سے حضرت کو بہت افسوس ہوا اور اس کو سمجھایا۔ شاید یہ وہی واقعہ ہو واللہ اعلم۔ اس کے علاوہ بھی قصاب پورہ دہلی کے لوگ شروع شروع میں طبیعت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح تکلّف کرتے تھے آخر حضرت کی تعلیم اور توجہ سے جب لوگوں کی اصلاح ہوئی تو تکلف ترک کر دیا۔ مؤلف)

(۶) ایک مرتبہ زوار حسین شاہ صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک صندوق پیش کیا (یہ چمڑے کا سوٹ کیس حضرت نے اس عاجز کو اپنی رقم دیکر دہلی سے خرید کرایا تھا۔ مؤلف) آپ کو وہ بہت پسند آیا۔ آپ کو خیال آیا کہ اس سے نفس خوش ہوتا ہے، اس لئے صندوق کو استعمال نہیں کروں گا وہ صندوق مکان میں مچان پر ایک طرف عرصہ تک رکھا رہا صاحبزادوں کو بھی نہیں دیا۔ جب یہ عاجز (مولانا گوہا نوی) احمد پور شرقیہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ صندوق جس پر پڑے پڑے کافی گرد جم گئی تھی بندہ کو عنایت فرمایا۔

از صوفی محمد احمد صاحب

(۷) ایک روز بعد نماز مغرب قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روز حاجی حبیب اللہ صاحب رونشکی کے ہاں حضرت کی دعوت تھی اور غالباً مچھلی پکی تھی لیکن کھانا یا تو قبلہ حاجی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر یا حاجی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے مکان پر لایا گیا تھا حاجی حبیب اللہ صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں کھانا پیش کر کے مزید کچھ لانے کیلئے چلے گئے تو آپ نے کھانا شروع کر دیا لیکن حضور نے حاضرین کو کھانا کھانے کے لئے

نہیں فرمایا اس عاجز کو خطرہ آیا کہ حضرت صاحب نے کھانا کھانے کے لئے کسی کو بھی نہیں پوچھا فوراً فرمایا کہ تم سب کو اس لئے کھانے میں شامل نہیں کیا کہ صرف میری دعوت ہے مالکِ طعام اس وقت موجود نہیں مجھے ان کی اجازت کے بغیر تم لوگوں کو پوچھنے کا حق نہیں۔ اتنے میں حاجی صاحب تشریف لے آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا ان سب کو کھانا کھانے کے لئے کہہ دیا جائے؟ حاجی صاحب نے فرمایا جی حضور بخوشی کھانا سب کھائیں کھانا بہت بنا ہے۔

(۸) ایک روز یہ عاجز رہتک میں مجلسِ عالی میں حاضر تھا ایک صاحب تالا لائے اور حضرت کی خدمتِ عالی میں پیش کیا آپ نے لینے سے انکار کیا بہت اصرار کے بعد آپ نے وہ تالا ہاتھ میں لے لیا لیکن پوچھا یہ کہاں سے لائے ہو انھوں نے جواب دیا حضور میرے والد صاحب کی دکان ہے فرمایا ملکیت آپ کے والد صاحب کی ہے نہ کہ آپ کی آپ کو ان کی ملکیت میں سے دینے کا کچھ حق نہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا۔

(۹) ایک دفعہ حضرت قدس سرہٗ کسی عقیدتمند کے مکان سے حضرت حاجی عبدالمجید صاحب کے مکان پر تشریف لائے کچھ دیر بیٹھنے کے بعد فرمایا بھئی میرے گلاس میں کسی حقہ پینے والے نے پانی پی لیا ہے ایسا نہ کیا کریں، دریافت کرنے پر ایک صاحب نے اپنی غلطی تسلیم کی اور کہا کہ لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے پھر گلاس اچھی طرح دھویا گیا۔

(۱۰) ایک دفعہ حضور قصاب پورہ دہلی سے رہتک روانہ ہوئے عاجز بھی مع اہلیہ بڑے اسٹیشن سے اسی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ رہتک میں شاید حاجی محمد شفیع صاحب کے ہاں قیام فرمایا، نچلے کمرے میں سب مرد بیٹھ گئے اوپر کی منزل پر سب عورتیں چلی گئیں۔ انھوں نے مشورہ کیا کہ کسی سوراخ یا جنگلہ میں سے حضرت صاحب کو دیکھیں بہت

کوشش کی لیکن نظر نہیں پڑے۔ حضرت صاحب نے نصیحتوں کے دوران میں فرمایا کہ پیر کے دیکھنے سے کچھ فائدہ نہیں اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے میں فائدہ ہے۔ اُس وقت اِن جملوں کا مطلب عاجز نہ سمجھ سکا لیکن بعد میں اہلیہ سے معلوم ہوا کہ آج عورتوں نے حضرت کو دیکھنے کی بہت کوشش کی تھی مگر نظر نہیں پڑے۔

(۱۱) ایک مرتبہ رہتک میں حضرت کو ریاحی درد ہوا آپ کو اس روز سخت تکلیف تھی خادموں نے عرض کیا حضور سوڈے کی بوتل بازار سے منگوا دیں وہ اچھی رہے گی دریافت فرمایا کیا مسلمان کا کارخانہ ہے عرض کیا نہیں حضور کارخانہ تو ہندو کا ہے۔ فرمایا میں استعمال نہیں کروں گا اللہ پر بھروسہ کرو۔

از مولٰنا عبد الحلیم صاحب پانی پتی

(۱۲) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمانوں کو اکثر خود اور ایک ساتھ کھانا کھلاتے تھے لیکن ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مجھ سے پہلے چند نووارد مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ کر دیا پھر میرے لئے علیحدہ کھانا لائے اور فرمایا کہ کھانے میں فرق نہیں مگر چونکہ یہ لوگ جماعت کے پابند نہیں اس لئے تمہیں علیحدہ کھلایا۔ اسی طرح ایک حقہ پینے والے مہمان کے ساتھ واقعہ پیش آیا تو فرمایا غیر محتاط شخص کے ساتھ کھانا کھانا بھی سالک پر اثر انداز ہوتا ہے او کما قال علیہ الرحمۃ۔

(۱۳) ایک مرتبہ آپ گھر سے کچھ کھجوریں پختہ و نیم پختہ لائے اور فرمانے لگے کہ یہاں درختوں کو پھل آنے سے قبل فروخت کر دیا جاتا ہے جو شرعاً ناجائز اور یہ بیع باطل ہے اسی لئے یہ عاجز ایسے پھل نہیں کھاتا اور یہ خرما چونکہ اپنے کنوئیں کی ہیں اس لئے میں نے خود بھی کھائیں اور آپ کے لئے بھی لایا ہوں (سبحان اللہ! ایسا تقوی اکابرین

سلف میں ہی ملتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے کہ بازار سے خرید کر پھل نہیں کھاتے تھے کہ ان کی بیع باطل ہوتی ہے کیونکہ پھل آنے سے پہلے بیچ دیتے ہیں واللہ اعلم۔ آجکل ایسے متقی بہت کم ملیں گے۔ مؤلف)

(۱۴) آپ پان کا استعمال مباح اور جائز جانتے ہوئے فضول خرچی میں شمار فرماتے تھے۔ گوہانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے گلوئے مبارک میں کچھ خراش محسوس ہوئی اور آواز بیٹھی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ خدام نے پان کھانے کی فہمائش کی اور پیش کیا آپ نے پان کا بیڑا ہاتھ میں لیکر فرمایا الٰہی یہ پان بطورِ دوائی کھاتا ہوں۔

(۱۵) ایک دفعہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ پانی پت میں استاذنا حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کیلئے تشریف لائے احقر نے پردہ کا انتظام کرایا اور حضرت والدہ ماجدہ صاحبہ چونکہ نابینا تھیں ان کو دہلیز میں بیٹھا رہنے دیا اور حضرت علیہ الرحمہ سے اندر تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ والدہ صاحبہ کو دیکھ کر وہیں رک گئے اور منہ دوسری طرف کرلیا اور فرمایا یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کیا میری نابینا اماں ہیں۔ فرمایا ان سے کہو پردہ کریں میں تو نابینا نہیں ہوں۔

(۱۶) سفر میں اکثر اوقات منھ پر رومال ڈال کر مراقب ہوجایا کرتے تھے تاکہ غیر محرم پر نظر پڑنے سے بچے بھی رہیں اور مشغولیتِ فکر میں فتور بھی واقع نہ ہووے اور پیدل چلنے میں بھی سر پر رومال ڈال لیتے تھے اور نظریں نیچی کرکے چلتے تھے تاکہ غیر محرم کیا بلکہ قلب کو اپنی طرف رجوع کرنے والی کسی بھی چیز پر نظر نہ پڑے اور جمعیتِ حضوری میں فتور واقع نہ ہوئے "نظر بر قدم" پر ہر وقت ہر لحاظ سے عمل فرماتے تھے۔

(۱۷) یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ کو کسی سے کسی طرح کی دنیاوی غرض

نہیں تھی، اس لئے سفر میں نیا جوتا عمدہ لباس اور جملہ ضروری سامان گھر سے لیکر روانہ ہوتے تھے تاکہ کسی کو خیال نہ ہو کہ ہمارا پیر مفلس اور تنگدست ہے اس کی مالی امداد کرنی چاہئے کیونکہ یہ بھی سوال (مانگنے) کی ایک شکل ہے کہ لوگ کسی کی حالت دیکھکر اسے زبانِ حال سے سوال سمجھنے اور امداد کرنے لگتے ہیں۔ بحمداللہ ہمارے حضرت صاحب کے حال یا گفتگو کے انداز سے تو کیا مانگنے کی صورت ظاہر ہوتی، اگر لوگ اپنی خوشی سے حضرت کو کوئی نقدی یا چیز پیش کرتے تو حضرت اس کو بھی نہ لیتے تھے کہ نذر و نیاز آجکل رسم بن چکی ہے اور اصلی مقصد سے طالبین کو روکنے کا موجب ہو گئی ہے۔ آپ کے مکانِ مبارک پر حاضر ہونے والے بعض ضرورتمند مہمانوں کی آپ اپنے پاس سے اچھی خاصی نقدی کی امداد فرمادیا کرتے (جیسا کہ پہلے بھی کچھ ذکر کیا جاچکا ہے) آپ کے خدام کی درخواست پر آپ کے شیخ نے آپ کو اجازت دی تو آمد و رفت کا کرایہ لے لیتے اور حلال کمائی سے مسلمان سے خرید شدہ اشیاء کا کھانا اگر نمازی پکائے اور بیجا تکلّف نہ کیا جائے تو ان شرائط پر دعوتِ طعام منظور فرمالیتے تھے اس پر بھی اگر بمجبوری آپ تشریف نہ لاسکتے تو کرایہ واپس فرمادیتے نیز اگر کسی اخلاص و محبت والے مرید نے حضرت کو کوئی چیز ہدیۃً پیش کی تو غایتِ اخلاص و محبت کی بنا پر انکار میں دل شکنی کے خیال سے اس کو قبول فرمالیتے اور اپنے پیر و مرشد کے لنگر میں دیدیتے اِلّا ماشاءاللہ۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت الحاج حکیم صداقت علی صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تانبے کے دو بڑے منقش کٹورے پانی پینے کے (جو پانی پت کی سوغات میں سے تھے) خدمتِ عالیہ میں پیش کئے آپ نے ان کو شرفِ قبولیت بخشا اور پھر حضرت غریب نواز خواجہ محمد فضل علی شاہ صاحب

قدس سرہٗ کے لنگر میں مسکین پوردے آئے۔ اس قسم کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہدیہ اور دعوت کی سنت کے منکر نہیں تھے بلکہ خلافِ شرع رسمی نذر و نیاز اور خلافِ تقویٰ و خلافِ شرع دعوت سے آپ پرہیز و گریز فرماتے تھے۔

از حضرت حاجی محمد شفیع صاحبؒ

(۱۸) ایک دفعہ دہلی میں حاجی عبدالغفور صاحب ٹھیکیدار (جو محلہ ڈپٹی گنج میں رہتے تھے) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا حاجی صاحب مجھے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے آپ کسی غریب آدمی کو دیدیں۔ حاجی صاحب نے کہا کیا حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نذرانہ نہیں لیا اور دعوت قبول نہیں کی جو آپ نذرانہ اور دعوت قبول نہیں کرتے۔ آپ نے مولوی صاحبان (جو اس وقت موجود تھے) کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کیوں مولوی صاحبان! حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت حضورؐ کے مکانِ مبارک میں کیا تھا؟ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا۔ آپ نے جواب دیا حضور کچھ جَو ہیں۔ آپ نے فرمایا خیرات کردو۔ (یہ حدیث اس عاجز کو نہیں مل سکی البتہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقر و زہد کے متعلق دیگر بہت احادیث ہیں مثلاً عن انسؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَدَّخِرُ شَیْئًا لِغَدٍ (رواہ الترمذی) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے روز کے لئے کچھ ذخیرہ نہیں رکھتے تھے دیگر عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلَا شَاۃً وَّلَا بَعِیْرًا وَّلَا اَوْصٰی بِشَیْءٍ (رواہ مسلم) یعنی آپ نے

بعد وفات کے دینار و درہم اور بکری اور اونٹ کچھ نہیں چھوڑا اور نہ کسی چیز کی وصیت ترکہ کی۔ (یعنی وصیتِ ترکہ کے لئے کوئی مال چھوڑا ہی نہیں۔ زیادہ تشریح کیلئے کتبِ فن کی طرف رجوع کریں۔ مؤلف) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حاجی صاحب میں حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برابری کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ میرے گھر میں تو بہت سامان ہے اور ہر طرح کی فراغت ہے۔ میں سنّت کا تارک نہیں ہوں ضرورت کے وقت لے لیتا ہوں لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ آپ کسی حاجتمند کو کیوں نہیں دیدیتے جو مجھ سے کہیں زیادہ مستحق ہے، وہ تمام علماء اور حاضرین اس بات پر قائل ہو گئے اور حضرت نے بہت اچھے طریقے سے لوگوں کو سمجھا دیا کہ بہت سے لوگ بہت زیادہ مستحق ہیں جن کی طرف اہلِ وسعت کی نظر نہیں جاتی اور پیروں کو روپے و نذرانے دیکر اپنانا چاہتے ہیں حالانکہ پیروں کی خوشی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کئے جائیں واللہ اعلم

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ۲۶۵ میں دعوت کے چند شرائط تحریر فرمائے ہیں، لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے جانا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں یا باجے یا سماع کی کوئی چیز ہو یا کسی قسم کے لہو و لعب (کھیل کود) کا شغل ہو یا غیبت بہتان اور جھوٹ کی مجلس ہو تو ان سب

صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا بتدع یا شریر یا تکلف کرنے والا یا فخر و مباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریا و سمع کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ اور محیط میں ہے کہ جس بساط پر لہو و لعب کا سامان ہو یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں تو وہاں بیٹھنا نہیں چاہئے جیسا کہ طالب المومنین میں ہے۔ اگر یہ سب موانع نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں لیکن اس زمانے میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے۔ انتہیٰ کلامہ الشریف (جو لوگ بزرگوں پر اعتراض کر دیتے ہیں کہ سنتِ دعوت سے انکار کرتے ہیں وہ ان مفاسد کو سامنے رکھ کر نہیں سوچتے کہ ان کا یہ اعتراض درست نہیں ہے واللہ اعلم۔ مؤلف)

(۱۹) ایک دفعہ حضرت نے حاجی محمد شفیع صاحب کو تحریر فرمایا تھا کہ میرے لئے دو کرتے دو تہمد اور دو صافے بنا کر رکھنا جب میں ہندوستان آؤں گا تو لے لوں گا اور خریدتے وقت شاہ صاحب (احقر مؤلف) کو ساتھ لے لینا۔ چنانچہ حاجی صاحب نے حسب ارشاد تعمیل کی لیکن آپ بیماری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور پھر رمضان المبارک کا مہینہ آگیا وہ کپڑے حاجی صاحب نے بذریعہ پارسل ڈاک ارسالِ خدمت کر دیئے بعدہٗ جب حضرت ہندوستان تشریف لائے تو حاجی صاحب کو بھی اطلاع دی کہ فلاں روز (غالباً پیر کو) پانی پت پہنچ رہا ہوں۔ چنانچہ حاجی صاحب حضرت سے ملنے کے لئے پانی پت حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت نے مولٰنا مولوی محمد سعید صاحب گوہاتوی مدظلہ العالی سے فرمایا کہ میری رقم میں سے حاجی محمد شفیع صاحب کو کپڑوں کی قیمت ادا کر دیں۔ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ مولٰنا گوہانوی صاحب کو اپنی رقم بطورِ

امانت دے دیتے اور حسب ضرورت اس میں سے خرچ کراتے رہتے تھے) مولوی صاحب نے
حاجی صاحب سے ذکر کیا اور رقم دینے لگے۔ حاجی صاحب نے کہا مولوی صاحب میری خوشی تو
اس میں ہے کہ میں کچھ نہ لوں اور یہ کپڑے حضرت کی نذر ہو جائیں اگر حضرت پھر فرمائیں تو آپ
یہی کہہ دینا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے حضرت کے دوبارہ فرمانے پر وہی حاجی صاحب کا جواب
عرض کر دیا۔ حضرت نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ آپ رقم لے لیں۔ حاجی صاحب نے کہا کہ حضرتؓ
کیا ہم اس قابل بھی نہیں کیا ہمیں اتنا بھی حق نہیں کہ آپ کی اتنی حقیر سی خدمت کر سکیں۔
آپ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے لیکن آئندہ کو آپ میرے لئے راستہ بند کر رہے ہیں کہ میں آپ سے
کوئی کام نہ کرایا کروں، یہ طریقہ مناسب نہیں ہے جب میں نے خود کہہ کر کپڑے بنوائے ہیں تو
آپ کو قیمت لے لینی چاہیئے ورنہ مجھے آئندہ کے لئے کام کہنے میں رکاوٹ ہوگی۔ غرض جب
حضرت نے بھی اصرار فرمایا تو حاجی صاحب کہتے ہیں کہ میں رونے لگا اور عرض کیا کہ حضرت
اَوروں کے پیر آتے ہیں وہ اُن کے لئے کتنا کتنا خرچ کرتے ہیں آپ ہم سے اتنا بھی نہیں لیتے
آپ نے ایک طرف کا کرایہ تو ہمارا منظور کیا ہوا ہے اس میں اس رقم کو محسوب فرمالیں تب
حضرت نے مسکرا کر کپڑے رکھ لئے اور وہ رقم کرایہ میں محسوب فرمائی۔

(۲۰) ایک دفعہ حضرت حاجی مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم روہتکی کو دس روپے
دیکر فرمایا کہ یہ روپے حاجی محمد شفیع صاحب کو دیدیں کیونکہ ان کے ذمہ ہمارے مہمانوں کا
خرچ ہوتا ہے ان پر اتنا بار ڈالنا مناسب نہیں۔ حاجی مولوی عبدالمجید صاحب نے وہ
روپے حاجی محمد شفیع صاحب کو دیئے۔ حاجی صاحب نے پوچھا یہ کیسے ہیں مولوی صاحب
نے کہا حضرت نے خوراک کی امداد میں دیئے ہیں۔ حاجی صاحب نے کہا مولوی صاحب آپ
بھی بھولے آدمی ہیں آپ نے کیوں لئے اب آپ واپس کر دیں۔ مولوی صاحب نے کہا

آپ خود ہی واپس کردیں۔ غرض حاجی محمد شفیع صاحب نے وہ رقم بڑے اصرار سے واپس کی حضرت یہی فرماتے رہے کہ نہیں کیا حرج ہے آپ پر میرے مہمانوں کا اتنا بار کیوں ہو۔ غرض حضرت اپنے دوستوں پر کوئی بار ڈالنا کبھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔

(۲۱) ایک دفعہ حاجی محمد شفیع صاحب و حافظ محمد یونس صاحب مع اپنی اہلیہ صاحبہ اور حاجی حبیب اللہ صاحب حضور کی خدمت میں احمد پور شرقیہ حاضر ہوئے۔ حافظ محمد یونس صاحب کی اہلیہ چند کپڑے حضرت کے لئے لائیں۔ رخصت کرتے وقت حضرت نے کچھ اپنے ہاں کے تحفے (مٹی کے برتن اور کھجوریں وغیرہ) عنایت فرمائے اور کپڑے جو حافظ محمد یونس صاحب کی اہلیہ لائی تھیں واپس فرما دیئے۔ حافظ صاحب نے قبول فرمانے کیلئے بہت اصرار کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں آپ کی اہلیہ صاحبہ کی طرف سے اللہ واسطے یہ کپڑے قبول کرتا ہوں اب یہی کپڑے اللہ واسطے آپ کو دیتا ہوں آپ قبول کرلیں۔ اس طرح حضرت نے وہ واپس کردیئے۔

(۲۲) ایک دفعہ حضرت حاجی محمد شفیع صاحب سے کسی جاننے والے نے کہا کہ میری بیوی پر آسیبی اثر ہے اور وہ آسیب گھر میں رہتا ہے آپ اپنے حضرت صاحب سے ایک تعویذ لے دیں۔ حاجی صاحب نے ان سے کسی دن آنے کیلئے کہا۔ ایک روز جب حضرت صاحب بعد نمازِ اشراق کمرے سے باہر تشریف لائے تو وہ شخص بھی حاضرِ خدمت ہوا اس نے مصافحہ کرتے وقت حضرت صاحب کے ہاتھ میں ایک روپیہ پیش کیا۔ حضرت نے فوراً وہ واپس کردیا اور اس کو ایک تعویذ اور کیلیں آسیب کے دفعیہ کے لئے پڑھ کردیں۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضرت صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ حاجی صاحب آپ نے اس شخص کو منع نہیں کیا کہ وہ روپیہ نہ دے۔ جس وقت اس نے میرے ہاتھ میں روپیہ دیا تو مجھے ایسا

محسوس ہوا کہ کسی شخص نے ہتھوڑا مارا ہے آپ اس کا خیال رکھا کریں۔ حاجی صاحب نے معافی چاہی اور عرض کیا حضور مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ یہ شخص روپیہ پیش کرے گا۔

(۲۳) ایک مرتبہ حضرت کے مریدوں میں سے ایک شخص حج بیت اللہ شریف کیلئے روانہ ہوا اس نے رخصت ہوتے وقت حضرت کی خدمت میں ایک روپیہ بطور نذر پیش کیا۔ حضور نے قبول نہ فرمایا۔ دوسرے شخص نے کہا کہ حضور عرض یہ ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نذر و دعوت قبول فرمالیتے تھے مگر آپ اِن دونوں میں سے ایک بھی قبول نہیں فرماتے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی میں سنت کا تارک نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ میری ضرورت سے زیادہ عنایت فرمایا ہے لہذا عاجز چاہتا ہے کہ دنیا اکٹھی نہ کرے اور بہت سی مخلوق حاجتمند ہے آپ لوگ ان کو کیوں نہیں دیتے۔

(۲۴) ایک مرتبہ حضرت دہلی قصاب پورہ میں محمد بشیر صاحب کے ہاں مقیم تھے وہ ایک روز ایک سیٹھ کو لائے جو سگرٹوں کا کاروبار کرتا تھا اس پر کسی ہندو نے بیس پچیس ہزار روپیہ کا دعوٰی کر دیا تھا۔ محمد بشیر صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ بہت بڑا سیٹھ ہے اس کے لئے دعا فرمائیں کہ ہندو مقدمہ ہار جائے۔ حضرت کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ اس سیٹھ کا قصور ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ حق کرے (یعنی جو حقدار ہے اس کے حق میں فیصلہ کرے) جب وہ سیٹھ چلا گیا تو حضرت صاحب محمد بشیر پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہم کسی سیٹھ وغیرہ کے رعب میں نہیں آتے اس قسم کے ناجائز معاملات ہمارے پاس نہ لایا کرو میں فقیر ہوں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیا تم کو (ناجائز کام کیلئے) دعا کرانے کی جرأت اس لئے ہوئی کہ میں تمہارے ہاں کھانا کھاتا ہوں میں اپنی جیب سے خرچ کرکے اپنا کھانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ حضرت کے چہرے پر اس وقت

بہت جلال تھا اور اس طرح غصے میں آپ کو شاید ہی کبھی دیکھا گیا ہو۔ محمد بشیر صاحب نے معافی مانگی اور بہت نادم ہوئے۔ حضرت صاحب نے معاف فرمایا اور ناراضگی فوراً دور فرما دی کیونکہ معافی مانگنے پر آپ کا غصہ جلدی ہی رفع ہو جاتا تھا۔

از سید مبارک علی شاہ صاحب کرنال والے

(۲۵) شروع میں جب آپ تشریف لانے لگے تو عادت مبارک تھی کہ جتنے سفر کا پروگرام ہوتا اتنے دن کا گھی اور آٹا وغیرہ ہمراہ لاتے اور فرماتے کہ جب ختم ہو جائے تو مطلع کریں۔ اطلاع کے بعد حضور واپس تشریف لے جاتے اس کے دو وجوہ ہوتے تھے ایک تو خادموں پر بار نہ ڈالنے کا خیال، دوسرے تقویٰ کا لحاظ۔ کیونکہ بازار کا گھی وغیرہ آپ استعمال نہیں کرتے تھے ایک دفعہ فرمایا کہ آموں اور دیگر پھلوں کی بیع آجکل ناجائز و باطل ہوتی ہے اسی لئے آپ بغیر اطمینان کے آم و دیگر پھل نہ کھاتے تھے۔ ایک دفعہ عاجز نے بازار کی دھلی ہوئی دال پکوائی اگلے روز فرمایا کہ دال گھر کی دھلی ہونی چاہیئے یعنی تقوی اور طہارت کے خلاف چیز کا حضرت کے قلب مبارک پر فوراً اثر ہوتا تھا۔ شروع میں کرایہ سفر بھی خود ہی خرچ کرتے بعد میں درخواست پر قبول فرمانے لگے تاہم اگر کوئی خادم کرایہ کا منی آرڈر کرتا تو جتنا خرچ ہوتا کرتے بقایا واپس کر دیتے تھے۔

از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ

(۲۶) احمد پور شرقیہ سے چودہ میل کے فاصلہ پر گوٹھ چنی ایک چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں موضع لعلو ناریج میں چند بیگہ اراضی حضرت کی ملکیت تھی۔ آپ گاہے گاہے وہاں تشریف لے جاتے اور ضرورت کے مطابق قیام فرماتے۔ وہاں کا ذکر ہے کہ آپ کسی مزارع کے مکان میں رات کے وقت آرام کر رہے تھے۔ مزارعہ اور اس کی اہلیہ

بھی اسی کمرہ میں سو رہے تھے۔ تقریباً رات کے بارہ بجے مزارعہ کنواں چلانے کے لئے بیل لیکر چلا گیا۔ سردی کا موسم تھا اور پوہ کا مہینہ، غضب کی سردی پڑ رہی تھی، حضرت والد صاحب نے فرمایا "کہ جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں مزارع موجود نہیں ہے ہیں اور مزارع کی گھروالی ایک کمرہ میں سو رہی ہیں، میں اُسی وقت اُٹھا اور وضو کیا، اسی کنوئیں پر ایک مسجد بغیر چھت کے بنی ہوئی تھی جس کو مصلّٰی سے تعبیر کیا جاتا ہے میں وہاں جاکر عبادت میں مشغول ہو گیا تاکہ مجھ سے تنہائی میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو جائے، یا ایسا نہ ہو کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں میری طرف سے برائی کا وسوسہ ڈالدے اس لئے اس عاجز کو اس کمرہ میں جہاں صرف ایک عورت ہو نہیں سونا چاہئے"۔ چنانچہ آپ نے سردی اور بیداری برداشت فرمائی۔ صبح تک چھ گھنٹہ متواتر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے اور مظنۂ سوء کو دور فرمایا۔ یہ اِتَّقُوْا مِنْ مَوَاقِعِ التُّهَمِ پر عمل پیرا ہونے والے حضرات ہیں جنھوں نے اپنی جان پر بازی کھیلی مگر دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہ دیا۔

تربیتِ مریدین

از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ العالی

(۱) حضرت قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس محلہ میں رہتے تھے اسی محلہ میں مولوی محمد مشتاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق نواب صاحب آف بھاولپور کے پرائیویٹ سکرٹری بھی رہتے تھے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی بہت محبت تھی۔ جس برتن میں حضرت والد صاحب مرحوم پانی پیتے اسی برتن کے

اسی جگہ پر لب لگا کر وہ پانی پیتے جہاں پر والد صاحبؒ نے پانی پیا ہوتا۔ دن رات کا بیشتر حصہ آپس میں اکٹھا گذارتے۔ دونوں حضرات کو دینی کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا ایک کتاب ختم ہوتی تو دوسری کا مطالعہ فرماتے۔ بعض کتابوں کے پڑھنے کے بعد آپس میں مذاکرہ بھی کرتے۔ اکثر کتابیں علم فقہ و تفسیر و حدیث و تاریخ کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ آپس میں مشورہ کیا کہ اب بزرگانِ دین کے مزارات پر چلیں اور ہر مزار پر کم از کم دو دن قیام کریں۔ سب سے پہلے سمہ سٹہ حضرت خواجہ محکم الدین صاحب السیر علیہ الرحمہ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں دو دن قیام فرمایا بعدہٗ خیرپور حضرت خواجہ خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ اس کے بعد چشتیاں شریف حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی قیام فرمایا۔ اسی طرح ریاست بھاولپور کے باقی مزارات پر حاضری دیتے گئے بالآخر دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں مزارات بکثرت ہیں مختلف مزارات پر حاضری دیتے ہوئے تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا۔ کسی دن خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے تو کسی دن مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر مراقبہ فرماتے کسی دن شاہ کلیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرقدِ پُر انوار پر حاضری دیتے اور کسی دن خواجہ نظام الدین صاحب ولیا کی خانقاہ پر مراقبہ فرماتے۔ دہلی کے دورانِ قیام میں مشہور بزرگوں کے مزارات پر جاتے رہے حضرات محدثین رحمہم اللہ کی قبور پر بھی حاضر ہوتے رہے۔ جس مزار پر تشریف لے جاتے شرعی طریقہ سے ایصالِ ثواب فرماتے۔ دہلی سے آگے اجمیر شریف[لہ] تک اپنے اس سفر کو جاری رکھا

لہ دہلی سے حضرت صاحب قدس سرہٗ جناب مولانا محمد مشتاق صاحب موصوف کی معیت میں پانی پت تشریف لائے اور وہاں سے سرہند تشریف لے گئے تھے جیسا کہ صفحہ ۵۳ پر بیان ہو چکا ہے۔

اجمیر شریف میں چند دن قیام فرما کر پھر واپس وطن مالوف ہوئے۔ ان دونوں حضرات نے یہ تمام سفر مل کر کیا۔ مولوی صاحبؒ ہی صرف آپ کے ہمراہ تھے۔ دونوں میں محبت کا رشتہ وابستہ رہا محبت میں کمی نہ آئی۔

مولوی محمد مشتاق صاحب چونکہ بڑے عہدوں پر فائز رہے تھے اس لئے وہ امیر آدمی تھے۔ ایک موقع پر سیر و تفریح کے لئے حضرت مولوی صاحب موصوف کراچی تشریف لے گئے تو کراچی پہنچنے پر اپنا بدن وزن کرایا۔ وہ وزن خط میں لکھ کر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجدیا۔ جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ بندہ کراچی سے واپسی پر پھر اپنا بدن وزن کرائیگا کہ کتنی زیادتی ہوئی ہے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کو پڑھا اور معاً فرمایا افسوس ہیں تو مولوی صاحب کو منتہی طالب علم سمجھتا تھا یہ تو ابھی بتدی ہیں۔ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنے والا شخص اپنے بدن کا وزن نہیں کراتا بدن جتنا کمزور ہوتا جائے اس کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ راہِ مولیٰ میں تکلیف اٹھانے کی وجہ سے بدن کا کمزور ہوجانا بزرگانِ دین میں پایا جاتا ہے نہ کہ بدن کو فربہ بنانے کے درپے ہونا، بدن کے فربہ ہونے میں کیا رکھا ہے۔ ذاکر کو ذکر میں مست رہنا چاہئے خواہ سارا بدن گھُل جائے، بدن کا وزن کرانا بے سود و عبث فعل ہے۔ اسی قسم کا جواب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیارے دوست کی خدمت میں تحریر فرمایا، اس بات کا خیال نہ فرمایا کہ میرا دوست اس میں راضی ہوگا یا ناراض۔ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا۔ آپ نے انھیں احساس دلا دیا کہ بھائی بدن کے وزن کی طرف توجہ نہ کرو ذکرِ الٰہی میں مشغول رہو، اس بدن کے موٹا ہونے میں کیا رکھا ہے۔

یہ تھا طریقہ بزرگانِ دین کا کہ حق گوئی میں اپنے دوست کی ناراضگی کا خیال بھی نہ فرماتے بلکہ سمجھانا اپنا فرض جانتے تھے کہ ایک گہرے دوست کو اس کی غلطی کی طرف متوجہ کردیا۔ ہمیں بھی اس زمانے میں ان کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

(۲) ہمارے گھر سے تین میل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جہاں کچھ اراضی ہماری ملکیت ہے۔ وہاں پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر قیام فرماتے تھے۔ بعض دفعہ دو تین دن بھی رہنا پڑ جاتا تو دورانِ قیام آپ اپنے ہمراہ خواجہ غلام فرید صاحب کا دیوان (نظموں کا مجموعہ) (جو اس علاقہ کے بزرگ تھے جن کا وصال ہو چکا ہے) ہمراہ لے جاتے اور اس کو پڑھتے۔ اس میں جو اشعار آپ کو پسند آتے اس پر اپنے نام کے دستخط فرما دیتے وہ دستخط شدہ دیوان مذکور گھر میں اب بھی موجود ہے۔ یہ عاجز بھی اس کا مطالعہ کرتا رہتا ہے اور اس سے مستفیض ہوتا ہے۔ اسی کنوئیں پر ایک حافظ صاحب نابینا رہتے تھے جن کو آپ اشعار یاد کراتے پھر اُن سے سنتے، آپ ان اشعار کو پڑھتے تو وہ حافظ صاحب سُنتے اور وہ حافظ صاحب پڑھتے تو آپ سنتے۔ حافظ صاحب مذکور زندہ ہیں اب تک ان کو وہ اشعار یاد ہیں بعض دفعہ اس عاجز کو ان حافظ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا تو ان سے وہ اشعار سُنے ہیں جو والد صاحب نے ان کو یاد کرائے تھے اور تخلیہ میں ان اشعار کو وہ خود پڑھ کر محظوظ ہوتے ہیں، اگر کوئی کہے تو اس کو بھی سُنا دیتے ہیں، ان کا لہجہ درد بھرا ہے۔ ترنم بھی خاصا ہے۔ دل میں سوز سا پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان پر کافی اثر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ حافظ صاحب صوم وصلوٰۃ و اشراق و تہجد و دیگر نوافل کے پابند ہیں۔

از مولانا گوہانوی مدظلہ العالی

(۱) ایک روز حاضرین جماعت کو نماز کے کچھ آداب بیان فرما رہے تھے قریب ہی مستورات کے مجمع میں آپس میں کچھ جھگڑا شروع ہو گیا جماعت کے کچھ آدمیوں کا اس طرف خیال بٹ گیا۔ ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کو نماز کے مسائل کی طرف توجہ دینی چاہئے اور عورتوں کی

گفتگو کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اگر خیال آ بھی جائے تو سمجھو کہ اللہ اللہ کی آواز آ رہی ہے (تاکہ انا عند ظن عبدی بی کا مصداق ہو جائے ۔ مؤلف)

(۲) ایک روز ارشاد فرمایا سالک کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں اپنا عزیز وقت ہمہ تن ہو کر گذارے تاکہ آخرت میں افسوس اور حسرت نہ ہو۔

(۳) ایک روز ارشاد فرمایا مولوی صاحب اللہ اللہ بہت اور کثرت سے کرتے رہا کرو اور ہر وقت خدمتِ اسلام کرتے رہو اب جوانی ہے بڑھاپا آنے کے بعد کچھ نہ ہوگا۔

(۴) ایک روز ارشاد فرمایا مولوی صاحب! جب تبلیغ کے لئے جاؤ تو نئے کپڑے پہن کر نکلو تاکہ لوگوں کو خیال پیدا نہ ہو کہ کہیں یہ کوئی سائل تو نہیں ہے کیونکہ پرانے کپڑے پہن کر تبلیغ کرنا سائل ہونے کی دلیل بن جاتی ہے پھر فرمایا سفر میں جانے سے قبل وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر رضائے الٰہی کی نیت کر کے سفر کو جاؤ اور ظاہراً و باطناً سوال سے بچنا انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا ہاں اگر بغیر سوال کے کوئی چیز مل جائے تو وہ خوشی سے لے لیا کرو کیونکہ وہ منجانب اللہ ہوگی ع

چیزے کہ بے سوال رسد دادۂ خدا ست

(۵) ایک روز ارشاد فرمایا کہ ہر کام خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کوئی دیگر غرض نہ ہو ورنہ قیامت میں اور آخرت میں حسرت ہوگی۔

(۶) ایک روز ایک دوست نے اپنا کوئی گناہ بیان کرنا چاہا تو حضرت نے منع فرمایا کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

(۷) ایک روز ایک مال دار عورت نے آپ کی دعوت کی حضرت کو معلوم ہوا کہ یہ مالدار ہے تو فرمایا کہ اے عورت تو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے اس نے عرض کیا ہاں

مگر سستی کے ساتھ تو حضرت نے فرمایا تیری دعوت تب منظور کروں گا جب تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ حساب کر کے دینے اور آئندہ باقاعدہ دیتے رہنے کا وعدہ کرے گی اور تجھ پر حج بھی فرض ہے اس کو بھی کسی محرم کے ہمراہ ادا کرا اور پکّی نیت کر۔ جب اس عورت نے پختہ وعدہ کر لیا تب دعوت منظور فرمائی اور جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا "بھائیو! اس عاجز کی دوستی آپ حضرات کے ساتھ محض خدائے تعالیٰ کے لئے ہے اور ہندوستان میں آنے کی غرض بھی یہی ہے۔"

(آپ عورتوں سے براہِ راست گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ محرم کے ذریعہ فرماتے تھے۔ یہ واقعہ غالباً گوہانہ کی ایک عورت کنور محفوظ علی خاں صاحب کی صاحبزادی کا ہے جو چودھرن کے نام سے مشہور تھی اس نے حضرت کو اپنے کئی سو روپے کے زیورات نذر کر دیئے تھے لیکن آپ نے یہ کہہ کر اس کو واپس کر دیئے کہ میں نے قبول کر کے اس لئے تم کو دیئے کہ تم ان سے حج کرو چنانچہ وہ حج کو گئی۔ اس سال جرمنی کی دوسری جنگ کا آغاز ہوا تھا اور سمندر میں تارپیڈو وغیرہ کے خطرات تھے وہ جہاز جس پر وہ سوار تھی راستہ بھول کر کئی روز گم اور لاپتہ رہا۔ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں جرمنی تارپیڈو نے تباہ نہ کر دیا ہو۔ کنور محفوظ علی خانصاحب نے حضرت کو لکھا حضرت نے تسلّی دی کہ اللہ کی راہ میں سفر کر رہی ہے کوئی خطرہ نہ کریں۔ مؤلف)

(۸) ایک روز ارشاد فرمایا عاجز جماعت کے اُس آدمی سے بہت خوش ہوتا ہے جو اپنا ہر عمل سنتِ مقدسہ کے مطابق کرے، بڑے بڑے دعوت کرنے والوں اور نذرانہ پیش کرنے والوں سے وہ خوشی حاصل نہیں ہوتی جو سنت کے عامل کو دیکھ کر حاصل ہوتی ہے۔

(۹) ایک روز ایک شخص نے عرض کیا حضور مجھے بیعت فرمالیں حضرت نے فرمایا پیری اور مریدی کے کچھ شرائط ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرید کو پیر کی صحبت

حاصل ہونا ضروری ہے لہذا آپ فلاں خلیفہ صاحب سے مرید ہو جائیں کیونکہ وہ خلیفہ صاحب آپ کے نزدیک رہتے ہیں ان کی صحبت آپ کو حاصل ہوتی رہے گی اور بندہ بہت دُور کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں مجھے تو جناب سے ہی عقیدت ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا آپکے پاس یا آپ کا میرے پاس آنا جانا بوجہ دوری کے نہیں ہو سکے گا اور صحبت ضروری ہے ایک دو صحبت کافی نہیں ہوتی اس نے پھر اصرار کیا آپ نے فرمایا اچھا تم نہیں مانتے تو تمہارے پاس جو لکڑی کا ہنر ہے وہ مجھے ایک دن میں سکھا دو میں تمہیں سلوک کا راستہ ایک ہی دن میں بتا دوں گا چنانچہ اس سوال پر وہ نادم ہوا اور اپنی ضد سے باز آیا ؎

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے   بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

(۱۰) حضرت مولانا مولوی عبد المجید صاحب روہتکی کا واقعہ ہے کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) ان کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور یہ بندہ (مولانا گوہانوی) بھی حضرت کے ہمراہ تھا جب مکان پر پہنچے تو حضرت نے کچھ کلامِ الٰہی پڑھ کر ان پر دم کیا۔ مولانا مرحوم رونے لگے تو حضرت نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میرے معمولات مرض کی حالت میں ترک ہو گئے ہیں حضرت نے ان کے جواب میں فرمایا "مولوی صاحب مریض کو اللہ تعالیٰ اس کے اوراد کا ثواب بغیر پڑھے ہی عنایت فرماتا ہے (یعنی جن کا وہ تندرستی میں پابند تھا اور بعد صحت پھر پابندی کا ارادہ کرے۔ مؤلف) کیوں فکر کرتے ہو" اس فرمان سے مولوی صاحب کو بہت تسلی ہوئی۔ پھر فرمایا مولوی صاحب چند باتیں عرض کرتا ہوں ان پر عمل کریں اور وہ یہ ہیں "یہ مرض آپ کا مرض الموت معلوم ہوتا ہے خیر آپ ایسا کریں کہ اپنے فرش (بچھونے) کو بالکل پاک و صاف رکھیں کوئی نجس چیز اپنے بستر پر نہ لگنے دیں۔ الحمد للہ آپ کے لڑکے

اور ان کی بیویاں وغیرہ بھی ہیں"۔ پھر ان کے چھوٹے لڑکے عبدالرحمٰن صاحب کی طرف حضرت مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ بھائی اپنے والد صاحب کا بستر وغیرہ خوب پاک و صاف رکھنا۔ ان سب نے اقرار کیا کہ حضور بہت اچھا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نجس چیز بستر پر نہ لگنے پائے گی۔ بعدہٗ حضرت نے فرمایا کہ یہ عاجز اس لئے تاکید کرتا ہے کہ اخیر وقت میں سلسلہ کے بزرگوں کی روحیں اپنے سچے دوست کی امداد کے لئے بحکمِ الٰہی آتی ہیں جب دروازہ پر آتی ہیں اگر اس دوست کے بستر سے بدبو آتی ہو تو دروازہ سے واپس ہو جاتی ہیں" یہ ہدایت فرما کر حضرت رہتک سے دہلی اور دہلی سے کاندھلہ تشریف لے گئے۔ کاندھلہ میں بذریعہ خط معلوم ہوا کہ مولانا عبدالمجید صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا مولوی صاحب چلو مولانا مرحوم کی تعزیت رہتک پہنچ کر کریں۔ چنانچہ رہتک پہنچے اور صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب سے ملاقات کی اور فاتحہ خوانی کے بعد مولانا مرحوم کے آخری حالات دریافت فرمائے۔ عبدالرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جناب کے فرمان کے مطابق ہم نے عمل کیا یعنی والد صاحب کے بستر کو پاک و صاف رکھا یہانتک کہ جب آخری وقت آیا تو والد صاحب بار بار یہی فرماتے رہے" وعلیکم السلام، وعلیکم السلام، کون ہے، آواز آئی بایزید بسطامیؒ پھر کہا وعلیکم السلام کون ہے آواز آئی شاہ ابوالحسن خرقانیؒ وغیرہ اسی طرح کئی مرتبہ یہی فرماتے رہے یعنی وہ جو آپ نے فرمایا تھا کہ آخری وقت میں بزرگانِ دین کی روحیں آتی ہیں تو ویسا ہی ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت نے فرمایا ایسا ہی ہوا کرتا ہے تم بھی اپنے بزرگوں سے تعلق درست رکھو۔ سبحان اللہ۔

(۱۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جماعت کا ایک آدمی حضرت کی ملاقات کیلئے

احمد پور شرقیہ آیا۔ اس کو حُقّہ پینے کی بہت عادت تھی۔ حضرت نے اپنے قیاس سے معلوم کیا کہ اس کو حقہ پینے کی بہت طلب ہے۔ حضرت نے اس کے پاس مٹھائی لاکر رکھدی اور فرمایا یہ کتنی عمدہ چیز ہے اس کو کھاؤ (مقصد یہ سمجھانا تھا کہ لوگ اللہ پاک کی عمدہ اور لذیذ نعمتوں کو چھوڑ کر حقہ جیسی بد بودار و نقصان دہ چیز کو استعمال کرکے پیسے ضائع کرتے ہیں۔ مؤلف)

(۱۲) ایک روز ارشاد فرمایا کہ بندہ ہمیشہ اپنے وطن سے تمام جماعت کو توجہ دیا کرتا ہے جب توجہ دیتا ہوں تو بعض جماعتی سے فیض واپس آجاتا ہے اور بعض جماعتی جس کا عقیدہ درست ہوتا ہے اور بتایا ہوا ذکر بھی کرتا رہتا ہے وہ فیض کو جذب کرلیتا ہے اور اکثر آپ کی اہلیہ سارا فیض جذب کرلیتی ہے اور بعض وقت جب فیض واپس آجاتا ہے تو اس میں سے یہ آواز آتی ہے کہ وہاں پر جگہ نہیں (یعنی اس کا محل وظرف اس کے جذب کرنے کے قابل نہیں ہے چنانچہ حضرت مجدد صاحبؒ بھی مکتوب ۲۶۶ جلد اول میں ایک مقام پر انیسویں عقیدہ کے بیان میں فائدہ جلیلہ کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں "فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کے لئے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچا ہوا تھا جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں ان ظلمتوں کو دور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل پر سے دُور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا۔ بہت سی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفاتِ کفر سے پیدا ہوئی ہیں جو اس میں پوشیدہ تھیں اور وہ کدورتیں کفر اور اہلِ کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دور نہیں ہوسکتیں الخ" اس سے معلوم ہوا کہ بعض ظروف فیضان اخذ کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور اس کی اصل وجہ کفر اور صفات کی ظلمتیں ہوتی ہیں جو کفر اور اہلِ کفر

کے ساتھ دوستی رکھنے سے پیدا ہوتی ہیں اور ان کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے اور آخر کار ایمان کی برکت سے خواہ ذرہ بھر ہی ہو دوزخ سے نجات پا جائے گا ہاں اگر وہ بندہ اس کفر و صفات سے توبہ کرے اور کفر اور اہلِ کفر کی دوستی کو ترک کر دے تو پھر وہ سیاہی اسی دنیا میں بھی دور ہو سکتی ہے اس کی برائی کو اچھی طرح سمجھنا اور کفر اور اہلِ کفر کی دوستی سے پرہیز لازمی ہے ملخص از کلامہ الشریف)

(۱۳) ایک روز فرمایا کہ مولوی صاحب اب میں جماعت کے ہر ایک آدمی کو توجہ خاص نہیں دیتا کیونکہ بعض وقت توجہ دیتے وقت خیال نہیں رہتا اور یہ نعمت زیادہ چلی جاتی ہے اور وہ شخص بے قدر و بے علم ہوتا ہے، اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہیں کرتا جب وہ نعمت اس سے ضائع ہوتی ہے تو اس عاجز کو بہت رنج ہوتا ہے۔ اکثر آجکل اہل نہیں رہے اور یہ بھی فرمایا کہ اب کسی کو بیعت کرنے کو دل نہیں چاہتا چنانچہ بندہ کے سامنے کتنے عالموں نے اصرار کیا اور حضرت نے انکار فرمایا۔ (شاید ان کے ارادہ کی خامی یا نیت کی خرابی منکشف ہوئی ہو اس لئے انکار فرمایا ہو حالانکہ باوجود امورِ بالا کے اکثر آپ بیعت فرماتے اور سب کو توجہ دیتے رہے ہیں اور یہ بھی خیال فرماتے تھے کہ ہم اپنی طرف سے تبلیغ میں کمی کیوں کریں جس کی قسمت میں فائدہ پانا ہوگا پائے گا ہمارا اس میں کیا حرج ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ماہی گیر دریا میں جال ڈالتا ہے کہ کوئی بڑی مچھلی پھنسے گی، کئی دفعہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پھنستی ہیں آخر کسی دفعہ بڑی مچھلی بھی پھنس جاتی ہے اور ماہی گیر کی محنت کارگر ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بزرگوں کے دل میں ایسے خیالات جگہ نہیں پکڑتے بلکہ آئے اور گذر گئے اور تصوف کی اصطلاح میں اس کو احوال کہتے ہیں چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ و رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اَلْاَحْوَالُ كَالْبُرُوْقِ فَاِنْ بَقِیَ فَحَدِیْثُ النَّفْسِ یعنی احوال مثل بجلیوں کے ہیں جو دکھائی دیتے ہیں اور قائم نہیں رہتے، اگر باقی رہیں تو وہ احوال نہیں ہوتے بلکہ نفس کی باتیں ہیں پس کسی وقت خیال آیا اور ایسا ذکر فرمایا پھر کبھی دوسرا خیال آیا کہ فائدہ دینا نہ دینا اللہ کا کام ہے ہمارا کام تو پہنچا دینا ہے ہم اپنی طرف سے کیوں کوتاہی کریں ایسا نہ ہو کہ ہماری اس میں گرفت ہو جائے اور آیۃ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا مضمون زیرِ نظر رہا تو اس پر عمل فرمایا واللہ اعلم بالصواب۔ اس لئے بھی انکار فرماتے ہوں گے کہ پھر ان کے حقوقِ تربیت ادا نہ کر سکیں گے اور ان مقامات پر آ جا نہ سکیں گے اور بیماری اور دوسرے عوارض وہاں جانے میں مانع ہوتے ہوں نیز بعض خواہشمندوں کو ان کے قریب کے دوسرے بزرگوں کے پاس جانے اور بیعت ہونے کی ہدایت اور رہنمائی فرما دیتے تھے چنانچہ بعض کو لاہور میں رہنے کی وجہ سے مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی خدمت میں بعض کو کسی اور دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھیجا۔ واللہ اعلم)

(۱۴) ایک روز اس عاجز نے عرض کیا کہ بہت مدت ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہیں ہوئی فرمایا کہ یہ اشعار پڑھو ؎

کجائی یا رسول اللہ کجائی — چرا در دیدۂ تارم نیائی
منم مشتاق با صد آرزوہا — چہ خوش باشد کہ دیدارم نمائی
بہ بُویت زندہ ام ہر جا کہ ہستم — بَرُویت آرزومندم کجائی

جب یہ عاجز رات کو پڑھ کر سویا تو خواب میں حضرت صاحب یعنی پیر صاحب کی زیارت ہوئی (صبح کو) خدمتِ عالی میں عرض کیا گیا کہ جب کوئی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا کیا جاتا ہے تو آپ ہی کی زیارت ہوتی ہے فرمایا کہ یہ مقام فنا فی الشیخ کا ہے۔

منقول از حاجی محمد شفیع صاحب

(۱۵) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب رہتک تشریف لائے آپ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب خاص انعاماتِ الٰہی آپ پر ہوتے تھے اسوقت آپ دوستوں کو توجہ نہ دیتے تھے (اس لئے کہ اکثر و بیشتر وہی حالت دوسرے شخص پر ہو جاتی ہے اور ظرف کے ناقابل ہونے اور قوتِ برداشت کی کمی کی وجہ سے اس کو اس قدر جذبہ طاری ہوتا ہے کہ بسا اوقات اس کی جان تک کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے ورنہ اکثر اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کما حقہٗ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اپنی اور دوسروں کی تکلیف کا باعث تو ضرور ہو ہی جاتا ہے۔ واللہ اعلم) ایک دفعہ ایسی حالت میں ایک شخص جذبۂ محبت میں حضرت سے چمٹ گیا اس پر اتنی کیفیت ہوئی کہ وہ زمین پر تڑپنے لگا اس کی حالت نازک ہو گئی حضرت کو پریشانی ہوئی حاجی محمد شفیع صاحب سے فرمایا کہ اس کو اس کے مکان پر لے جاؤ جب تک یہ سو نہ جائے اسوقت تک نہ آنا اور کوئی شخص اس کے پاس نہ آئے۔ حاجی صاحب رات کے بارہ بجے اس کو سُلا کر واپس آئے اس وقت تک حضرت صاحب نہیں سوئے تھے حاجی صاحب کی اطلاع پر حضرت کو تسلّی ہوئی پھر آپ سوئے۔

(۱۶) ایک شخص دین محمد ساکن کرنال (نو مسلم) تھا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا اور بیعت ہوا بڑا فیض حاصل کیا۔ کرنال کے قیام میں ایک دن حضرت صاحب کی خدمت میں نہ آیا آپ نے حاجی محمد شفیع صاحب سے فرمایا کہ دین محمد نہیں آیا اُسے ڈھونڈ کر لاؤ حاجی صاحب نے متعدد جگہ تلاش کیا مگر وہ نہ ملا حضرت صاحب نے فرمایا کہ مسجد میں تلاش کرو۔ چنانچہ تلاش کرنے پر وہ وہاں مل گیا اس کو حضرت کی خدمت میں لائے۔ ایک کمرے میں جماعت کے لوگ اور حضرت صاحب فرش پر آرام

کر رہے تھے آپ کی خدمت میں کئی بار عرض کیا گیا کہ حضور چارپائی پر آرام فرمائیں مگر حضرت نے فرمایا کہ نہیں سنت یہی ہے کہ سب دوستوں کے ہمراہ زمین پر آرام کیا جائے جب سب لیٹے ہوئے تھے تو دین محمد کو بہت جوش ہوا اور حضرت حاجی عبدالمجید صاحب کے اوپر چڑھ گیا اور کہنے لگا بتاؤ میرا پیر کہاں ہے؟ حضرت فرماتے تھے کہ میں ہوں مگر اس کو کچھ ہوش نہ تھا بڑی مشکل سے حاجی عبدالمجید صاحب کو اس کے نیچے سے نکالا (یہ دین محمد جب جذب کی حالت میں بازار میں گزرتا تو لوگوں کو کہتا "کردو میرے معبود کو سجدہ پہ سجدہ" اور نماز وغیرہ کے لئے لوگوں کو تاکید کرتا اور زبردستی لوگوں کو حتی کہ ہندوؤں کو بھی اس پر مجبور کرتا اور مستی کی حالت میں پھرتا تھا کافی عرصہ بہت زیادہ جذب و جوش کی حالت میں اسی طرح پھرتا رہا عجیب حالت تھی اور حضرت خواجہ غریب نواز دادا پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی اس حالت پر بہت مسرور ہوتے اور اس کے ان الفاظ کو دہراتے "کردو میرے معبود کو سجدہ پہ سجدہ"۔ واللہ اعلم)

(۱۷) حضرت کے مریدوں میں ایک پولیس کنسٹبل صوبہ نامی تھا۔ ایک دفعہ جب حضرتؒ رہتک سے دہلی تشریف لیجا رہے تھے تو راستہ میں سانپلہ کے اسٹیشن پر وہ ملاقات کو آیا اور حضرت سے بغلگیر ہوا اسی وقت اس پر جذب غالب ہو گیا حضرت تو گاڑی میں دہلی روانہ ہو گئے اور صوبہ کو لوگ تھانہ میں لے گئے وہاں وہ سب کو کہنے لگا کلمہ پڑھو نماز پڑھو وغیرہ اور مار پیٹ کرنے لگا۔ جب ان لوگوں نے حضرت کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے اور درود شریف کثرت سے پڑھ کر اس پر دم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا جب مزاج میں کچھ سکون ہو گیا تو لوگوں نے اسے چھوڑ دیا مزید احتیاط نہ کی چنانچہ ایک وقت وہ پھرتے پھرتے ریل گاڑی کے

انجن سے اللہ کا نعرہ مار کر ٹکرا گیا اس کا تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اگرچہ ڈرائیور نے بچانے کی بہت کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ زبان و دل سالم تھے اور دل اس وقت بھی متحرک تھا واللہ اعلم۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حضرت کو پہنچی تو بہت افسوس کیا اور تاکید کے باوجود لوگوں کے اس کی حفاظت و احتیاط نہ کرنے سے طبیعت کو بہت ملال رہا۔ اس کے بعد حضرت ہمیشہ ایسے لوگوں کی خاص احتیاط فرماتے اور اس قدر توجہات سے جو سالک کی برداشت سے باہر ہوں پرہیز فرماتے تھے۔

(۱۸) گوہانہ کے محلہ قاضیان میں قاضی صاحب والی مسجد میں غالباً ظہر کی نماز کے بعد مراقبہ ہو رہا تھا کہ بڑوتہ کے ایک شخص کو جذبہ ہو گیا اور اسی حالت میں حکیم منصب علی صاحب کے صاحبزادہ کو جو مراقبہ میں شامل تھا اس قدر زور سے چانٹا مارا کہ بڑی آواز پیدا ہوئی اور سب کا مراقبہ سے خیال ہٹ گیا اور غالباً اس شخص کو حضرت صاحب کی طرف سے کوئی خطرہ تھا یا ذکر سے توجہ ہٹ گئی تھی جو اس مجذوب کو جذب کی حالت میں ظاہر ہو گئی اس لئے اس نے چانٹا مارا اور دماغی صلاحیت برقرار نہ ہونے کی وجہ سے اس فعل کی خرابی کو محسوس نہ کر سکا لیکن چونکہ اس شخص کی یہ حرکت نہایت ناشایستہ اور خلافِ آدابِ مراقبہ و مجلس اور دماغی کمزوری کی مظہر تھی اس لئے حضرت کو اس کا بہت احساس ہوا۔ چنانچہ حکیم صاحب اور ان کے صاحبزادہ صاحب و دیگر جماعت کے لوگوں کو تسلی و تشفی دی اور اس بڑوتہ والے شخص کو آئندہ جبتک اس کی دماغی حالت صحیح نہ ہو حلقہ میں شامل ہونے سے روک دیا۔ ویسے خدمت میں آنے جانے اور بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ صرف حلقۂ مراقبہ میں شامل ہونے سے روکا تاکہ پھر کہیں اپنی اس عدم برداشت و عدمِ صلاحیتِ دماغ کی وجہ سے کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو دوسروں کیلئے تکلیف و خطرات و خرابی کا باعث ہو (واللہ اعلم)

(۱۹) کرنال میں حضرت کی خدمت میں ایک سکھ حملہ کرنے کی نیت سے بار بار آتا تھا۔ ایک دفعہ حلقہ ہو رہا تھا اُسے بھی بٹھا لیا گیا اس محفل میں بہت جوش ہوا۔ حاجی محمد شفیع صاحب کو جوش کی حالت میں اس سکھ کی نیت کا فتور ظاہر ہوا تو حاجی صاحب نے اس کو پکڑ کر ایک دم پچھاڑ دیا اور اس کے بال پکڑ کر چھاتی پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب بعد میں بہت خوش ہوئے اور وہ سکھ پھر نہیں آیا۔

(۲۰) سید مصدر حسین شاہ صاحب حضرت کے ایک مرید جو غالباً ریاست پٹیالہ کے باشندہ تھے اور کینال ڈیپارٹمنٹ (محکمہ انہار) میں ملازم تھے ان کا حضرت صاحب کی خدمت میں بہت آنا جانا رہا اور کافی صحبت میں رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ کی توجہات سے سلوک میں کافی اسباق طے کئے اور بڑے اچھے حالات تھے حتیٰ کہ مشاربات تک پہنچ گئے اور علمی شغلہ بھی خاصا رکھتے تھے۔ حضرت صاحب کا ان کے متعلق غالباً ایسا خیال تھا کہ کچھ اور ترقی ہو جائے تو اجازتِ بیعتِ سلسلہ عطا فرما دیں لیکن شیطان نے ایسی حرکت کی جس سے ان کے مذہبی اعتقادات میں خرابی اور طریقہ کے متعلق بداعتقادی پیدا ہو گئی۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ سید مصدر حسین شاہ صاحب کو خانگی ضروریات کیلئے کچھ نقدی کی ضرورت پڑی اور وہ ان کے عزیز کے ہاں سے پوری ہوتی نظر آئی جو مذہباً شیعہ تھا۔ یہ کچھ عرصہ اس کے پاس اس لالچ میں رہے اور ان کے مذہبی اعتقاد کا اثر قبول کر لیا حتیٰ کہ نماز وغیرہ میں سستی اور ترک پیدا ہو گیا اور ذکر و اشغال تو بالکل ہی ترک کر دیئے ڈاڑھی بھی جو حدِ شرع یعنی یکمشت سے زائد تھی اس سے کم کر دی وغیرہ حتیٰ کہ حضرت صاحب کی خدمت میں آنا جانا اور خط و کتابت بھی ترک کر دی۔ انہی ایام میں جب ایک بار حضرت دہلی تشریف لائے تو قصاب پورہ میں قیام

فرمایا ایک روز حضرت نے عاجز مؤلف سے ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب! مصدر حسین شاہ صاحب تو آپ کو نہیں ملے، کافی عرصہ سے ان کا کوئی خط بھی اس عاجز کے نام نہیں آیا اور اب کئی دن ہو گئے کہ وہ ملنے کے لئے بھی نہیں آئے حالانکہ پہلے ان کے بہت خطوط آتے تھے اور سفر کا پروگرام معلوم کرتے رہتے تھے اور دہلی رہتک وغیرہ مقامات پر ملنے کے لئے بھی آتے رہتے تھے، شاید ان کے اعتقاد میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو، آپ ان کا پتہ تو کریں۔ چنانچہ یہ عاجز حسب ارشاد مصدر حسین شاہ صاحب کے دفتر میں گیا جو کشمیری دروازے کے باہر واقع تھا ملاقات ہوئی۔ سلام مسنون وغیرہ کے بعد احوال دریافت کئے اور حضرت سے خط و کتابت نہ کرنے اور حاضر خدمت نہ ہونے کا ذکر کیا تو جواب دیا کہ اب میں شیعہ ہو گیا ہوں اور میں نے ان کی بیعت فسخ کر دی ہے۔ میں ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں گا تاکہ یہ عرض کر دوں کہ اب میری آپ سے بیعت نہیں رہی وغیرہ۔ اس عاجز کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا اور اس مختصر صحبت میں ان کو سمجھایا کہ اللہ پاک کے انعامات جو آپ پر تھے آپ نے ان کی قدر نہ کی اور اس خرابی میں مبتلا ہو گئے اور مذہبِ شیعہ کی مختصر حقیقت اور خود اپنے احوال ان کو سنائے تاکہ عبرت حاصل ہو اور یہ کہہ کر چلا آیا کہ اس خیال سے تو آپ کو ملنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت کو آپ سے کوئی دنیاوی لالچ تو ہے ہی نہیں کہ اس میں ان کو کوئی کمی ہو رہی ہو باقی اس خیال سے کہ شاید ان کی نظر کیمیا اثر سے آپ کی اصلاح ہو جائے ضرور آپ کو مشورہ دونگا کہ مل لیں تو اچھا ہے۔

چنانچہ شام کو مصدر حسین شاہ صاحب تشریف لائے اور حضرت صاحب سے ملاقات کی حضرت صاحب نے سب حاضرین کو باہر تشریف رکھنے کے لئے کہا اور مصدر حسین شاہ صاحب کو تنہائی میں اپنے پاس بلا لیا حاجی محمد شفیع صاحب بھی غالباً ہمراہ اندر ہی رہے

یہ عاجز اس وقت موجود نہ تھا کسی کام کے لئے گیا ہوا تھا، یہ بات حاجی صاحب نے سنائی کہ جب مصدر حسین شاہ صاحب نے حضرت سے کہا کہ میں تو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ میں اب شیعہ ہو گیا ہوں اور اب میری بیعت آپ سے فسخ ہو گئی ہے، حضرت کو جلال آگیا اور فرمایا کہ مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی، جب آپ کے اعتقاد میں خرابی آئی بیعت تو اسی وقت فسخ ہو گئی باقی اب بتا دینے سے رہی سہی بات بھی جاتی رہے گی، کیا آپ کو فلاں فلاں حالات نہ ہوتے تھے اور آپ نے فلاں فلاں موقع پر یہ حالات نہیں کہے اور لکھے؟ اتنے اسباق آپ کے ہوئے، اب وہ باتیں اس بد اعتقادی اور بد مذہبی کے بعد بھی ہوتی ہیں یا نہیں؟ آئندہ رہا سہا اثر بھی نہ رہے گا، اور بہت افسوس فرمایا کہ تم نے اس نعمت کی بالکل قدر نہ کی، میرا تمہارے لئے کیا خیال اور کیا کوشش تھی اور تم نے دنیا کے لالچ کے لئے یہ مذہب تبدیل کر کے ایسے بُرے مذہب کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور اس نعمت کو ضائع کر دیا، افسوس صد افسوس، اور مذہبِ شیعہ پر کافی روشنی ڈالی اور رنج و غصہ میں چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور آواز زور زور سے نکلنے لگی۔ باہر کھڑے ہوئے لوگ گھبرا گئے کہ کیا معاملہ ہے اور ایک دم اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ صحابہ کا معاملہ بعینہٖ ایسا ہی خانگی تھا جیسا کہ میں اور آپ گفتگو میں مصروف تھے اور میں ازراہِ ہمدردی تم کو سمجھا رہا تھا، آواز بلند ہوئی تو باہر والوں نے سمجھا کہ اندر شاید لڑائی ہو رہی ہے حالانکہ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہے جس طرح میاں بیوی کی تکرار گھر میں ہو جائے اور میاں بیوی پر زور زور سے بولنے لگے باہر گلی پڑوس والے لوگ یہ سمجھیں اور مشہور کر دیں کہ میاں بیوی میں لڑائی ہو گئی ہے اور میاں نے بیوی کو پیٹ دیا ہے۔ غرضیکہ ایسی جامع تقریر فرمائی کہ مصدر حسین شاہ اور حاضرین دنگ

رہ گئے اور حضرت کو شاید ہی کبھی ایسے جلال میں دیکھا ہو۔ آخر آپ کی طبیعت ٹھنڈی ہوئی، مصدر حسین شاہ نے اپنا ایک خواب بھی سنایا کہ کسی جگہ دور دور تک چاروں طرف پانی ہی پانی ہے اور اس میں ایک مینار کھڑا ہے اور میں (مصدر حسین) اس مینار پر چڑھ رہا ہوں یکایک اس مینار سے گر گیا ہوں اور دور تک پانی میں بہتا اور ڈبکیاں کھاتا جا رہا ہوں آخر کار تائید غیبی سے واپس لوٹا ہوں اور اس خطرناک پانی سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا آپ کا خواب بالکل صاف ہے، مینار مقاماتِ سلوک ہیں ان پر چڑھنا ان کو حاصل کرنا ہے، پانی گمراہی کا سیلاب ہے، مینار سے گرنا بداعتقادی کا پیدا ہونا اور راہِ سلوک کا ترک کرنا ہے، اور میں اس خواب کی تعبیر سے بشارت دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تمہیں رجوع الی الحق ہو گا اور توبہ نصیب ہو گی اور پھر تجدید بیعت کرو گے۔

غرضیکہ مصدر حسین صاحب وہاں سے رخصت ہو گئے پھر اس دوران میں حضرت کے پاس نہیں آئے، کافی عرصہ کے بعد ایک روز اس عاجز کے پاس کابلی گیٹ کے سکول میں آئے اور اپنے حالاتِ پرندامت کا اظہار کر کے مشورہ طلب کیا اور تجدیدِ بیعت کا ارادہ ظاہر فرمایا اس عاجز نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی تفصیلی کیفیت اور ارادہ حضرت کے پاس لکھیں انشاء اللہ درخواست منظور ہو گی۔ حضرت نہایت کریم النفس اور رحیم الطبع ہیں اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے جس کو کسی شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

چنانچہ انھوں نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا اور دوبارہ مذہب اہلسنت وجماعت اختیار کر کے داخلِ سلسلۂ عالیہ ہو کر تجدیدِ بیعت سے مشرف ہوئے اور باطنی ترقیات از سرِ نو حاصل کرتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۱) حاجی محمد شفیع صاحب نے سنایا کہ ایک شخص حضرت غریب نواز خواجہ محمد فضل علی شاہ صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا اور حضرت سے اس لئے نہیں ہوا کہ ان کے پیر سے بیعت ہونا بہتر ہے لیکن جب حاجی صاحب کے جذب و کشف وغیرہ کی کیفیات دیکھیں تو فکرمند ہوا کہ اگر میں بھی انھیں سے بیعت ہوتا تو مجھے بھی ایسی باتیں حاصل ہو جاتیں۔ حاجی صاحب نے جب اس کو فکرمند دیکھا تو حضرت سے دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ اس کو ایسا ایسا خیال ہے اور حقیقت الامر بیان فرمائی (غالباً حضرت کو اس کے خطرات کا کشف ہو گیا تھا اور غالباً اس کو سمجھایا بھی تھا کہ حضرت غریب نواز کے متعلق اپنے اعتقاد میں کوئی کمی نہ کرو فائدہ انشاءاللہ ہوتا رہتا ہے طبائع مختلف ہوتی ہیں اور ہر کام اپنے وقت پر معین ہے اور یہ بھی حضرت ہی کا فیض ہے جو حضرت کے خدام کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہا ہے وغیرہ۔ نیز حضرت صاحب اس حقیقت کو واضح فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ اس خلیفہ سے بیعت کرنے کی بجائے اس کے پیر صاحب سے جبکہ وہ زندہ ہے کیوں بیعت نہ کریں کہ اس طرح یہ ہمارا پیر بھائی بن جائیگا اور ہم اس کے برابر کے ہو جائیں گے۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ خلیفہ سے بیعت ہونے میں دو فائدے ہیں کہ وہ خلیفہ کی توجہات بھی لیں گے اور اس کے پیر صاحب کی بھی کہ وہ سب اس کی اولادِ روحانی ہیں جیسے دادا کو پوتے اتنے ہی بلکہ زیادہ عزیز ہوتے ہیں جتنے ان کے والد۔ باقی بھائیوں کا معاملہ تو برابری کا ہوتا ہے ایک دوسرے سے فیض کا لینا اس طرح پر متصور نہیں ہو سکتا جس طرح اپنے پیر اور دادا پیر سے لیتے ہیں نیز جب اس کے پیر صاحب سے بیعت ہو کر خلیفہ کو پیر بھائی اور برابر کا سمجھ لیا تو ادب کا وہ لحاظ کہاں رہ سکتا ہے جو فیض کے لینے اور دینے میں ضروری ہے فافہم۔ واللہ اعلم بالصواب)۔

ازاحقر مؤلف (۲۲) ایک دفعہ حضرت نے دہلی کے مدرسہ عربیہ غالباً مدرسہ امینیہ کے ایک طالب علم کا ذکر فرمایا کہ جب وہ داخلِ سلسلہ ہوا اور اس کو ذکر بتایا تو اس کی راہِ سلوک میں ترقی کی رفتار بہت تیز تھی کہ آجتک اتنا تیز طبیعت سالک اس عاجز کے پاس نہیں آیا، جو راستہ دوسرے لوگ مہینوں اور سالوں میں طے کرتے ہیں وہ دِنوں اور گھنٹوں میں طے کرتا تھا۔ ابھی دو روز بھی داخلِ سلسلہ ہوئے کو نہیں گذرے تھے کہ منتہیوں والی کیفیاتِ باطنی سے مشرف ہونے لگا۔ ایک روز آیا اور کہنے لگا کہ مجھے آج نماز میں ایسا ایسا نظر آیا ہے یعنی ایک رکعت میں جنت اور ایک میں دوزخ کا نقشہ سامنے نظر آیا اور دربارِ الٰہی کا قیام اور حشر کا نظارہ سب آنکھوں کے سامنے تھا اور دوزخ و جنت میں لے جانے کے احکامات دیئے گئے اور اُدھر لیجایا گیا جس سے چیخ نکل گئی اور نماز میں (غالباً وہ امامت کر رہا تھا) اس کیفیت کا غلبہ رہا۔ یہ سب کچھ سنا کر کہنے لگا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا حال خراب نہ ہو جائے اور میرے اعتقاد کو یہ باتیں خراب نہ کر دیں وغیرہ۔ حضرت نے اس کو سمجھایا کہ مولوی صاحب آپ عالم ہیں آپ کو اس قسم کے خطرات نہیں آنے چاہئیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بزرگانِ دین کو ایسے واردات ظاہر ہوتے رہے ہیں اور دوزخ و جنت کی سیر کرائی جاتی ہے اور حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج میں جنت دوزخ کی سیر کرانا احادیث میں وارد ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنین کی معراج ہے) اس لئے نماز میں مومنوں کو ایسا منظر پیش آجانا کوئی خلافِ شرع امر نہیں ہے اور کیا خود حضور کو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا اور ایک حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا (فی روایۃ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ

وَفِی صَدْرِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الرَّحٰی مِنَ الْبُکَاءِ رواہ ابوداؤد (ترجمہ) مطرف بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز پڑھتے تھے اور ان کے سینے میں رونے سے چکی کی آواز کی مانند آواز آتی تھی) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رونے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر آہ کرے یا آہ کھینچے یا آواز سے روئے، اگر بہشت یا دوزخ کے یاد کرنے سے ہے تو نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر درد اور مصیبت سے ہے تو ٹوٹ جاتی ہے۔ حدیث دیگر میں ہے: عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ النَّارُ وَاَنَا اُصَلِّیْ (ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی اس حال میں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ بخاری شریف) غرض کہ اس طرح ان کو تسلی ہوئی۔

فرماتے تھے کہ یہ سفرِ دہلی کے شروع ایام کا واقعہ ہے۔ خیال تھا کہ یہ عالم نہایت صالح طبیعت ہے اور بقیہ اسباق بھی اس کے جلدی ہو جائیں گے اگر اجازتِ بیعتِ سلسلہ اس کو دیدی جائے تو مناسب ہے لیکن چونکہ حضرت غریب نواز قدس سرہ العزیز کے ارشادِ گرامی کے مطابق ان کی حیاتِ مبارکہ میں خلفا اپنے مریدین میں سے جس کو اجازتِ خلافت کا اہل پاتے حضرت غریب نواز کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے اور وہ اپنی زبانِ مبارک سے اجازت مرحمت فرماتے تھے اس لئے رُک گیا۔ انہی دنوں میں حضرت واپس تشریف لے گئے اور وہ مولوی صاحب وہیں رہ گئے کیونکہ طالب علم تھے پھر اس کے بعد جب دوبارہ حضرت تشریف لائے تو وہ فارغ التحصیل ہو کر جا چکے تھے اس لئے ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہوئی۔ جب اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ایسے موقع پر خود ہی اجازت دیدینی چاہیے تھی۔

نیز حضرت فرماتے تھے کہ میری طبیعت کبھی کبھی اس کی طرف کھنچتی ہے اور فیضان کا رجحان ادھر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہیں بھی ہے بنا یا ہوا ذکر و شغل کرتا رہتا ہے نیز فرمایا کہ مجھے خیال ہوا کہ اس کی طبیعت اس قدر تیز رفتار کس وجہ سے ہے؟ وطن و خاندان دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کے والد مدینہ منورہ میں روضۂ اطہر اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں اور جاروب کشوں میں سے ہیں، اور یہ بچہ مدینہ منورہ میں ہی پیدا ہوا اور وہیں اپنے والدین کے پاس تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہا اور روضۂ اطہر پر مسجد نبوی میں حاضر رہا، اب صرف دورۂ حدیث پڑھنے کے لئے دہلی آیا ہے کیونکہ تمام ممالکِ اسلامیہ میں ہندوستان (دہلی، دیوبند اور سہارنپور وغیرہ) کا دورۂ حدیث مشہور ہے، تب یہ بات صاف واضح ہو گئی کہ یہ سب صفائی اور جِلا حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوارِ پاک کی صحبت کی برکت سے ہے (او کما قال واللہ اعلم بالصواب).

(۲۳) ایک دفعہ فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ محمد فضل علی شاہ قدس سرہ کی خدمت میں دو شخص بیعت کیلئے حاضر ہوئے وہ دونوں کسی بڑے عہدہ پر ملازم تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ بیعت کرتا ہوں مگر فائدہ جب ہوگا کہ موٹے دانوں کی تسبیح گلے میں ڈال کر رکھو اور خصوصاً باہر نکلتے وقت ضرور گلے میں ہو۔ انھوں نے وعدہ کیا مگر بعد میں ایک شخص نے تو اس ارشاد کی کوئی تعمیل نہ کی اور فیضانِ شیخ سے محروم رہا دوسرے نے پوری طرح تعمیل کی جب وہ موٹے دانوں کی تسبیح ڈال کر باہر نکلتا تو لوگ اس کا مذاق اڑاتے اور پوچھتے اجی ملاں صاحب یہ آپ نے کیا کر لیا ہے کیا آپ فقیر ہو گئے کوئی کہتا انھوں نے کوئی ڈھونگ رچایا ہے وغیرہ۔ وہ ان باتوں کو برداشت کرتا رہا لیکن اس روش کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ نفس کی اس مخالفت اور شیخ کے حکم کی

تعمیل سے وہ فائز المرام ہوا اور صاحب اجازت ہو کر خدمتِ اسلام پر مقرر ہوا اور بہت ترقی کی۔ سچ کہا ہے ؎

نہ بچا بچا کے تو رکھا اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

بیشک شیخ کے فرمان کی تعمیل میں جو تربیتِ مریدین کے لئے ہو بہت فائدہ ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ معمولی بات ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نفس کی مخالفت میں ہی کامیابی و کامرانی ہے۔

(۲۴) حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ جماعت کے ساتھ کسی جگہ تشریف فرما تھے ایک شخص کو مقام فنافی الشیخ کی حالت طاری تھی وہ کبھی اپنے اعضا اور ڈاڑھی ولباس وغیرہ کو دیکھتا اور کبھی حضرت کے اعضا اور ڈاڑھی ولباس وغیرہ کو دیکھتا اس کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کا اپنا جسم نہیں ہے بلکہ اس کے پیر صاحب کا جسم ہے اسی لئے وہ کبھی اپنی طرف اور کبھی شیخ کی طرف دیکھتا کہ یہ تو بالکل ایک ہی جیسے معلوم ہوتے ہیں حضرت غریب نواز نے بھی اس کی اس حالت کو دیکھا اور مسکرائے۔ (رابطۂ شیخ اسقدر قوی ہو جاتا ہے اور شیخ کی ظاہری شکل وصورت و وضع قطع میں اتباع و یکرنگی اسقدر پیدا ہو جاتی ہے کہ بعض وقت سالک پر محویت یک بینی غالب آجاتی ہے اور ع "تو در و گم شو وصال این ست و بس" کے پیشِ نظر اپنا وجود و شکل و وضع اس کی نگاہ سے محو ہو کر شیخ کا وجود اور اس کی شکل و وضع اس کی نگاہ کے سامنے جم جاتی ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا مصداق ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ باوجود دوری اور فاصلہ کے رابطۂ قلب کی بنا پر شیخ کے رنج و خوشی اور مرض وغیرہ سے متأثر ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف)۔

مزید تشریح و تقویتِ مضمون کیلئے فنائے سہ گانہ کا مختصر بیان مکتوب ۳۵

مکتوباتِ "احمدیہ سعیدیہ" (حضرت شاہ احمد سعیدؒ دہلوی بنام حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہما العزیز) سے ترجمہ کرکے تحریر کیا جاتا ہے: "فنا فی الشیخ مقدم بر فنا فی الرسول ہے ؎

از آں روئے کہ چشمِ تُست احول	بہ مقصودِ تو پیرِ تُست اول

غلبۂ محبت جو کہ مریدِ رشید کو پیرِ کامل و مکمل کے ساتھ پیدا ہوجاتا ہے اس محبت کے سبب سے ہر ساعت اپنے محبوب کے کمالات کو جذب کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اپنے آپ کو اور ہر چیز کو فراموش کردیتا ہے اور اس کے اندر سے انا الشیخ (میں شیخ ہوں) کی آواز نکلتی ہے ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق	ہر کجا می نگرم روئے ترا مے بینم

جس وقت کہ اس فقیر کو اس مقام پر پہنچایا گیا یہ دیکھنا (یعنی کیفیت) اسقدر غالب آئی کہ اپنے تمام حرکات و سکنات اور اقوال و افعال کو اپنے پیر و مرشد کے حرکات و سکنات پاتا تھا اور جب شیخ کامل و مکمل حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ملحق ہوجائے (یعنی حاصل کرلے) اور آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحادِ خاص اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل ہوجائے تو فنا فی الشیخ کے بعد فنا فی الرسول کا مقام جلوہ گر ہوجائے گا اور اس وقت اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کے ساتھ متحد پائے گا اور شیر و شکر کی طرح ملا ہوا دیکھے گا بعد ازاں فنا فی اللہ سے مشرف ہوجائے گا۔ اور ذاتِ بیچوں کے ساتھ اتصال کا شرفِ خاص پائے گا۔

(اتصالِ بے تکیّف بے قیاس	؛	ہست رب الناس را با جانِ ناس)

پس ایسا معاملہ کیا گیا جس کے ساتھ کیا گیا۔ اگر وہ مستہلکین سے ہے تو وہ بحرِ مشاہدہ میں مستغرق رہے گا اور اگر مرجوعین (واپس لوٹنے والوں) میں سے ہے تو بقا کا خلعت پہن کر دنیا کی طرف

رجوع کرے گا اور اب اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ارشاد و ہدایت کا معاملہ اس کے سپرد ہو جائے گا اور وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو جائے گا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(۳۵)

از مستری شمس الدین صاحب اسمٰعیل آبادی

ایک دفعہ یہ فقیر احمد پور شرقیہ حاضر ہوا۔ حضرت صاحب کے درِ دولت پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت مبارک کو سخت تکلیف ہے اور زندگی کی کوئی امید نہیں۔ فقیر کی رات سخت پریشانی میں گذری، اگلے دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی اور حضرت نے پردہ کرا کر اس فقیر کو اندر بلایا اور فرمایا کہ بیٹا میں سخت بیمار تھا جس کی وجہ سے آپ کو نہ بلا سکا۔ اس کے بعد آپ نے دنیا کی بے ثباتی پر جامع تقریر فرمائی جس میں اپنی موت کو یاد کرنا اور زندگی کو ایک رہگذر تصور کرنا ثابت فرمایا اور فرمایا کہ "ہم لوگوں کے دماغ اتنے چڑھ گئے ہیں کہ اچھی اچھی عمارتیں اور عمدہ عمدہ کھانے اور لباس اور سیر کو کافی روپیہ چاہنے لگتے ہیں اور اپنی اوقات کو بھول جاتے ہیں ہم کو چاہیئے کہ موت کو بھی یاد کریں اور خدا کے ذکر سے غافل نہ ہوں وغیرہ" جس سے فقیر کے دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ واقعی ولی کامل کی زبانِ مبارک سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے۔ نیز فرمایا "بیٹا! یہ الماری جو تم لائے ہو میں نے اپنے لڑکے محمد صادق (مدظلہ العالی) سے نہیں کہا تھا بلکہ اس نے خود ہی خط لکھ دیا تھا آپ کو سخت تکلیف ہوئی اللہ تعالیٰ اجر دے گا، اور اس الماری میں زنگ یا پھول وغیرہ کا جو کام رہ گیا ہے اسے جلدی ختم کر دو اس میں کوئی عمدہ کام نہ کرو اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا عنایت فرمائے تو میں تمہارے ہمراہ ہندوستان جاؤں کیونکہ دل بہت تڑپ رہا ہے کہ تبلیغ کیلئے جاؤں وغیرہ۔" یہ الماری عاجز نے اپنے وطن سے منگایا تھا اور دیوار میں لگنے والی تھی۔

(۳۶) ایک دفعہ فقیر احمد پور شرقیہ پہلی دفعہ آیا ہوا تھا، عاجز نے نواب صاحب کے

محلات دیکھنے کی اجازت چاہی فرمایا کہ مولوی محمد شریف (چھوٹے صاحبزادہ صاحب) کے ساتھ چلے جانا لیکن اس کے بعد فرمایا کہ واقعی نواب صاحب کے مکانات دیکھنے کے قابل ہیں مگر سالک کے دل پر ایسی انوکھی اور عجیب عجیب چیزیں دیکھنے سے خدا کی یاد میں فرق آجاتا ہے اس لئے سالک کو ایسی چیزیں نہ دیکھنی چاہئیں۔ ان ارشادات سے فقیر پر ایک اثر طاری ہوا کہ پھر محلات کے دیکھنے کا اصرار نہ کیا (حضرت کی توجہات اور صحبت کے اثر سے بلا کچھ فرمائے بھی سالکین کی یہ کیفیت رہتی تھی کہ سوائے ضروریاتِ بشریہ و شرعیہ کے حضرت کے درِ دولت سے اِدھر اُدھر جانے اور یونہی گھومتے پھرنے سے طبیعت متنفر رہتی تھی حتی کہ دوسرے شہروں میں بھی یہی اثر غالب رہتا اور بلا وجہ مختلف شہروں کا سفر کرنا اور سیر و تفریح کیلئے مختلف مقامات پر جانا اگرچہ مباح ہے لیکن مرغوب نہ رہتا تھا۔ مؤلف)

(۲۷) ایک روز احمد پور شرقیہ میں حضرت علیہ الرحمہ نے اس عاجز کو ارشاد الطالبین پڑھاتے ہوئے فرمایا ایک بزرگ رات کو مکان سے باہر نکلے دیکھا کہ ستارے چمک رہے ہیں کہنے لگے کہ افسوس تو سو رہا ہے اور تیرا رب جاگ رہا ہے۔ حضرت نے ایک شعر بھی پڑھا جو غالباً اس طرح تھا ؎ اٹھ جاگ تو وے فقیرا تُو تو سُتّا پیا رب تیرا جاگتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت کو ایک بیخودی سی طاری ہوگئی اور کافی دیر تک مستی کی حالت میں رہے اور خدائے تعالیٰ کی شان میں اشعار پڑھتے رہے۔

(۲۸) ایک دفعہ جب یہ عاجز احمد پور شرقیہ آیا تو چونکہ ریاستی بولی سے بالکل ناواقف تھا اور اتنا لمبا سفر اِس پریشانی کا پہلے کبھی نہیں کیا تھا اور کئی رات جاگنے کی وجہ سے دماغ میں چکر تھا جب اسٹیشن پر پہنچا تو سامان کی وجہ سے پریشان تھا

تانگے نکل چکے تھے آخر تمام سامان جو تقریباً ڈیڑھ من تھا خود اٹھا کر چلا تو راستے میں دو
شخصوں سے ملاقات ہوئی جو مدرسہ کے ماسٹر معلوم ہوتے تھے جب عاجز نے اُردو
زبان میں ان سے پوچھا کہ مجھے محلہ گڑھ احمد خاں میں حضرت خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی
کے دولت خانہ پر جانا ہے تو انھوں نے آپس میں ریاستی زبان میں گفتگو کی جس کا مفہوم یہ
سمجھ میں آیا کہ یہ شخص جو ہندوستان جاتا ہے مال کی گونیاں (بوریاں) بھر کر لاتا ہے وہ بڑا
ڈاکو ہے پھر ان میں سے ایک نے عاجز سے کہا کہ چل ہم نہیں جانتے اس ڈاکو کا مکان
تم بھی ڈاکو ہوا اور وہ بھی ڈاکو ہے۔ یہ بات سُن کر مجھے بہت افسوس اور سخت ملال ہوا۔
آخر حضرت کے دولت خانہ پر پہنچا اور ملاقات نصیب ہوئی فرمانے لگے آج یہ عاجز باہر کے
سفر پر جانے کو تھا کہ الہام ہوا آج مت جاؤ ایک فقیر احمد پور میں آپ کے پاس آنیوالا ہے
اس لئے عاجز رہ گیا اب معلوم ہوا کہ آپ آنے والے تھے۔ اس عاجز نے تمام ماجرا سنایا۔
فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی جب خواجہ غریب نواز حضرت محمد فضل علی شاہ صاحب قدس سرہ
کی خدمت میں جا رہے تھے تو ہم کو بھی لوگوں نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ تم اس جاٹ کے پاس
کیوں جاتے ہو۔ حالانکہ احمد پور کے لوگ تو ہشیار ہوتے ہیں ہم نے کہا کہ ہم نے اس جاٹ
کے پاس ایسی بات دیکھی ہے جو ہم نے کسی اور میں نہیں دیکھی۔ پھر جب ہم نے حضرت
کی خدمت میں آکر یہ ماجرا سنایا تو فرمانے لگے کہ او فقیرو! یہ دیکھو۔ آپ نے چراغ اٹھا کر
دکھایا کہ اس کے نیچے اندھیرا ہے اور چاروں طرف روشنی ہے۔ اس فقیر سے دور دور کے
لوگ فیضیاب ہوتے ہیں اور نزدیک کے لوگ فیضیاب نہیں ہوتے بلکہ معترض ہوتے ہیں
حضرت غریب نواز قدس سرہٗ کے ذکر کے بعد آپ کے آنسو آئے اور روئے اور فرمایا
کہ میرا شیخ ولیٔ کامل تھا افسوس ہم نے اس کی قدر نہ جانی۔

(۳۹) ایک روز حضرت صاحب موصوف عاجز کو اپنے کھیتوں کی سیر کرانے کے لئے لے چلے۔ راستہ میں (اُجڑی ہوئی) ایک بستی دکھائی دی فرمایا بیٹا دیکھتے ہو کہ یہ کیونکر بے آباد ہو گئی؟ عاجز نے عرض کیا کہ حضرت معلوم نہیں۔ فرمایا کہ یہاں پر زنا کثرت سے ہوا کرتا تھا اس لئے یہ بے آباد ہو گئی۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں پر زنا کثرت سے ہوگا وہ جگہ بے آباد ہو جائے گی۔ حضرت علیہ الرحمہ کا ہر لحظہ طالبانِ طریقت کو گناہ سے نفرت دلانے اور خدائے تعالیٰ کی طرف مائل کرنے میں گزرتا تھا۔ (حاکم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو انھوں نے اپنے لئے اللہ کے عذاب کو حلال کر لیا۔ دیگر امام احمدؒ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا وہ قحط میں گرفتار ہو گی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ رعب میں گرفتار ہو گی اور بھی زنا کی مذمت میں کثرت سے احادیث وارد ہیں اور قرآن پاک میں اس کی مذمت اور حد کا بیان ہے فلیراجع الیہما۔ مؤلف)

از صوفی محمد احمد صاحب

(۴۰) حکیم شمس الاسلام صاحب رہتکی کے ہمراہ یہ عاجز حضور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ان دنوں حضور کا قیام رہتک میں قبلہ حاجی عبدالمجید صاحب کے مکان میں تھا۔ یہ عاجز دوسرے مریدوں کی طرح دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے ایک حسین انداز اور محبت بھری نظر سے عاجز کی طرف دیکھا اور چند منٹ کے بعد فرمایا اب ہم سب مل کر اللہ اللہ کریں گے تم بھی منہ ڈھانپ کر شامل ہو جاؤ اور خیال کرو کہ تمہارا دل اللہ اللہ کر رہا ہے مراقبہ میں

کچھ ہی دیر گذری تھی کہ عاجز کا تمام جسم سرد ہو گیا اور لرزنے لگا ہر چند ضبط سے کام لینا چاہا مگر اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا بلکہ جلد جلد سانس چلنے لگا مراقبہ ختم ہو گیا مگر عاجز کی حالت بڑی دیر تک بدستور رہی تمام جسم تھک کر چور ہو گیا تھا بہت دیر کے بعد حالت سنبھلی گھر پہنچ کر تیز بخار ہو گیا حکیم صاحب نے اگلے روز دوائی دی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دم کرانے کی غرض سے پھر حکیم صاحب کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا فوراً بخار اُتر گیا۔ فرمایا "کیا ہوا" عرض کیا حضور یہاں سے جانے کے بعد گھر پر بخار ہو گیا تھا مگر یہاں پہنچتے ہی بخار نہیں رہا۔ آپ نے مُسکرا کر دم فرمادیا۔ جب گھر واپس ہوا تو بخار کی پھر وہی حالت ہو گئی اگلے روز حکیم صاحب پھر عاجز کو خدمتِ اقدس میں لے گئے وہاں پہنچتے ہی بخار پھر غائب ہو گیا۔ حکیم صاحب نے کہا حضور اس کو پھر بخار ہو گیا تھا فرمایا حکیم صاحب یہ بخار نہیں ہے پھر اس کے بعد اس عاجز کی طرف محبت سے کچھ کچھ وقفہ کے بعد دیکھتے رہے جسم پر لرزہ طاری ہونا شروع ہوا اور دل کی عجیب کیفیت ہو گئی لیکن گھر آیا تو پھر بخار نہیں چڑھا۔

(۳۱) ایک مرتبہ حضور پھر رہتک تشریف لائے، یہ عاجز اپنے ماموں صاحب کے ہمراہ قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ ماموں صاحب نے ایک سیب بطورِ ہدیہ پیش کیا۔ فرمایا یہ تکلف نہ کیجئے، غریب غُربا جب اس قسم کے تکلف میں پڑجاتے ہیں تو ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے پاس لینے دینے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تو وہ آنا چھوڑ دیتے ہیں، اس طرح اللہ کے ذکر سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ماموں صاحب نے سیب قبول فرمانے کیلئے بہت اصرار کیا فرمایا اچھا میں لے لیتا ہوں مگر جسے چاہوں دے سکتا ہوں آپ کو تو کوئی اعتراض نہ ہوگا؟ کہا نہیں حضور کوئی اعتراض نہیں۔ پھر حضرت نے وہ سیب

اس عاجز کو دیدیا یعنی ہدیہ قبول بھی فرمالیا اور ایک طرح سے واپس بھی کر دیا حالانکہ اس سے قبل آپ کو کسی نے بتایا بھی نہ تھا کہ میں ان کا بھانجا ہوں کیونکہ ماموں صاحب تو پہلی بار ہی حاضرِ خدمت ہوئے تھے۔

(۳۲) ایک دفعہ ماموں صاحب کے ہمراہ پھر قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ماموں صاحب نے عرض کیا حضور مجھے بیعت فرمالیجئے۔ کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا آپ کے پہلے شیخ حیات ہیں؟ کہا جی ہاں فرمایا پھر مجھ سے کیوں بیعت ہونا چاہتے ہو؟ تمہارے شیخ کامل ہیں تمہارے اسباق بھی کافی ہو گئے ہیں جو تمہیں مفت میں مل گئے ہیں اس لئے تم کو قدر نہیں لیکن جس نے محنت کر کے تم کو طے کرائے ہیں اس کے جسم کی ہڈیوں نے توجہ دیتے وقت کیسا درد نہ کیا ہوگا ان کی قدر کرو۔ جس شیخ سے فائدہ پہنچا ہو اس کی بیعت فسخ کرنے سے انسان خسارہ میں رہتا ہے ہاں بعد وصال بیعت ہو سکتے ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان کے شیخ کا وصال ہو گیا اور حضرت رہتک میں تشریف لائے تو ماموں صاحب نے آپ سے بیعت کی۔ تشریف لیجانے کے بعد اس عاجز نے حاجی عبدالمجید صاحب سے بیعت ہوتے ہیں تامل کرتے ہوئے خود حضرت موصوف سے خط میں درخواست کی جواباً تحریر فرمایا حاجی عبدالمجید صاحب سے بیعت کرلو وہ میرے خلیفہ ہیں ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ تم سے نزدیک بھی ہیں بہت فائدہ ہوگا۔ عاجز نے حکم کی تعمیل کی اور جو خطرہ تھا وہ دور ہو گیا۔

(۳۳) رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ قبلہ حاجی صاحب سے بیعت ہوئے چند مہینے گذر چکے تھے ناتجربہ کاری کی بنا پر شکایۃً عاجز نے حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں ایک خط روانہ کیا کہ حضرت حاجی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے دوسرے مریدوں کو تو

کئی کئی سبق دیدیئے میرا ابھی تک ایک ہی سبق ہے غالباً جس روز حضرت صاحب کی خدمت میں خط پہنچا ہوگا اسی روز حضرت حاجی صاحب نے اس عاجز کی طرف غور سے دیکھا اور لطیفۂ روح عنایت فرمایا۔ تیسرے روز بعد نمازِ عصر لطیفۂ سر عنایت فرمایا اس روز تمام جسم ٹھنڈا ہو گیا اور عشا کے وقت تک بدن پر لرزہ طاری رہا۔ حضرت کا سات آٹھ روز بعد نامۂ گرامی صادر ہوا جس میں تحریر تھا "سبق تو مل گئے ہوں گے مگر یہ باطنی معاملات ہیں جو تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ سبق ملنے میں بزرگی نہیں بلکہ شیخ کی اطاعت میں سراسر فائدہ ہے مقصود اللہ کی یاد کا پختہ ہونا ہے نہ کہ سبق کا ملنا۔

(۳۴) سنہ ۱۹۳۶ء میں یہ عاجز بی اے، کیلئے علیگڈھ گیا وہاں مرزا سخی بیگ صاحب سے دوستی ہو گئی اور دو سال تک انہی کے ہاں رہا۔ وہ بذریعۂ خط حضرت سے بیعت ہو گئے دورانِ تعلیم میں ہم دونوں نے حضرت موصوف (قدس سرہ) کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا تھا "حضور ہم دونوں خوب قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں کئی کئی بار سورۂ یٰسٓ شریف کا ورد کرتے ہیں۔ بڑی دیر تک مراقبہ میں بیٹھتے ہیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی یاد کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے"۔ دل میں یہ تھا کہ خوش ہوں گے اور تعریف کریں گے۔ کچھ دن بعد مکتوب گرامی پہنچا جس میں لکھا تھا: "جو کچھ اوراد وغیرہ کرتے ہو سب چھوڑ دو۔ تعلیم پر زیادہ وقت لگاؤ اور پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھو وقت آنے پر معمولاتِ مذکورہ پر عمل کرنا۔ آپ نے یہاں دونوں کے نفس کی اصلاح بھی فرمادی اور مشورہ سے بھی نوازا۔

(۳۵) رہتک میں ایک روز حضرت موصوف مسجد بیوپاریاں محلہ پاڑہ میں تشریف فرما تھے یہ عاجز بھی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا ڈاڑھی کے متعلق گفتگو فرمائی

"لوگ ڈاڑھی اس لئے منڈاتے ہیں کہ دوسرے ان کو پسند کریں اور نامحرم عورتیں ان پر فریفتہ ہوں حقیقت تو یہ ہے ڈاڑھی نہ رکھنے کے باقی سب بہانے ہیں سکھوں کو دیکھو ڈاڑھی رکھتے ہیں کیا ان کو سرکاری ملازمت نہیں ملتی یا ان کا کوئی دنیوی کام رُک جاتا ہے"۔ یہ عاجز ڈاڑھی منڈاتا تھا بہت شرمندہ ہوا۔

(۳۶) حضرت قدس سرہٗ میں ایک خاص کمال تھا کہ جب کسی کو کوئی خواب نظر آتا تھا تو اسی سے دریافت فرماتے تھے۔ ایک روز کرنال یا پانی پت میں شرعی مسائل پر روشنی ڈالی نیز تہمد اور پاجامہ وغیرہ کو ٹخنوں سے اونچا رکھنے کی تلقین فرمائی۔ عاجز کو خطرہ ہوا کہ معمولی سی بات کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ اگلے روز کوئی دس بجے حضرت نے فرمایا کوئی خواب ہوا ہو تو سناؤ۔ عرض کی حضور ایسا دیکھا کہ عاجز کفن میں لپٹا ہوا ہے اور اس میں پاؤں ڈھکے ہوئے ہیں۔ کسی نے قینچی سے کفن ٹخنوں تک کاٹ دیا ہے فرمایا "آئندہ سے ٹخنوں سے نیچی شلوار نہ پہنا کرو۔ محبت کا معیار یہ ہے کہ جو شرعی مسئلہ بزرگوں سے پہنچے اس کو بے چون و چرا تسلیم کر لیا جائے"۔

(۳۷) مرزا اسحٰق بیگ صاحب نے کچھ عرصہ کے لئے سرپرست "ہمارا دواخانہ" دہلی کے ہاں سکونت اختیار کی وہاں چند شطرنج کے کھلاڑیوں نے ان کو بھی شطرنج کھیلنے کا عادی بنا دیا ان کا زیادہ وقت شطرنج میں گذرنے لگا ذکر کی حالت میں کمی آگئی حضرت کو دعا کیلئے لکھا جواب میں آپ کا نامۂ گرامی موصول ہوا جس کی نقل مندرجۂ ذیل ہے

"حامدًا و مصلیًا۔ من محمد سعید قریشی ہاشمی۔ مشفقی و مخلصی سلمہ ربہٗ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دعا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آپ کو اپنی یاد کی توفیق بموجب شریعت عطا فرمائے۔ کم کھانا کم بولنا اور کم سونا اور لوگوں سے الگ رہنے سے

نفس تابع ہو جاتا ہے اس کی عادت ڈالو، وقتِ فرصت بہشتی زیور کے مسائل نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ دیکھا کرو اور کچھ حصہ تذکرۃ الاولیا یعنی بزرگوں کی تصنیف پڑھا کرو اور بدستور حضرات کے حلقہ میں جاتے رہو انشاء اللہ صراطِ مستقیم پر رہو گے (۱۳ر دسمبر ۴۲ء)

(۳۸) بستیوں کے ذاکرین کو اپنے گھر پر لاتے اور ذکر وغیرہ کی مجلس قائم کرتے تاکہ گھر والوں کو دیکھ کر رغبت ہو۔ زبان سے ان کو کوئی خاص توجہ نہ دلاتے بلکہ ان ذاکرین کی عملی حالت دکھاتے تھے۔ (بروایت صاحبزادہ صاحب)

آدابِ مجلس

آپ کی مجلس میں ہر خورد و کلاں نہایت ادب و تعظیم سے بیٹھتا تھا۔ آپ کسی سے کبھی بھی سفیہانہ گفتگو اور ہزل نہیں فرماتے تھے اور نہ کسی اور کو یہ جرأت ہوتی بلکہ سب اس طرح خاموش ذکرِ الٰہی میں بیٹھے رہتے گویا کہ یہاں کوئی ہے ہی نہیں[1] اور حسبِ ضرورت

---

[1] بخاری شریف کتاب الجہاد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کے باب میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا الحدیث۔ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ سب لوگ اس طرح ادب سے بیٹھے تھے کہ گویا ان کے سر پر پرند بیٹھا ہوا ہے کہ جنبش سے وہ اڑ جائیگا۔ الحدیث۔ نیز صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرتِ عروہ اسلام لانے سے پہلے قریش کی جانب سے شرائطِ صلح پر گفتگو کیلئے آتے ہیں تو صحابہ کی وفاداری کا نقشہ قریش کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ "میں نے قیصر و کسریٰ و نجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن جو والہانہ عقیدت کا منظر یہاں دیکھا کہیں نہیں دیکھا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کرتے ہیں تو لوگوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور محفل میں ایک سکوت کا عالم طاری ہو جاتا ہے نظر بھر کر کوئی شخص ان کی طرف دیکھ نہیں سکتا۔ آپ کے وضو کا پانی اور آپ کا بلغم (تھوک) زمین پر گرنے نہیں پاتا بلکہ اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔" بزرگانِ دین کی مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و برکت سے رعایتِ آدابِ شیخ کا یہ نقشہ بالعموم دیکھنے میں آتا ہے۔ (مرتب عفی عنہ)

ہر شخص نہایت ادب سے بولتا اور کوئی کسی قسم کی تنگی و تکلیف بھی محسوس نہیں کرتا تھا۔ آپ کی مجلس میں کوئی شخص کسی سے سرگوشیاں نہیں کرتا تھا جو خلافِ آدابِ مجلس ہے اور قرآن پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ جب مجمع زیادہ ہو جاتا تو حلقہ اور وسیع کر لیا جاتا تاکہ سب کو اچھی طرح جگہ مل جائے اور سب آپ کے ملفوظات و فیوض سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ آپ باوقار رہتے جو کہ ایک شیخِ طریقت کی شان کے شایاں ہے تاکہ فیض اخذ کرنے والوں کے دل پر اس کا اثر اور عظمت و بزرگی قائم رہے اور محبت کا اسقدر اظہار فرماتے کہ کسی کو کوئی تکلیف اور تنگی بھی پیدا نہیں ہوتی تھی تاکہ حصولِ فیض اور استفسارِ مسائلِ شریعت و طریقت میں مانع نہ ہو جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ۲۰۹ جلد اول کے اخیر میں تحریر فرمایا ہے "بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو سنجیدہ اور باوقار رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھولدے اور ان سے ہم نشینوں کی طرح سلوک کرے اور حکایت و گفتگو سے مجلس گرم رکھے والسلام"

جب تک لوگ آپ کی خدمت میں بیٹھے رہتے آپ بھی بیٹھے رہتے اور کسی کو اُٹھ جانے کے لئے نہ فرماتے خواہ کیسا ہی بے وقت ہو جاتا سوائے نماز وغیرہ کے اوقات کے حتیٰ کہ دوپہر یا رات کو لیٹنے کے وقت میں بھی بہت دیر ہو جاتی۔ چونکہ آپ کو ریح کا عارضہ شدید رہتا تھا اور ہر وقت لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہنے کی وجہ سے بوجہ شرم و حیا آپ کو ریح روکنی پڑتی اس لئے تکلیف بڑھ جاتی لیکن کسی کو اُٹھ جانے کے لئے نہ فرماتے۔ بعد میں مولانا گوہانوی یا حاجی محمد شفیع صاحب وغیرہ رفیق سفر کو فرماتے کہ آپ لوگوں کو نہیں سمجھاتے اور میں شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکتا اس سے تکلیف بڑھ جاتی ہے اور بجائے فائدہ کے سب کے لئے نقصان کا باعث ہو جاتی ہے کیونکہ تکلیف کی وجہ سے

افادہ واستفادہ دونوں میں کمی ہو جاتی ہے۔ لوگ بھی باوجود مولانا گوہانوی وغیرہ کے بار بار کہنے اور سمجھانے کے اس بات کو نہیں سمجھتے تھے اور پھر وہی بات واقع ہو جاتی تھی بات یہ ہے کہ سب لوگ پرانے رفیق اور بزرگ کی طبیعت وعادت سے واقف نہیں ہوتے چونکہ شیخ دعوتِ تبلیغ پر آیا ہوا ہوتا ہے اس لئے سوچتا ہے کہ جسقدر بھی حسنِ اخلاق محبت اور میل جول کا برتاؤ رکھا جائے گا لوگ اتنا ہی زیادہ رغبت سے آئیں گے، اللہ کا نام سیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ میزبان یا رفیقِ سفر یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ حضرت جب خود بیٹھے ہوئے ہیں اور منع نہیں فرماتے تو تمہارا کہنا کہیں گستاخی میں شمار نہ ہو جائے، حالانکہ یہ منصب میزبان اور رفیقِ سفر کا ہی ہے کہ وہ اچھے طریقے سے لوگوں کو الگ کرکے شیخ کے آرام کا کافی خیال رکھا کرے اور الگ وقت میں لوگوں کو اس قسم کے آداب سے آگاہ کر دیا کرے کہ مشائخ اپنے منھ سے اس قسم کی باتیں شاید اس لئے بھی نہیں کہتے کہ اس میں اپنی عزت کرانے اور بڑائی کا شائبہ پایا جاتا ہے، دوسرے پرانے رفیق اس لئے بیٹھے رہتے ہیں کہ سب بیٹھے ہیں تم ہی کیوں اٹھو اور ہر نیا آدمی چونکہ آدابِ طریقت سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتا اس لئے وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب و اوقات کی پابندی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے قاصر رہتا ہے نیز ہر شخص اپنی فرصت کو مدِنظر رکھ کر آتا ہے اور اس وقت اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ مجھے بھی حضرت کی خدمت میں کافی دیر بیٹھنے کا موقع مل جائے اگرچہ وہ کتنا ہی بے وقت آیا ہو اور پھر بعض لوگ اس لئے بھی دیر تک بیٹھتے ہیں کہ جب سب چلے جائیں گے تو تنہائی میں اپنا فلاں مقصد بیان کرکے دعا و تعویذ وغیرہ کرائیں گے یا مشورہ لیں گے اس طرح چاہے رات کے بارہ ایک کیوں نہ بج جائیں۔ یہ نہایت ناسمجھی کی بات ہے

بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایسے عام مقاصد کو ان کے وقت پر کہہ کر استصواب و دعا و تعویذ وغیرہ حاصل کر لیا جائے، اور اگر واقعی کوئی بات تنہائی میں ہی کہنے کی ہے تو خود براہ راست یا کسی رفیقِ سفر یا میزبان کے ذریعہ سے کہہ سکتا ہے کہ تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے وہ بزرگ خود ہی تنہائی کا موقع دیدیں گے۔ شاید بعض لوگ بے وقت آ کر یہ سمجھتے ہوں کہ یہ بزرگ ہمارے آنے پر ہی بیٹھے ہیں اس سے پہلے تو آرام ہی کر رہے ہوں گے اس لئے ہم بیٹھے بھی رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں حالانکہ ان سے پہلے بھی یہی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور تہجد کے بعد سے رات کے سونے تک سوائے دوپہر کے قیلولہ کے لوگوں کا سلسلہ لگا ہی رہتا ہے۔

مشائخ کی خدمت میں آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے کے ان تمام آداب کی رعایت مریدین کے لئے ضروری ہے اس لئے اس بیان کو ذرا تفصیل سے بیان کر دیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام) (یعنی تیرے نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے) اور قرآن پاک میں جگہ جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کی رعایت رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مزید کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف۔

ملفوظات

بروایت مولٰنا گوہانوی (۱) ایک شخص نے رزق کی فراخی کے لئے دعا کی درخواست کی تو جواب میں فرمایا کہ "رزاق کی تلاش کرو رزق تمہیں خود بخود تلاش کریگا۔" (آپ کی بیاض میں پنجابی کا یہ شعر درج ہے اور اکثر اسے پڑھتے بھی تھے ؎

پلّے خرچ نہ بنھدے پکھی تے درویش   جنہاں تکیہ رب دا انہاں رزق ہمیش"

(یعنی درویش اور پرندے اپنے پلّے میں رزق باندھ کر نہیں پھرتے جنھیں اللہ پر بھروسہ اور توکّل ہوتا ہے انھیں ہمیشہ رزق حاصل ہے)۔

(۲) عاجز (محمد سعید صاحب گوہانوی) کی لڑکی فوت ہوگئی اس کی اطلاع حضرت کی خدمت میں بھیجی گئی اور دعا کا ملتجی ہوا کہ اللہ تعالیٰ تسکین عطا فرماویں۔ ارشاد ہوا "انا للہ وانا الیہ راجعون" نیز فرمایا کہ "آپ کو لڑکی کے فوت ہونے کا غم ہوا مجھے خوشی ہوئی اور وہ خوشی یوں ہوئی کہ الحمد للہ آپ کی بھی سفارش کرنے والی ایک آگے پہنچ گئی"۔ چنانچہ اس مکتوب کے پڑھنے سے غم غلط ہوگیا۔

(۳) ایک دوست نے تحریر کیا کہ میری لڑکی ہر وقت روتی ہے دعا فرمائیں اور ایک تعویذ عنایت فرمائیں۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں عمل پڑھ کر دم کرو۔ نیز فرمایا کہ رونا بچوں کی غذا ہے بغیر روئے بچے بڑے نہیں ہوتے خواہ بادشاہ کے ہوں۔

(۴) ایک روز ارشاد فرمایا کہ اکثر لوگ دنیاوی اغراض لیکر بزرگوں کی خدمت میں پہنچتے ہیں کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں آتا الّا ما شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔

(۵) ایک روز ارشاد فرمایا مولوی صاحب خدائے تعالیٰ کی یاد میں اتنی لذت ہے کہ اس کا اندازہ بیان سے باہر ہے۔ جتنی لذت جس پر ساری دنیا مفتوں ہے کچھ بھی نہیں۔ خدا کی یاد کی لذت دیرپا ہوتی ہے۔

(۶) ایک روز ارشاد فرمایا کہ مبلغ القرآن اور مبلغ الاسلام کبھی غریب نہ ہوگا۔ (یہ الفاظ مستری شمس الدین صاحب سے بھی منقول ہیں) اور اس پر اپنے وطن کی ایک

عورت کا قصہ سنایا کہ ہمارے ہمسایہ میں ایک عورت تھی جب تک اس کا خاوند زندہ رہا وہ نان نفقہ سے بے فکر تھی مگر خاوند کے فوت ہونے کے بعد فکرِ معاش لاحق ہوئی وہ عورت قرآن مجید پڑھی ہوئی تھی اس نے لڑکیوں کو پڑھانا شروع کر دیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مع اہل و عیال معاش سے بے فکر کر کے غنی کر دیا چنانچہ کچھ دن بعد اس کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے گئے۔

(۷) ایک روز ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا ذکر دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ دینی و دنیوی فوائد خود بخود حاصل ہوتے رہیں گے۔

(۸) ایک روز فرمایا تم خدا کے کام میں مصروف ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی کفایت فرمائے گا۔

(۹) ایک روز ارشاد فرمایا کہ اے فقیرو! در اصل تم ہی مالدار ہو تمہارے پاس دین کی دولت ہے جس کو بقا ہے اور دنیا داروں کے پاس دنیا کی دولت ہے جسے فنا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے فرائض و مستحبات و نوافل کی بجائے دنیا کی دولت کو قبول کر لو؟ کیا یہ منظور ہے؟ اگر یہ منظور نہیں ہے تو بس خدائے تعالیٰ کی یاد سب سے عمدہ اور بہترین دولت ہے اس پر صبر و قناعت کرو، دنیا کی دولت دین کی دولت سے محروم کرنے والی چیز ہے اور بھلائیوں سے محروم رکھتی ہے۔

(۱۰) ایک روز ارشاد فرمایا کہ دنیا ایک گذرگاہ ہے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک گذرگاہ ہے یہ رہنے بسنے اور سونے کا مقام نہیں اس میں سلامتی کے ساتھ گذر جانے کا خیال رکھو یہاں ہمیشہ رہنے کا خیال ہرگز نہ کرو ہم کو در اصل دائمی زندگی کے لذائذ حاصل کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور اس دار الفنا (دنیا) کو اسلئے بنایا گیا

کہ یہاں سے آخرت کا توشہ لیکر دار البقا میں جاؤ اور وہاں ابدی نعمتوں کے مزے لوٹو۔

(۱۱) ایک روز ارشاد فرمایا کہ شہر میں اللہ اللہ کرنے میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا جنگل میں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر میں لوگوں کے گناہوں کا دھواں اٹھتا ہے اس لئے وہ فیض کے آنے میں حائل ہو جاتا ہے اور اس کے متعلق اپنا انکشاف بھی فرمایا کہ اس عاجز کو بھی یہی آواز آئی ہے کہ میری تجلی جنگل میں براہِ راست ذاکر کے قلب پر نزول کرتی ہے۔

(۱۲) ایک روز فرمایا کہ زیادہ وعظ نہیں کرنا چاہئے ورنہ لوگ واعظ کہنے لگیں گے اور باطنی فیض حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں گے۔

(۱۳) ایک روز فرمایا کہ جتنا فائدہ ذکر اللہ کے بتلانے سے ہوتا ہے اتنا وعظ کرنے سے نہیں ہوتا۔

(۱۴) ایک روز فرمایا مولوی صاحب اگر آپ کا کوئی دوست ہو اور باطنی نعمت سے محروم ہو تو اس کو ضرور بالضرور ذکرِ قلبی تعلیم کیا کرو، یہ دوستی کا حق ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو شرمایا نہ کرو۔

(۱۵) ایک روز فرمایا کہ جو عالم ظاہری علم پڑھ کر باطن کی طرف غور نہیں کرتا وہ ایک آنکھ والا ہوتا ہے۔

(۱۶) ایک روز فرمایا کہ احکامِ الٰہی کے مقابلہ میں اذکارِ الٰہی کی کوئی حیثیت نہیں سب سے پہلے احکامِ الٰہی بجا لاؤ اور اس کے بعد اذکار کرو۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قول و فعل میں شریعتِ مقدسہ کی پابندی اور سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ہی حقیقی ذکر ہے اور اصلی یادِ الٰہی ہے اور اذکار و اشغال جو قرآن شریف و حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں اس کے معاون و مددگار اور طبیعت کو اس کے موافق و سازگار بنانے والے ہیں

اور جس طرح جسمانی صحت و تربیت کے لئے اطباء و حکماء نے اپنے تجربات کی بناپر مفید اور مضر غذاؤں کا بیان کیا ہے اسی طرح روحانی تربیت و صحت و ترقی کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی آسمانی کتابوں میں روحانی غذاؤں کی مکمل فہرست جس میں تمام مفید اور مضر چیزوں کی پوری تفصیل موجود ہے بھیجدی ہے جس کو شریعت اور مذہب کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی زندگی کا صحیح نمونہ پیش کر کے اس کی مکمل تشریح کردی ہے خصوصاً اسلام نے تو اس تفصیل کو اس حد تک پہنچایا ہے کہ ہر مفید و مضر غذا کے درجے بھی بتادیئے چنانچہ استعمال کے لئے فرض واجب سنت مستحب مباح وغیرہ کے مراتب قائم فرما کر ضرورت کی نوعیت دکھائی تو پرہیز کے لئے حرام، مکروہِ تحریمی و مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کی تقسیم سے بچنے کی ضرورت کے مدارج بتادیئے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل فرماکر اطمینان دلادیا کہ اب اندیشہ نہیں کہ شاید کسی مضر کو مفید سمجھ کر کھالینے سے ہلاک ہو جائیں صرف اس عطا کردہ مکمل فہرست پر عمل کرنا نجات کے لئے کافی ہے۔ مگر جب تک دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت قائم نہیں ہوتی ان احکامِ شرعیہ اور مرضیاتِ الٰہیہ پر عمل مشکل ہوتا ہے اس لئے اس کے حصول کے لئے شریعت کی روشنی میں اذکار و اشغال کی تعلیم دی جاتی ہے کہ اس سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا غلبہ حاصل ہوتا ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ میں اسی رمز کا بیان ہے اور محبت کی حالت میں محبوب کے احکام بجالانے میں تعب و تکلیف کی بجائے لذت محسوس ہوتی ہے جو کبر و نخوت اور جملہ عاداتِ رذیلہ و خبیثہ کو ختم کر کے خشوع و مسکنت، بلند ہمتی، تواضع، زہد و طاعت، اخلاص، رضاجوئی وغیرہ اخلاقِ حسنہ کی توفیق دیتی اور کسی عضو اور حس سے بھی کوئی خلافِ انسانیت و خلافِ حکم خدا و رسول کام سرزد نہیں ہونے دیتی۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ میں اسی راز کو بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو اتباعِ محبوبِ خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا اور اس کو مقدم رکھا ہے اور اللہ کی محبت کا دارومدار قرار دیا ہے، اور جو شخص جس سے زیادہ محبت کرتا ہے اس کو زیادہ یاد بھی کرتا ہے پس یاد کا مدار اتباعِ شریعت پر ہی ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کا ہر قول و ہر فعل جو عین شریعت کے مطابق اور سنت کے اتباع میں ہو حقیقی ذکر ہے اور دوامِ ذکر اور یادداشت سے یہی مقصود ہے واللہ اعلم۔ مؤلف)

(۱۷) ایک روز فرمایا کہ مریدین ذکر اذکار کرتے ہیں کہ ان کو سنتِ نبوی کی محبت ہو جائے اور جب تک یہ بات حاصل نہ ہو اس وقت تک مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۸) ایک روز فرمایا کہ بے شرع پیروں سے بچو ورنہ بلا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

(۱۹) ایک روز فرمایا کہ دو آدمی باطنی فیض سے اکثر محروم رہا کرتے ہیں ایک مولوی دوسرا مالدار۔ مولوی اس لئے کہ وہ اپنے علم پر غرور کرتا ہے (العلم حجاب الاکبر بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے) اور مالدار اپنے مال پر ناز کرتا ہے یہ لوگ اکثر اہل اللہ کو فریب باز تصور کرتے ہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی کامیاب ہو گیا تو اس سے بہت مخلوقِ خدا راہِ راست پر آجاتی ہے (یعنی عالم سے بوجہ اعتقادِ علمی اور ملکۂ تبلیغ کے، اور مالدار سے بوجہ اثرات و تعلقاتِ دنیاوی کے۔ مؤلف)

(۲۰) ایک روز ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ چوروں کو بہت برا سمجھتے ہیں مگر اکثر محنت مزدوری اور ملازمت کرنے والے اور تجار بھی چوری کرتے ہیں اور سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ (حدیث شریف میں ہے: عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِیْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا۔ (رواہ احمد) یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں بہت برا باعتبار چرانے کے وہ آدمی ہے جو اپنی نماز سے چوری کرے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ اپنی نماز سے کیونکر چراتا ہے۔ فرمایا وہ نہ نماز کا رکوع پورا کرتا ہے اور نہ اس کا سجدہ)۔ (مشکوٰۃ باب السجود)

(۲۱) ایک روز حضرت نے عاجز (مولانا گوہانوی) سے فرمایا کہ مجھے کھانا علیحدہ دیا کرو کیونکہ میں ہر لقمہ حضوری کے ساتھ کھاتا ہوں۔

(۲۲) ایک روز ایک نمبردار آیا جو بہت امیر تھا مگر دنیوی الجھنوں اور جھگڑوں میں بری طرح پھنسا ہوا تھا اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا دعا فرمائیں کہ میں مصیبت سے بچ جاؤں۔ فرمایا جاؤ اللہ بہتری کرے گا۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ آپ بھی اگر اس نمبردار جیسا دولتمند بننا چاہتے ہیں تو کہہ دیجئے انشاء اللہ ویسا ہی ہو جائیگا۔ اسوقت حضرت پر ایک خاص حالت طاری تھی فرمایا میری وجہ سے نہ رکنا جو دل چاہتا ہے وہ کہو۔ میں نے عرض کیا حضور مجھے امیری نہیں چاہیئے۔ فرمایا مولانا اگر دولتمند بننے کی خواہش کرتے تو ضرور ہو جاتے مگر عذاب میں پھنس جاتے۔

(۲۳) بھائی عبدالرحمٰن صاحب کرنال والے نے فرمایا کہ میں نے سرہند شریف جانے کے لئے حضرت صاحب سے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت کے ساتھ ساتھ مراقبہ کرنے اور دیگر آداب کی ہدایات دیں اور فرمایا کہ فلاں جالی کے پاس بیٹھ کر مراقبہ کرنا۔ جب میں واپس ہوا تو عرض کیا کہ حضور آپ عرس کے موقع پر کیوں تشریف نہیں لیجاتے فرمایا جب تمہیں مجھ سے کوئی خاص بات کرنی ہوتی ہے تو سب لوگوں کے سامنے کیوں نہیں کرتے (مقصد یہ تھا کہ میں بھی مجدد صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں خاص تنہائی میں حاضر ہونا چاہتا ہوں اور عرس کے موقع پر تنہائی نہیں ملتی۔

ازمولوی عبدالحلیم صاحب پانی پتی

(۲۴) کم کھانے کم سونے کم بولنے کی عادت ڈالو۔
(۲۵) قبض و بسط دونوں سے سالک کی آزمائش ہوا کرتی ہے۔

(۲۶) نفس و شیطان سالک کے بڑے دشمن ہوتے ہیں۔

(۲۷) شیطان سالک کی زبانی اس کا حال و خواب سن کر بہکانے کی زیادہ سعی کرتا ہے او کما قال علیہ الرحمۃ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

ازصاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب

(۲۸) ارشاد فرمایا دنیا فانی ہے درویش کو اس میں دل نہیں پھنسانا چاہیئے بلکہ اس سے منہ موڑ کر باقی کے ساتھ یاری کرنی چاہیئے تاکہ باقی کے ساتھ خود بھی باقی ہو جائے۔ اکثر اوقات یہ کلمہ وردِ زبان ہوتا۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی[۱]۔

ازمستری شمس الدین صاحب

(۲۹) حضرت صوفی علی نواز صاحب سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ یہ فقیر فخر سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور فضل جتاتا ہے کہ اس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح علمِ لدنی عطا فرمایا ہے (واللہ اعلم)

(۳۰) اس سفر میں جو آپ کا آخری سفر ہے اور جس میں آپ نے بمقام پانی پت وصال فرمایا دورانِ سفر ریل گاڑی میں عاجز نے عرض کیا کہ حضرت! بہت لوگوں کو یہ عاجز دیکھتا ہے کہ مرشد کے گزرنے کے بعد مریدین ویسے ذاکر اور پابندِ شریعت نہیں رہتے اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ شیخ کے فرمان کو پوری طرح سے بجا نہیں لاتے بلکہ سستی کرنے لگتے ہیں اگر شریعتِ مقدسہ کی پابندی اختیار کریں تو ان کے ویسے ہی حالات باقی رہیں اور ویسے ہی ذکر اذکار کا سلسلہ قائم رہے۔

[۱] کما ورد فی حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا رواہ الشیخان (مؤلف)

چند ناصحانہ حکایات

آپ مسائلِ تصوف کو بیان فرماتے ہوئے وضاحت کیلئے بعض دفعہ کوئی حکایت بھی بیان فرما دیتے تھے بطور نمونہ چند حکایات جو آپ سے سُنی گئیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) ایک بزرگ جب ایک بھٹیاری کے مکان کے سامنے سے گذرتے تو بھٹیاری جس نے ایک بکرا پال رکھا تھا اس بزرگ سے سوال کرتی کہ اے بزرگ تیری ڈاڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی۔ وہ بزرگ یہ فرما کر چلے جاتے کہ پھر کبھی جواب دوں گا۔ یونہی زمانہ گذرتا گیا اور وہ بھٹیاری ہمیشہ اس بزرگ سے یہی سوال کرتی اور بزرگ صاحب یہی جواب دیکر روانہ ہو جاتے۔ آخر وہ وقت آیا کہ بزرگ کی عمر کا جام لبریز ہو گیا اور وہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ جب ان کا جنازہ اس بھٹیاری کے مکان کے سامنے سے گذرا تو اس نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں بزرگ کا جنازہ ہے۔ بھٹیاری نے کہا کہ یہ تو میرا دین کا بھائی ہے اور میرا اس سے بہت روحانی تعلق تھا اگر تم لوگ ان کا جنازہ رکھ کر ذرا ایک طرف ہو جاؤ تو میں بھی اس کی آخری زیارت کر لوں۔ لوگوں نے اس کو موقع دیدیا۔ جب بھٹیاری قریب پہنچی اور کپڑا اٹھایا تو وہی سوال کیا اور کہا کہ تو اچھا بزرگ ہے روز وعدہ کرتا رہا کہ تیرا جواب پھر دوں گا اور جواب دیئے بغیر اس دنیا سے چل دیا۔ اس بزرگ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس وقت فرمایا کہ میں اسی دن کا انتظار کر رہا تھا اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میری ڈاڑھی تیرے بکرے کی ڈاڑھی سے بہتر ہے کہ اس اتباعِ سنت کی برکت سے اللہ پاک نے میری بخشش فرمائی اور خاتمہ بالخیر ہوا۔

نتیجہ: مدارِ اعمال حسنِ خاتمہ پر ہے۔ جب تک خاتمہ بالخیر نہ ہو کسی عمل یا وضع پر کوئی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے انما العبرۃ بالخواتیم اور کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی اعتبار خاتمہ پر ہے۔ (یہ حکایت غالباً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی والوں کے متعلق ہے۔ واللہ اعلم)

(۲) ایک بزرگ کی مکاشفہ میں شیطان سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا کہ اے لعین! تو کیوں لوگوں کو ہر وقت بہکاتا ہے۔ شیطان نے جواب دیا کہ حضرت! میں تو صرف گڑ (شیرہ) لگاتا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا۔ بزرگ نے فرمایا نہیں تو جھوٹ بول رہا ہے سب تیری ہی بدمعاشیاں ہوتی ہیں کہ لوگوں کو برائی پر لگاتا اور لڑاتا رہتا ہے۔ شیطان نے کہا حضرت آپ یہیں تشریف رکھئے اور ملاحظہ فرمائیے کہ میں تو صرف گڑ (شیرہ) لگایا کرتا ہوں پھر لوگ خود ہی آمادۂ شرارت و اسارت ہو جاتے ہیں چنانچہ اسی وقت ایک حلوائی کی دکان پر گیا اور اس کی کڑھائی میں سے ایک انگلی مٹھائی کے شیرے کی بھر کر سامنے دیوار پر لگا دی۔ شیرہ پر مکھیاں جمع ہو گئیں، مکھیوں پر چھپکلی آ گئی۔ حلوائی کے لڑکے نے ایک بلبل پال رکھی تھی اور وہ اس وقت اس کو ہاتھ پر لئے بیٹھا تھا بلبل چھپکلی پر لپکی، اس وقت بازار میں سامنے ایک بازگیر ہاتھ پر باز کو بٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔ باز نے جو بلبل دیکھی اُڑا اور بلبل کو مروڑ دیا۔ حلوائی کے لڑکے نے جو بلبل کو شکار ہوتے دیکھا تو غصہ میں بھر گیا۔ جلتی ہوئی لکڑی بھٹی میں سے نکال کر باز کے دے ماری۔ بازگیر نے جو باز کے پیچھے بھاگا آ رہا تھا باز کی یہ گت بنتے دیکھی تو حلوائی کے لڑکے کو پیٹا۔ اتنے میں حلوائی بھی جو کہیں کام سے گیا ہوا تھا آ گیا اور لڑکے کی حمایت میں بازگیر سے گتھ گیا اور لڑائی خوب گرم ہو گئی، لوگ باگ اکٹھے ہو گئے، عدالت تک نوبت پہنچ گئی، بڑی

مشکل سے لوگوں نے بیچ میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کرایا۔ شیطان نے اس بزرگ کے پاس آکر عرض کیا، دیکھا حضرت! میں نے تو صرف شیرہ کی انگلی لگائی تھی۔ اب یہ لڑائی میں نے تو نہیں کرائی (بقول شاعر) ؎

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر　　فعلِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

نتیجہ: انسان کا اپنا نفس ہی اس کو برائی کی طرف آمادہ کرتا رہتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (ترجمہ: نفس ہی برائی کی طرف لے جانے والا ہے مگر جب کہ میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب غفور رحیم ہے) نفس کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور جلد بازی سے بچ کر سوچ سمجھ کر شریعتِ مقدسہ کی روشنی میں عمل کرنا چاہیئے ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا　　نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

دیگر: ؎ ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے گا گو ہو کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

(۳) شیطان کے مکروں پر آگاہ ہونا بہت مشکل ہوتا ہے یہ بڑے بڑے بزرگوں کو چکر میں ڈال دیتا ہے اور جیسا کوئی آدمی ہوتا ہے اس کے پاس اسی کے مطابق شکل بدل کر جاتا ہے عالم کے پاس بڑا عالم بن کر اور صوفی کے پاس بڑا صوفی بن کر جاتا ہے، جاہل کو جاہلانہ وضع قطع کے ساتھ بہکاتا ہے غرضیکہ عجیب عجیب ڈھنگ کرتا ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے ہی کہ شیطان نے ایک بدلی میں روشنی کی صورت میں نمودار ہو کر یہ کہا کہ "اے عبد القادر اب تو تو ہمارا بہت مقبول بندہ ہو گیا ہے اب تجھے کثرتِ عبادت اور اس قدر نماز روزہ کی پابندی کی

ضرورت نہیں ہے۔" کوئی اور ہوتا تو بہک جاتا مگر اللہ پاک نے ان کو علم سے نوازا اور تائید
ایزدی شاملِ حال تھی سمجھ گئے کہ یہ شیطانی آواز ہے کیونکہ عبادت سے تو رسولِ مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم بھی بری نہیں ہوئے اور باوجود اس قدر عبادت کرنے کے یہی فرماتے رہے
مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (اے اللہ ہم نے تیری کما حقہ
عبادت نہیں کی اور تجھے جیسا کہ حق ہے نہیں پہچانا) پس لاحول پڑھی اسی وقت وہ بدلی
چھٹ گئی اور شیطان نے آواز دی کہ اے عبدالقادر! تو اس دفعہ بھی میرے حملہ سے
صاف بچ گیا الخ

(۴) ایک بزرگ کو تو یہ آواز دیکر حکمہ دے ہی دیا تھا کہ جو شخص تیری زیارت کرلے گا
وہ جنتی ہے خواہ عمل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ وہ بزرگ سوار ہو کر بازار میں پھرنے لگے
اور خادم آواز لگاتا تھا کہ جو شخص اس بزرگ کی زیارت کرے گا وہ جنتی ہے خواہ عمل کیسے
ہی ہوں۔ غرض جب ایک دوسرے بزرگ کو پتہ چلا تو اس نے ان کو سمجھایا اور روکا کہ
جب تک ایمان اور اسلام (اعمالِ صالحہ) حاصل نہ ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی
کوئی فائدہ نہ دیتی تو آپ کی کیا ہستی ہے اپنے گھر بیٹھو اور اس حرکت سے باز آؤ ؎

چو کنعاں را طبیعت بے ہُنر بود   پیمبر زادگی قدرش نیفزود

(۵) ایک دفعہ شیطان نے ایک بزرگ کو جو صبح کی نماز کے وقت تک بے خبر سو رہے
تھے جگایا۔ بزرگ نے پوچھا تو کون ہے جو آج مجھے جگانے کیلئے آیا ہے میں نے تجھے پہلے
کبھی نہیں دیکھا۔ شیطان نے کہا کہ میں شیطان (ابلیس) ہوں۔ بزرگ نے پوچھا کہ تُو تو اُلٹا
لوگوں کو نماز وغیرہ سے غافل کرنے والا ہے پھر یہ آج تیرا مجھے اٹھانے کا کیا مقصد ہے اور
نیکی میں امداد کرنے سے تیرا کیا مطلب ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ بات تو یہی ہے کہ

ہیں نیکی سے غافل کرتا ہوں لیکن آپ کو نماز کے لئے اٹھانے میں میری یہ حکمت ہے کہ اس میں میں نے آپ کو ثواب کی زیادتی سے روکا ہے اس لئے کہ اگر آپ سوتے رہتے اور نماز قضا ہو جاتی تو آپ کو بہت افسوس ہوتا اور آپ اس قدر روتے کہ یہ عجز و نیاز اور اس کی قبولیت و ثواب آپ کو بہت زیادہ ملتا۔ آپ نماز قضا کر لیتے تو نماز کا ثواب بھی آپ کو پورا مل جاتا اور ندامت و توبہ و استغفار کا مزید ثواب آپ کو ملتا۔ میں نے آپ کو جگا دیا تاکہ صرف نماز کا ثواب ہی آپ کو ملے زیادہ اور تو کچھ نہ لے سکیں۔ اگر کوئی ایسا شخص ہوتا جس کو اپنی غفلت پر ندامت نہ ہوتی اور وہ گڑگڑانے والا نہ ہوتا تو میں اس کو ضرور اور تھپکی دیتا کہ سوتا رہے اور غافل ہو کر نماز قضا کرے۔ غرضیکہ شیطان کے بڑے مکر ہوتے ہیں (بالکل ایسا ہی قصہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے جو مولانا روم ؒ نے اپنی مثنوی کے دفتر دوم میں حکایتِ ہفتم بمقامِ معرفت میں تفصیل سے درج کیا ہے جس میں شیطان کا جواب یہ درج ہے ؎

گر نمازت فوت می شد آں زماں	می زدی از دردِ دل آہ و فغاں
آں تأسف آں فغانِ آں نیاز	در گذشتے از دو صد ذکر و نماز
من ترا بیدار کردم از نہیب	تا نہ سوزاند چناں آہِ حبیب
تا چناں آہے نباشد مر ترا	تا بداں راہے نباشد مر ترا
من حسودم از حسد کردم چنیں	من عدوّم کارِ من مکرست و کیں)

(۵) استقامت اور خاتمہ بالخیر کے متعلق اکثر پنجابی کا یہ شعر پڑھتے ؎

گھڑے بھرن پنہاریاں گھڑے رنگ و رنگ	بھریا اوہ دا جانئے جہڑا توڑ چڑھے

(ترجمہ) پانی بھرنے والی عورتیں رنگ رنگ کے گھڑے بھرتی ہیں اس کا گھڑا بھرا ہوا جاننا

چاہیے جو اس کو صحیح سالم منزل تک لیجائے۔ یعنی سالکینِ راہِ طریقت اپنے لطائف کے گھڑوں میں رنگ رنگ کے انوار ذکرِ الٰہی سے بھرتے ہیں بہت سے ان میں سے راستہ ہی میں توڑ دیتے ہیں اور ذکر و اشغال سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تمام باطنی دولت کو ضائع کر دیتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اخیر عمر تک ان کی حفاظت کرتے ہیں اور موت کی منزل تک ان کو صحیح سالم لیجاتے اور برابر اعمالِ صالحہ اور اذکار و اشغال میں مصروف رہتے ہیں حتی کہ منزلِ مقصود یعنی وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (ای الموت) کو پہنچ جاتے ہیں۔ دراصل بھرنے والے تو یہی ہیں او کما قال واللہ اعلم

آپ سے بہت سی حکایات اور تشریحاتِ مسائلِ تصوف سنی گئی ہیں مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حُسنِ سلوک

ازمولانا گوہانوی صاحب

(۱) ایک دوست ہمیشہ اپنے خطوط میں تحریر کیا کرتے تھے کہ دعا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ عاجز ہمیشہ جماعت کے لئے بلاناغہ دعا کرتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کو نفس و شیطان کے پوشیدہ پھندوں سے محفوظ فرمائے نیز دعا بھی تہجد کے وقت کرتا ہوں۔ میرا اَور معمول خواہ کچھ ترک ہو جائے مگر جماعت کے حق میں دعا ترک نہیں کرتا۔

(۲) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ حضرت کے ہمراہ سفر میں تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ اپنی رقم کرایہ وغیرہ کے لئے اپنے کسی رفیقِ سفر کے حوالہ کر دیتے تھے چنانچہ آپ نے جو رقم اس عاجز کے حوالہ کی بندہ سے غلطی یہ ہوئی کہ اپنی رقم کے ساتھ

اسے خلط ملط کر دیا۔ جب سفر ختم ہوا اور حضرت اپنے وطن واپس ہونے لگے تو فرمایا مولوی صاحب میری رقم کا حساب کر کے مجھے دیدو اور اپنی رقم اپنے پاس رکھ لو۔ بندہ کے سمجھ میں حساب نہ آیا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میری رقم کتنی ہے اور حضرت کی کتنی، سہو ہو گیا اور ایک حیرانی سی ہوئی۔ جب مخدوم العالم صاحب نے میری پریشانی دیکھی تو فرمایا، مولوی صاحب کیوں پریشان ہوتے ہو میرا اور آپ کا معاملہ تو ایک ہے اس میں کوئی فرق کی بات نہیں۔ آپ مجھے (اپنے حساب سے) تھوڑے پیسے دیدیں اور آپ زیادہ لے لیں چنانچہ حضرت نے خود تھوڑی رقم لی اور مجھے زیادہ عنایت فرمائی (سبحان اللہ کیا شان تھی)۔

(۳) ایک دفعہ بندہ اپنی پہلی اہلیہ کو لیکر احمد پور شرقیہ آیا ہوا تھا اہلیہ مرحومہ کو حضرت صاحب سے ازحد محبت تھی اس نے اپنا تمام زیور نکال کر حضرت کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا اور کہا کہ خدا کے واسطے اس کو قبول فرمائیے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بیٹی! مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے مجھے کچھ ضرورت نہیں اہلیہ نے کہا کہ یہ زیور خاص میرا ہے مولوی صاحب کا اس میں کچھ حصہ نہیں آپ قبول فرمائیں ورنہ اس خادمہ کو رنج ہوگا۔ حضرت نے اس کی دلجوئی کے لئے یہ زیور رکھ لیا بعدہٗ جب ہم احمد پور شرقیہ کے قیام کے بعد واپس جانے لگے تو اس بندہ کو حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب تمہاری اہلیہ نے محبت کے جوش میں اپنا تمام زیور مجھے دیدیا ہے اب واپس کرتا ہوں تو وہ ناراض ہوتی ہے۔ میں یہ تم کو دیتا ہوں جب اپنے وطن پہنچو تو یہ اس کو دیدینا اور اس کو یہ کہہ دینا کہ تمہارے پیر نے یہ نہایت خوشی سے قبول فرما کر واپس فرما دیا ہے۔ اس وقت بندہ کی زبان سے یہ نکلا کہ حضور اس میں سے آدھا قبول فرمالیں اور آدھا یہ عاجز اپنے سامان میں رکھ لیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ سارا اس کو دیدینا۔ بعدہٗ

جماعت کے کسی آدمی سے فرمایا کہ مولوی صاحب کی مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اور ان کی اہلیہ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سارا مال حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا مال (یہ واقعہ کتبِ احادیث میں وارد اور مشہور ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے اسی واقعہ کے بیان میں فرمایا ہے ؎

پروانہ کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس   صدیقؓ کیلئے ہے خدا کا رسولؐ بس)

جب حضرت کی یہ بات سُنی تو عاجز کو بہت شرم آئی۔ سبحان اللہ کیا شان تھی۔

(۴) ایک دفعہ ایک آدمی اپنی شیر خوار خورد سالہ بچی کو حضرت کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ حضرت اسے دم کریں۔ وہ بالکل دودھ پینے والی ہی بچی تھی۔ آپ نے آنکھیں بند کر کے اسے دم کیا۔ کسی نے کہا "حضور اس سے تو پردہ نہیں یہ تو بالکل شیر خوار بچی ہے اسے آنکھیں بند کر کے کیوں دم کیا؟" فرمایا "شرعی پردہ تو اس سے نہیں ہے لیکن یہ تقویٰ ہے نہ کہ فتویٰ"۔

(۵) ایک دفعہ عورتوں کا مجمع جمع تھا۔ ایک بوڑھی عورت نے جو بالکل ہی ضعیف تھی آنکھوں اور دانتوں سے بھی معذور تھی پردہ کے پیچھے سے کہا حضور مجھے آپ سے للّٰہی محبت ہے اور اللہ کے واسطے میں آپ کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا "بوڑھی ہو یا جوان غیر مرد کو دیکھنا یا اس کے سامنے آنا از روئے شریعت منع ہے" وہ رو پڑی۔ آپ نے فرمایا "رونے کی کوئی بات نہیں ایک آسان سا طریقہ تمہیں بتاتا ہوں کہ رات کو میری بتائی ہوئی تسبیحات دوگنی چوگنی پڑھ لو اور اللہ سے التجا کرو کہ خداوندا! خواب میں مجھے میرے پیر صاحب کو دکھا دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور خواب میں زیارت ہو گئی۔

(از مولانا عبدالحلیم صاحب پانی پتی) (۶) میرے احمد پور شرقیہ کے دورانِ قیام میں حضرت نے مجھے ارشاد الطالبین وغیرہ کا درس دیا تھا۔ اولاً جب درس کے لئے مجھے مکان کے اوپر لے گئے تو بالائی کمرہ کی چارپائی باہر تھی اور اس پر ایک سادہ بستر تھا آپ نے بستر لپیٹ کر اٹھالیا اور فرمایا تم چارپائی اٹھا لاؤ حسب الحکم ایسا ہی کیا۔ دوسرے روز بستر مجھے دیا اور چارپائی آپ نے خود اٹھائی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بستر اٹھا لیں میں چارپائی لے آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ آج چارپائی کا میرا نمبر ہے کل تمہارا تھا علی ہذا القیاس ایک مہینہ تک یہی ترتیب جاری رہی۔

(۷) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گوہانہ سے بڑونہ جانے کا قصد فرمایا درمیانی مسافت دو اڑھائی میل تھی۔ چار نشستوں کی ایک بیل گاڑی لائی گئی جس میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا گوہانوی، حکیم منصب علی اور یہ فقیر سوار ہو گئے چونکہ رفقائے سفر کی تعداد (آپ کے علاوہ) سات تھی اس لئے چار ساتھی پیادہ پا چلے ایک سوا میل پہنچ کر آپ نے پیدل چلنے کے لئے فرمایا اور اُتر گئے اور فرمایا کہ اب پیادہ ساتھیوں کا حق ہے۔ عرض کیا کہ آپ تو تشریف رکھیں آپ کو تو بخار ہے۔ فرمانے لگے کہ قیامت کے روز جب اس کے متعلق سوال ہوگا تو کیا جواب دوں گا۔ غرض کچھ انتظار کے بعد وہ ساتھی آ گئے (کیونکہ وہ پیدل ہونے کی وجہ سے ذرا پیچھے رہ گئے تھے) آپ نے ان کو سوار کیا اور باقی مسافت ہم خدام کے ساتھ پیدل طے فرمائی۔

ایثار و سخاوت

(از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب) آپ اکثر آیہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" تلاوت فرماتے

ایک دفعہ آپ کو خیال آیا کہ اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ آپ کچھ اراضی[1] کے مالک تھے آپ نے اپنی زمینوں میں سے محبوب زمین کا خیال فرمایا تو شہر کے قریب ایک کنواں ہے جو "بساکھی والا کنواں" کے نام سے مشہور ہے اس پر آپ کی جسقدر اراضی تھی اپنے پیر صاحب حضرت خواجۂ غریب نواز خواجہ محمد فضل علی شاہ صاحب کو ہبہ کر دی چنانچہ آجتک ان کے خاندان میں بطور ورثہ چلی آتی ہے اس کا کچھ حصہ خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے لنگر میں کام آتا ہے۔

اس کے علاوہ پچیس ۲۵ بیگھے زمین مادی شاہ والے کی آپ کی وصیت کے مطابق ورثائے نے خیرات میں لگائی جس کی کچھ آمدنی آپ کے پیر صاحب کے لنگر کو جاتی ہے اور کچھ احمد پور شرقیہ کی مساجد اور مقابر کے لئے خرچ ہوتی ہے۔ آپ باوجودیکہ امیر نہ تھے مگر دل کے نہایت غنی تھے (ان الغنا غنی النفس) اور بے دریغ روپے پیسے اور کپڑے وغیرہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم فرماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چمڑے کا ایک بکس (سوٹ کیس) خرید فرما کر لائے، کچھ دن گذرے کہ ایک درویش ملنے کے لئے آیا آپ نے وہ بکس (سوٹ کیس) اسے بخش دیا۔ کبھی گھر میں زائد از ضرورت شئے نہیں رکھتے تھے جو چیز

---

[1] حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ابو طلحہؓ مدینہ کے انصار میں کھجوروں کے اعتبار سے بہت مالدار تھے (الی ان قال) پس جب یہ آیۃ اتری لن تنالوا البر الآیہ۔ تو ابو طلحہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہرگز نہ پاؤ گے نیکی کو" الآیہ۔ اور تحقیق میرے مال میں مجھے بیرحاء بہت محبوب ہے اور تحقیق وہ صدقہ ہے واسطے اللہ کے، امید رکھتا ہوں اس کی نیکی کی اور امیدوار ہوں اس کے اللہ کے نزدیک ذخیرہ رکھنے کا، پس اے اللہ کے رسول آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں رکھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاباش شاباش یہ مال نفع دینے والا ہے اور تحقیق جو تو نے کہا میں نے سنا اور میں مناسب جانتا ہوں کہ تقسیم کردے اپنے قرابت داروں میں۔ ابو طلحہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کروں گا۔ پھر ابو طلحہ نے اس باغ بیرحاء کو اپنے قرابت داروں میں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کیا۔ متفق علیہ از مشکوۃ شریف باب افضل الصدقہ

ضرورت سے زائد دیکھتے فوراً بِلّٰہ خیرات کر دیتے۔ دروازہ پر ایک فقیر سائل آیا، والدۂ محترمہ (آپ کی اہلیہ صاحبہ) نے اپنے کانوں کی بالی جو سونے کی تھی کانوں سے اتار کر پھینک دی کہ فقیر اسے لیجاؤ اور کام میں لاؤ۔ (یہ بھی حضرت کی صحبت اور ان کی سعادت کی برکت تھی) گھر کا اثاثہ اتنا ہوتا کہ جس سے کام چل جائے۔ بعض دفعہ آپ بھوکے رہتے اور اپنی روٹی مسافر کو دیدیتے۔ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ پر پورا پورا عمل تھا۔

ہمارے محلہ کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت مولوی محمد منیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اب وصال فرما گئے ہیں وہ بھی بڑے حضرت کے خلیفہ تھے ان کا بیان ہے کہ میں درزی کا کام کرتا تھا بعض دفعہ سلائی کا کام کم آتا، سارا دن بیکار سا بیٹھا رہتا تو حضرت قریشی صاحب (قدس سرہ) میرے پاس بازار میں میری چھوٹی سی دکان پر تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کیسا گذرا۔ جب ان کے سامنے یہ ذکر ہوتا کہ کام آج نہیں ملا تو آپ اپنی جیب سے چھپا کر ایک روپیہ نکالتے اور میرے حوالے فرماتے۔ اسی ایک روپیہ سے میرے تین چار دن کا بخوبی گذارہ ہو جاتا کیونکہ اس زمانہ میں بکری کا گوشت ڈیڑھ آنہ کا ایک پاؤ ملتا تھا۔

اسی محلہ میں ایک اور درویش سوہن حلوہ تیار کر کے گذر اوقات فرماتے۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اس کو آپ اپنے ہمراہ اعتکاف میں بٹھاتے اور اس کو روٹی اپنے گھر سے دیتے اور اس کے گھر کا خرچہ بھی دیتے۔ اعتکاف سے فراغت کے بعد اس کی اتنی خدمت فرماتے کہ ایک ماہ تک وہ بغیر کاروبار گھر بیٹھے گذر اوقات کرتا رہتا۔ غربا و فقراء میں کھانا تقسیم فرمانا آپ کا شیوہ تھا۔ بعض اوقات سنتِ ابراہیمی کی

پیروی کرتے ہوئے کسی غریب کو ہمراہ لا کر کھانا کھلاتے، ہاتھ دُھلاتے اور اس کا پس خوردہ تبرک سمجھ کر خود کھاتے۔ گھر میں مٹی کے برتن استعمال فرماتے۔ پلیٹوں میں آپ کو کھانا مرغوب نہ تھا۔ کبھی بیگ یعنی تھیلا استعمال نہیں فرمایا بلکہ تکیہ کے غلاف میں کپڑے بھر لیتے۔ جب ضرورت ہوئی اس میں سے کپڑے نکال کر پہن لئے اور باقی کپڑے اس میں رکھے رہتے۔ اسی سے سرہانے کا کام بھی لیتے اور بکس کا بھی، وہ بظاہر تھیلا تھا لیکن سرہانے کا کام بھی دیتا تھا کیا اچھی ترکیب نکال رکھی تھی کہ ایک پنتھ دو کاج۔

لنگر (ولہٗ) حضرت صاحب کا لنگر عام تھا آپ کے دروازہ پر جو آگیا روٹی سے خالی نہیں گیا عام مسافر بھی یہاں آکر روٹی کھاتے تھے واقف ہوں یا ناواقف، زائر ہوں یا محض اجنبی آپ سب کو کھانا کھلاتے تھے۔ ایک روز کسی نے عرض کیا حضور تمام درویشوں کا یہی قاعدہ چلا آتا ہے کہ محنت و مشقت کرا کر ذکر بتلاتے ہیں اور درویش بناتے ہیں مگر حضور کے ہاں نہ کام ہے نہ کاج مفت میں فیض ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا بات یوں معلوم ہوتی ہے کہ اُن درویشوں کو جس طرح ملا وہ اسی طرح آگے دیتے ہیں چونکہ انھوں نے خود محنتیں اٹھا کر فقیری لی تھی اسلئے وہ آگے بھی اسی طرح دیتے رہے ہیں اور ہم پر چونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل رہا ہے تو ہم آگے بھی اسی طرح بلا محنت و مشقت درویشوں کو دینا چاہتے ہیں۔

مہمان نوازی جناب صوفی علی نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز مؤلف کو سُنایا تھا کہ وہ ایک دفعہ احمد پور شرقیہ حضرتِ والا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا رات کو حضرت نے مکان کی چھت پر لیٹنے کا انتظام فرمایا چونکہ صوفی صاحب موصوف سفر کے تھکے ماندے تھے جلدی لیٹتے ہی سو گئے حضرتِ والا نے خیال فرمایا کہ گرمی زیادہ اور ہوا بند ہے شاید اللہ کے اس مہمان کو اچھی طرح

نیند نہ آئے اور قیامت کے روز تجھ سے اس کے متعلق سوال ہو۔ چنانچہ پنکھا لے کر اوپر دبے پاؤں تشریف لائے اور قریب بیٹھ کر تمام رات صوفی صاحب کو پنکھا کرتے رہے اور وہ تمام رات خوب بے خبر سوتے رہے صبح جب تہجد کے لئے اٹھنے کا وقت قریب ہوا تو آپ نیچے تشریف لے گئے اور نمازِ تہجد وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔ دن میں جب حال احوال دریافت فرمانے لگے تو پوچھا کہ صوفی صاحب رات کو گرمی تو نہیں لگی۔ صوفی صاحب نے عرض کیا حضرت مجھے تو رات خوب ہوا لگتی رہی اور خوب نیند آئی کہ پتہ بھی نہ چلا۔ آپ یہ سُن کر خاموش رہے۔ غرض آپ نے مہمان نوازی کا اس درجہ حق ادا کیا کہ آپ نے ساری رات جاگ کر پنکھا کر کے مہمان کو سُلایا۔ صوفی صاحب کو غالباً صاحبزادہ صاحب سے پتہ چلا کہ رات والد صاحب آپ کو پنکھا کرتے رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(از سید مبارک علی شاہ صاحب) ایک دفعہ عاجز دولت خانہ پر حاضر ہوا دسمبر کا مہینہ تھا فرمانے لگے کہ ہندوستان میں (وضو کے لئے) گرم پانی کا رواج ہے۔ تہجد کے وقت گرم پانی کر لیا کرو۔ یہ فرما کر لکڑیاں اٹھا کر لائے اور کلہاڑی سے خود ہی انگیٹھی کے مطابق کرنے لگے۔ عاجز نے اصرار کیا کہ بندہ خود کر لے گا فرمایا نہیں یہ میرا کام ہے پھر کھجور کی کچھ سوکھی شاخیں لائے کہ پہلے ان کو آگ لگا لیا کرو تاکہ آسانی سے موٹی لکڑیوں میں لگ جائے۔

مہمانوں کو اکثر رخصت کے وقت اسٹیشن تک پہنچانے آتے اور فرطِ محبت میں سفر کے متعلق ہدایات فرماتے۔ شہر کے باہر کچھ دور تک تو ضرور ہی تشریف لاتے اور پھر مہمانوں کے اصرار پر واپس تشریف لیجاتے اور رخصت کے وقت مہمانوں کو ہدیے مرحمت فرماتے جس مہمان کے آنے کی پہلے سے اطلاع ہو جاتی تو خود اسٹیشن پر لینے کے لئے تشریف لاتے

یا صاحبزادوں میں سے کسی کو یا بھائی عبدالرحیم صاحب وغیرہ کو بھیجتے۔ دورانِ قیام میں مہمانوں سے ان کی ضروریاتِ طبعی (سرمہ۔ صابن۔ تیل وغیرہ) کے متعلق دریافت فرما کر اُن کو دیتے اور ہر طرح سے ان کی خاطرداری اور آرام کا خیال رکھتے۔ ذاکرین کے لئے الگ بیٹھنے کا خاص بندوبست فرماتے تھے۔

(از صوفی محمد احمد صاحب) ایک دفعہ گوہانہ میں سالانہ جلسہ پر حاضر ہونے کیلئے دونوں خادموں (مرزا اسحاق بیگ و صوفی محمد احمد صاحبان) کو علی گڈھ اطلاع دی گئی۔ تاریخِ معینہ پر دونوں گوہانہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ مہمانوں کیلئے گائے کا گوشت پکا تھا جس میں لوکی (گھیا) پڑی ہوئی تھی۔ ہمیں سالن اچھا نہ لگا جب سب احباب کھانا کھا کر اُٹھ کھڑے ہوئے تو ہم بھی اُٹھ گئے اور ہوٹل کی تلاش میں بازار کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک مسجد کے دروازے کے قریب کھڑے ہوتے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب گوہانوی مدظلہ العالی جلد جلد تشریف لا رہے ہیں دریافت فرمایا کہ "علی گڈھ کے طالب علم آپ ہی ہیں" عرض کیا "جی ہاں" فرمایا "حضرت صاحب کھانا کھانے کے لئے یاد فرما رہے ہیں"۔ ہم نے جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے تو کھانا کھا لیا ہے۔ مولانا صاحب فرمانے لگے بھئی ہمارے ساتھ چلو جو کچھ کہنا ہے حضرت سے کہنا۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے نہایت محبت سے دریافت فرمایا تم نے کھانا کھا لیا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ فرمایا "وہ تو فقیروں کا کھانا تھا تم کالج کے طالب علم ہو غالباً تم کو پسند نہ آیا ہوگا کچھ دیر بیٹھو تمہارے لئے قورمہ اور پلاؤ تیار کرایا ہے"۔ یہ فرما کر حضرت صاحب تشریف لیگئے تھوڑی دیر کے بعد فرمان کے مطابق نہایت لذیذ کھانا لایا گیا۔ دونوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ مرزا صاحب خاموشی سے کہنے لگے کہ بھئی ہوٹل تو چلنا ہی پڑے گا کیونکہ

بغیر چائے کے گذارہ مشکل ہے۔ یہ الفاظ ابھی ختم ہی ہوئے تھے کہ حضرت صاحب جلد تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ کہیں جانا مت۔ چائے ابھی تمہارے لئے تیار ہو جاتی ہے بازاری کھانے سے قلب پر سیاہی آجاتی ہے۔ غرض چائے بھی آگئی۔ اس روز ہم دونوں بہت شرمندہ ہوئے (اس واقعہ سے آپ کے کشف کا بھی اظہار ہوتا ہے)۔

الحُبّ فی اللہ والبغض فی اللہ

ہمارے حضرت صاحب قدس سرہٗ العزیز و رحمۃ اللہ علیہ بطی الغضب اور سریع الفئ تھے آپ کو دیر میں یعنی بہت ہی کم مواقع میں غصہ آتا تھا اور پھر جلدی ہی اُتر جاتا تھا اور وہ بھی شریعتِ مقدسہ کے معاملے میں ہی غصہ آتا تھا پھر جونہی معذرت پیش کی جاتی تو فوراً معاف بھی کر دیتے تھے اور اس طرح ہو جاتے تھے گویا کہ غصہ آیا ہی نہیں تھا۔ کسی سے غصہ یا محبت کرنے میں حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہیں ہوتا تھا اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی کے لئے ہوتا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: "عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ رواہ ابوداؤد (یعنی اعمالِ باطنی میں سب سے بہتر خدا کی راہ میں دوستی رکھنا اور خدا کی راہ میں دشمنی رکھنا ہے) دیگر عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ رواہ ابوداؤد (یعنی جو شخص اللہ کے لئے محبت رکھے اور اللہ کے لئے دشمنی رکھے اور اللہ کے لئے دے اور اللہ کے لئے منع کرے (یعنی ہر کام رضائے الٰہی کے لئے کرے) پس تحقیق اس نے ایمان کی تکمیل کی۔

ہمارے حضرت صاحب کا غصہ بھی مریدوں اور احباب کی اصلاح کیلئے ہوتا تھا

اور وہ بھی دو ایک دفعہ سے زیادہ دیکھنے کا موقع اس عاجز مؤلف کو پیش نہیں آیا۔ ویسے بعض غلطیوں پر معمولی لہجہ میں تغیر آجانا اور سمجھانے اور ہدایت فرمانے کے بعد رفع ہو جاتا اور بات ہے۔ حضرت ہمیشہ نہایت نرمی اور محبت کے انداز میں سمجھا دیتے اور متنبہ فرما دیتے تھے۔ واللہ اعلم۔

توکّل (از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب) آپ کا توکل اس درجہ کا تھا کہ کبھی آپ نے کل (آئندہ) کا فکر نہیں فرمایا بلکہ فرماتے رہتے تھے کہ توکل والے فقیروں کو نہ زبان سے سوال کرنا چاہئے اور نہ سوال کی صورت بنانی چاہئے۔ اور سوالی بننے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کہیں سے کپڑا پھاڑ لیا یا جوتی ٹوٹی ہوئی پہن لی اور غریب جیسی خستہ صورت بنالی تاکہ لوگ محتاج سمجھ کر دیدیں، یہ سب توکل کے خلاف ہے اور فقیری کو بیچنا ہے، بلکہ اپنے آپ کو چھپائے رکھے تاکہ کسی پر فقیری کا راز ظاہر نہ ہو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکثر لوگ آیا کرتے تھے اور یہ گمان کرتے کہ آپ کے پاس کیمیا کا نسخہ ہے کیونکہ انھیں بظاہر آمدنی کے کوئی معقول ذرائع معلوم نہ تھے حالانکہ آپ کا گذارہ زمینداری کی آمدنی پر تھا جس کے لئے خود محنت و مشقّت فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی توکل علی اللہ حاصل تھا جو تسکین قلب کا موجب ہو جاتا تھا۔ بقولِ اقبال مرحوم ؎

مقامِ گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیا گر ہوں ۔۔۔ یہی سوزِ نفس ہے اور میری کیمیا کیا ہے؟

عام لوگوں کو خطرات اور پریشانی لاحق ہوتی ہے جو انھیں بہت کمانے کے باوجود چمٹی رہتی ہے مگر آپ کو کمال درجہ کی طمانیت حاصل تھی جسے دیکھ کر لوگ ایسا غلط گمان کرتے کہ یہ کیمیا گر ہے۔ اول اول بیشک توکل کرنے والوں پر سختیاں گذرتی ہیں مگر جب

توکّل میں پختہ ہوجاتا ہے تو نفعِ عظیم ہوتا ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

(از حاجی محمد شفیع صاحب) ایک مرتبہ مزارعین گندم وغیرہ بانٹ رہے تھے آپ بھی بٹائی کے لئے وہاں تشریف لے گئے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے لوگوں نے یہ خیال کرکے کہ یہ تو غفلت میں ہیں اس لئے کچھ گندم چرالئے اور برابر کا حصہ نہ دیا۔ حضرت اسی حالت میں بیٹھے رہے اور توکل بر خدا جو کچھ ملا صبر و شکر کے ساتھ لے لیا۔

اخلاص

(از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب) ایک روز کسی نے آپ سے دریافت کیا "حضور نماز میں اخلاص کیا چیز ہے"۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ نماز میں یہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو ہم دیکھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہو تو اتنا ضرور خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے (قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ الحدیث او کما قال صلے اللہ علیہ وسلم) پھر اس نے عرض کیا کہ یہ بات کس طرح میسر ہوتی ہے۔ فرمایا یہ بات اللہ تعالیٰ کی حضوری سے میسر ہوتی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی حضوری حاصل ہوگی تو یہ خیال پختہ ہوجائے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں یا اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس طرح خشوع و خضوع نصیب ہوگا۔ مَنْ خَشَعَ لِلّٰہِ فَقَدْ نَالَ مَنَالًا۔

(از مولانا گوہانوی) ایک روز فرمایا مولوی صاحب بفضلہ تعالیٰ بندہ کو آج تک آنا (تکبر) کا خیال تک نہیں آیا اور نہ یہ خیال آیا ہے کہ میں پیر ہوں اور یہ میرے مرید ہیں۔

زہد

(ولہ) ایک روز فرمایا کہ میں مدت کے بعد اپنے شہر احمد پور شرقیہ میں کچھ سودا خریدنے کیلئے گیا کیونکہ اسوقت کوئی سودا لانے والا موجود نہ تھا اہلِ شہر نے

آپ کو دیکھ کر کہا: شاہ صاحب! ہم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں حضرت نے فرمایا مدت ہوئی ہیں تمہاری جانب سے فوت ہو چکا ہوں تمہارا خیال درست ہے۔

(از مولانا عبد الحلیم صاحب) کیتھل کا لکڑی کا خراد کیا ہوا سامان بہت مشہور تھا تحفوں میں شمار ہوتا تھا اور دُور دُور جاتا تھا۔ جب آپ کیتھل تشریف لائے تو میں نے اپنے ایک دوست کے ہاتھ کچھ سامان منگایا لیکن جب حضرت کو اس میں سے بہترین سامان دکھانے کی کوشش کی تو ارشاد فرمایا کہ "مولوی صاحب! میری طبیعت تو آخرت کے سامان سے خوش ہوتی ہے اس سے نہیں"۔

تسلیم و رضا آپ اللہ کی رضا میں راضی رہتے اور تمام امور میں تسلیم و تفویض پر کاربند رہتے کبھی زمانہ کی کسی قسم کی سختی و تکلیف کا شکوہ نہیں کیا اور ادعیۂ مسنونہ کا ورد اپنے اپنے موقع و محل کے لحاظ سے فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی امر مکروہ اور غیر مطبوع پیش آتا یا کوئی سختی یا تکلیف اٹھانی پڑتی تو نہایت متانت سے برداشت کرتے اور کوئی ناخوشگوار کلمہ زبان سے نہ نکالتے بلکہ یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اور بعض دفعہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ بھی اضافہ فرماتے (واللہ اعلم) انعاماتِ الٰہیہ اور خوشی کے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِنْعَامِہٖ وَ اِحْسَانِہٖ پڑھتے۔ یہ شعر بھی وردِ زبان ہوتا ؎

اے خدا قربانِ احسانت شوم

ایں چہ احسان است قربانت شوم

خطوط میں بھی اپنی بیماری و تکالیف وغیرہ کا حال بہت کم تحریر فرماتے اور اس میں بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ضرور تحریر فرماتے تھے (واللہ اعلم بالصواب)

آپ کی عادتِ مبارک ہمیشہ لمبے مراقبے کی تھی۔ ایک دفعہ یہ عاجز عصر کی نماز پڑھا کر گھر چلا گیا اور حضرت والا عصر کی نماز کے بعد مسجد کے حجرہ میں مراقبہ میں بیٹھ گئے عاجز بھی گھر سے فارغ ہو کر حضرتِ والا کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ مغرب کے قریب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے اور فرمایا "مولوی صاحب! مجھے کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا ہے" وقت تنگ تھا۔ مغرب کے وضو کے لئے اٹھے تو کھڑے ہوتے ہی چکرا کر گر گئے۔ یہ عاجز رونے لگا۔ جب حضرت کو اٹھایا تو فرمایا "جلدی مجھے وضو کراؤ" یہ کہہ کر پھر گر گئے۔ بندہ نے اِدھر اُدھر تلاش کیا کوئی چیز نظر نہ آئی۔ البتہ ایک موٹی زنبور (کالی بھڑ) پھیر رہی تھی جس نے حضرت کو تقریباً سات جگہ کاٹا تھا اس کو مارا۔ اتنے میں آپ ہوش میں آگئے اور بالکل تندرست آدمی کی طرح وضو فرمایا۔ مغرب کے تین فرض ادا کرنے کے بعد جب دو سنّتِ مؤکدہ کھڑے ہو کر استقلال کے ساتھ پڑھ چکے تو اس کے بعد پھر بیہوش ہو گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش آیا۔ بدن چونکہ بہت نازک تھا تقریباً ایک ہفتہ تک یہ تکلیف رہی مگر کسی قسم کی شکایت نہیں کی۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا "مولوی صاحب مجھے دردِ گردہ شروع ہو گیا ہے بوتل میں پانی گرم کر کے لاؤ" اللہ والی (میری اہلیہ) نے پانی گرم کیا۔ اس پانی کو عاجز نے بوتل میں ڈال کر اور ڈاٹ لگا کر کپڑے کی کئی تہوں سے پکڑ کر حضرت صاحب کے پاس لایا۔ آپ نے اپنا کرتہ مبارک اٹھا کر ننگے پیٹ پر شانہ کے پاس ناف سے ذرا اوپر بوتل کو رکھا۔ پانی اتنا تیز گرم تھا کہ پیشاب کے راستہ سے چربی پگھل کر نکلی مگر اُف تک نہیں کی۔ اسی درد کی حالت میں آپ نے عشا کی نماز باجماعت ادا فرمائی اور بہت دیر تک حلقہ بھی فرمایا۔ اس عاجز نے عرض کی کہ حضرت آپ کو سخت تکلیف ہے مراقبہ مختصر کرنا

چاہیئے تھا۔ آپ نے فرمایا "مولوی صاحب! یہ وقت آپ دوستوں کے ساتھ کب نصیب ہوتا ہے یہ تکلیفیں تو سب ختم ہو جائیں گی مگر یہ وقت نہیں ملے گا"۔

(از حاجی محمد شفیع صاحب) ایک دفعہ سردی کا موسم تھا۔ حاجی محمد شفیع صاحب حضرت کے ہاں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور بہت سخت بیمار ہیں چارپائی کٹی ہوئی ہے، (یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ کے لئے) جسم میں بہت نقاہت ہے۔ یہ دیکھ کر حاجی صاحب رو پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ حاجی صاحب روتے کیوں ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں بہت خوش ہوں۔ راضی برضا رہنا ہی اصلی مقصد ہے۔ (واللہ اعلم)

دعا و تصرفات و کمالات و کرامات

(از مولانا گوہاتوی صاحب)۔ (۱) حضرت مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات پر میرا عقیدہ زیادہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز میں حدیث پڑھا رہا تھا ایک حدیث ایسی مشکل آئی کہ میں اس کا مطلب نہ سمجھا اور نہ کسی طالب علم کی سمجھ میں آیا۔ اسی شش و پنج میں بندہ کو کتاب پر ہی غنودگی آگئی تو حال میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں اور بندہ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے گئے اور عرض کیا کہ حضور میرے اس بچے عبدالرحیم کو اس حدیث کا مطلب نہیں آتا حضور اپنی زبانِ مبارک سے اس کو سمجھا دیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس حدیث کا مفہوم سمجھایا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو جو مطلب سمجھایا گیا تھا طلبا کو نہایت آسانی سے سمجھا دیا۔ اس وقت سے بس حضرت صاحب (علیہ الرحمہ) کے کمالات کا بہت قائل ہو گیا۔

(۲) جب مولانا مولوی مفتی عبدالرحیم صاحب پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) نے

حضرت علیہ الرحمہ سے بیعت ہونے کا ارادہ کیا تو داخلِ سلسلہ ہونے سے قبل فرمایا کہ آپ بندہ کو اس شرط پر بیعت کرلیں کہ آپ میرے متعلق کسی سے یہ نہ کہیں کہ مولوی عبد الرحیم میرے مرید ہوگئے ہیں کیونکہ بندہ کی پانی پت شہر میں شہرت بہت زیادہ ہے ہاں مجھے کچھ فائدہ ہوگیا تو خود بخود بیعت کا اظہار کردوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اس عاجز کی غرض صرف رضائے مولا ہے شہرت کی طلب نہیں اور یہ بھی ہے کہ اگر آپ کو فائدہ نہ ہو تو اختیار ہے کہ بیعت کو ترک کردیں۔ چنانچہ اس شرط پر بیعت فرمائی۔ بعدہٗ دوسرے روز خود بخود مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ میں مرید ہوگیا ہوں آپ لوگ بھی ان بزرگ سے فیض حاصل کریں چنانچہ بہت سے طالب علم داخلِ سلسلہ ہوئے۔

(۳) فرمایا ایک روز یہ عاجز ذکر کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کوّا دیوار پر بیٹھا ہوا نظر آیا عاجز کو خیال ہوا کہ کوّے کے بھی قلب ہوتا ہے چنانچہ عاجز نے اس کوّے کی طرف توجہ کی تو وہ میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔

(۴) اصغر علی صاحب فرماتے ہیں مجھ پر ایک مقدمہ قائم ہوگیا تو حضرتِ والا کچھ ناراض ہوئے اور فرمایا تم نے کچھ غلطی کی ہے اس کے بعد مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو دعا فرمائی اور میں رہا ہوگیا۔

(۵) محمد یوسف صاحب گوہانہ والے کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب سے کہنا کہ ہم حضرت صاحب سے اللہ تعالیٰ کا نام سننا چاہتے ہیں، حضرت سے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز کے بعد مراقبہ میں بیٹھ جائیں۔ جب مراقبہ میں بیٹھ گئیں تو معلوم ہوا کہ حضور کی زبانِ مبارک سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔

(۶) جب یہ عاجز حج بیت اللہ شریف سے واپس احمد پور شرقیہ پہنچا تو ان ایام

ہیں پاکستان بن چکا تھا اور ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے مظالم برداشت کرتے ہوئے ترکِ وطن و ہجرت کرکے پاکستان میں آرہے تھے۔ بعض اسپیشل گاڑیوں کے راستہ سے اور بعض قافلوں کے ذریعہ سے پہنچ رہے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ کی طرف سے قتل و غارت برپا تھا انقلاب کی وجہ سے دل میں اہل و عیال کی طرف سے نہایت بے چینی اور فکر دامنگیر تھی کیونکہ وہ دو لاکھ کے قافلے کے ساتھ چار پانچ سو میل پیدل چل رہے تھے کبھی خیال آتا تھا کہ لاہور جاکر کسی کیمپ میں تلاش کروں یا بھاول نگر سے کچھ معلومات کروں۔ اسی کشش و پنج میں تھا کہ ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب کی ملاقات ہوئی اور فرمایا مولوی صاحب سے کہدو کہ اتنے پریشان کیوں ہیں جب چار ماہ عرب میں گذارے ہیں کم ازکم ایک ہفتہ تو احمد پور میں رہو۔ اس خبر کو سن کر کچھ مطمئن ہوا چنانچہ یہ واقعہ صحیح ہوا کہ میں بار (ہفتہ) کو احمد پور شرقیہ میں آیا تھا اور اگلے اتوار کو میرے اہل و عیال صحیح سالم خیریت کے ساتھ احمد پور شرقیہ آپہنچے۔ سبحان اللہ۔ سچ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی زندہ ہوتے ہیں (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الآیہ)

(۷) ایک مرتبہ حضرت صاحب سرہند تشریف لے گئے۔ یہ عاجز (مولانا گوہانوی) آپ کے ہمراہ تھا۔ جب اسٹیشن سے اتر کر فتح گڑھ سے ذرا آگے پیدل پہنچے تو ایک بزرگ تشریف لائے آگے بڑھ کر حضرت سے مصافحہ کیا اور سامان لینا چاہا آپ نے دینے سے انکار کیا لیکن بزرگ نے کہا کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے عاجز کو بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ جاؤ قطبِ مدار آرہے ہیں ان کا استقبال کرو۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں وہ نہیں ہوں وہ کوئی اور ہوگا۔ بزرگ نے فرمایا آپ ہی ہیں اور جو حلیہ مجھے بتایا ہے آپ کو اسی کے مطابق پاتا ہوں اس کے بعد جب بھی وہ ملتے اسی طرح ادب کرتے رہے۔

(۸) صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ مسجد میں اخیر عشرۂ رمضان المبارک کے اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے اور چچا صاحب (حضرت عزیز محمد قریشی صاحب) و عبداللہ خاں صاحب و حاجی فیض محمد صاحب وغیرہ بھی تھے۔ ستائیسویں شب کو تمام حاضرین کو شب قدر نظر آئی اور ایک دم تمام مسجد سفید بُرّاق و روشن ہو گئی۔ سب لوگ سجدہ میں گر گئے اور بخشش کی دعا مانگنے لگے۔ کافی لوگوں کو بلایا اور دکھایا سب نے دعائیں مانگیں۔

(۹) (از حاجی محمد شفیع صاحب) ایک مرتبہ حضرت اس عاجز کے مکان پر تشریف فرما تھے جماعت کے سب دوست احباب بھی حاضر خدمت تھے حضرت صاحب نے مراقبہ اور توجہ دی۔ رہتک کے ایک شخص شہاب الدین پر توجہ کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ جذبہ کی حالت میں اچھلنے کودنے لگا اس کے سر پر چوٹ آئی آخر اس کی حالت مرنے کے قریب ہو گئی۔ حضرت نے بہت دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور اس کی حالت ٹھیک ہو گئی۔

(۱۰) میرے بھائی غلام یٰسین کو جُوا کھیلنے کی بہت عادت تھی میں نے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا دہلی بُلا لو۔ چنانچہ اس کو دہلی بلا لیا گیا۔ حضرت صاحب نے اس کو کوئی نصیحت نہیں کی ایک رات اپنے پاس رکھا صبح کو فرمایا کہ اس کو رخصت کر دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب سے آج تک میرے بھائی میں کوئی بُری عادت نہیں رہی۔

(۱۱) مجھے بیعت سے پہلے گلی کوچے میں پیشاب کرنے میں کوئی حجاب نہ تھا۔ تہبند گھٹنے سے اوپر تک چڑھا کر بیٹھ جاتا لیکن جب سے حضرت سے بیعت ہوا گلی کوچہ میں عام جگہ پیشاب نہیں کیا اور جہاں پردہ کی جگہ پیشاب کے لئے بیٹھتا ہوں تو تہبند کو اس طرح گھٹنے ڈھکے ہوئے اُٹھاتا ہوں کہ ستر بے طریقہ نہیں کھُلتا اور دیکھنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا

حضرت کی توجہ شریف سے خود بخود اتباعِ سنت کی عادت ہو جاتی تھی۔

(۱۲) از سید مبارک علی شاہ صاحب) عاجز جس محکمہ میں ملازم تھا اس کی طرف سے تخفیف کا حکم آگیا اور میرا نام بھی تخفیف میں آگیا۔ عاجز اپنی کمزوری کی وجہ سے بہت پریشان ہوا۔ سوائے اس کے کہ اپنے پیر صاحب کو لکھوں اور کوئی چارہ نظر نہ آیا لہذا لکھا۔ حضرت نے جواب عنایت فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تمہاری بابت تو پہلے سے دعا منظور ہو چکی ہے۔ عاجز کو فوراً اطمینان ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے تخفیف کے محکمہ نے عاجز کی ترقی منظور کر دی۔

(۱۳) ایک دفعہ غریب خانہ پر کھانا تناول فرما رہے تھے اور عاجز کے گھر میں امرود کا ایک پیڑ تھا جس کی بابت عاجز بدگمان ہو چکا تھا کہ عمر زیادہ ہو گئی ہے اب اس پر پھل نہیں آئے گا اور عاجز کی بیوی چونکہ عمر رسیدہ ہو چکی تھی اس نے ایک دفعہ امرود کی بابت اعتراضاً کہا کہ تمہاری قسمت میں تو اس کے پھل ہیں ہی نہیں۔ اس روز اتفاق سے حضرت نے خود ہی دریافت فرمایا کہ اس کو امرود لگتے ہیں؟ عاجز نے وہی بیوی والے الفاظ دہرا دیے کہ یوں کہتی ہیں تمہاری قسمت میں تو اس کے پھل نہیں ہیں۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے کہ نہیں اس کو پھل آجائے گا لہذا دو چار دن کے بعد دیکھا تو کلیاں نمودار تھیں اس وقت یقین ہو گیا کہ یہ حضور کی دعا کی برکت ہے ورنہ یہ پیڑ تو کئی سال کا پرانا تھا۔

(۱۴) خاکسار مؤلف کو اس طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ جناب صوفی علی نواز صاحب مرحوم نے سنایا، انھوں نے حضرت صاحب سے سنا کہ ایک دفعہ جب حضرت صاحب قدس سرہ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ العزیز کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے تو حضرت مجدد صاحب سے روحانی ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہ رات کو (تنہائی میں) روضہ کے اندر آجانا۔ عرض کیا کنڈی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ فرمایا آج آپ کیلئے کنڈی کھلی رہے گی

چنانچہ عشا کی نماز کے کافی دیر بعد جب سب لوگ مزار شریف سے واپس ہو چکے تو (فرمایا کہ) میں حاضر ہوا دیکھا کہ خادم ایک طرف لیٹا ہوا سو رہا ہے اور دروازہ کھلا ہوا ہے یہ عاجز اندر گیا تو حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے فرمایا دروازہ بند کر کے کُنڈی لگا دو۔ چنانچہ اس عاجز نے ایسا ہی کیا اور بیٹھ گیا۔ اس کے بعد حضرت مجدد صاحبؒ (مثالی جسم کے ساتھ) مزار شریف سے باہر تشریف لے آئے اور اس طرح تشریف فرما ہو گئے جیسے تم میرے سامنے بیٹھے ہو اور فرمایا کہ اب تو یہاں کوئی نہیں ہے اسلئے پردہ کی کیا ضرورت ہے چنانچہ رات بھر حضرت صاحب موصوف حضرت مجددؒ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر رہے جب تہجد کیلئے لوگوں کے اٹھنے کا وقت ہوا تو حضرت مجددؒ صاحبؒ نے فرمایا اب آپ چلے جائیں خادم اٹھنے والا ہے چنانچہ آپ رخصت ہو کر دروازہ کھول کر باہر آئے اس کے بعد خادم مزار شریف بیدار ہوا (واللہ اعلم بالصواب)

مثالی جسم میں بزرگوں کا نظر آنا علماء و صوفیاء کے نزدیک مسلّم ہے اس کی تفصیل کتبِ فن میں موجود ہے۔ ہمارے حضرت صاحب کو نزولِ ارواح بکثرت ہوتا تھا بیٹھے بیٹھے بھی اور چلتے پھرتے بھی۔ اگرچہ آپ اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے لیکن آپ کے چہرہ اور دوسرے آثار سے اندازہ ہو جاتا تھا۔ کئی دفعہ جب کسی بزرگ کی روح مبارک سے کسی مرید کے متعلق کوئی ارشاد و ہدایت معلوم کیا تو اس کو تعلیم کے لئے الگ موقع پر فرما دیتے تھے۔ کئی دفعہ اس عاجز سے بھی ایسا فرمایا اور ایک مکتوب گرامی میں بھی تحریر فرمایا "امید ہے کہ امتحان جس کا آپ نے ذکر کیا تھا دے چکے ہوں گے اس کا نتیجہ اگر آ گیا ہو تو اطلاع دیویں اور آئندہ ایسے امتحان انگریزی کی ہرگز ہرگز تیاری نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کو رزاقِ مطلق سمجھ کر امتحانِ خاتمہ بالخیر کی تیاری میں عمر چند روزہ گذاریں۔ یہ بات حسبِ فرمان پیرِ پیراں

حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ تحریر کی گئی ہے"۔

نیز ایک دفعہ دہلی میں حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے مزارِ مبارک پر مراقبہ کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں اس عاجز سے تنہائی میں فرمایا کہ شاہ صاحب حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے تمہارے متعلق فرمایا ہے کہ ان سے کہو یہ اکثر ہمارے پاس آیا کرے اب یہ کم آنے لگا ہے۔ کیا تم اب مزار پر کم حاضر ہوتے ہو عرض کیا کچھ سستی واقع ہوتی رہی ہے۔ فرمایا آنا جانا رکھا کرو اس سے بہت فائدہ ہوگا حضرت نے خود فرمایا ہے اس لئے تم سے کہا ہے۔ اوکما قال واللہ اعلم بالصواب۔

دہلی، پانی پت، کرنال وغیرہ مقامات پر جہاں بھی آپ تشریف لیجاتے وہاں کے اہل اللہ کے مزارات پر آپ ضرور تشریف لے جاتے اور مزارات پر حاضر ہونے کا طریقہ بالکل شرع شریف کے مطابق ہوتا کہ مسنون طریقہ پر سلام پڑھ کر صاحبِ مزار کی طرف منھ کر کے کھڑے ہو جاتے (پیٹھ قبلہ کی طرف ہوتی کیونکہ میت کا منہ قبلہ رخ ہوتا ہے) اگر ادھر جگہ نہ ہوتی تو جدھر جگہ مل جاتی کھڑے ہو کر (ہاتھ لٹکے ہوئے) حسب توفیق قرآن پاک کی سورتیں پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے اور اگر فرصت اجازت دیتی تو پھر بیٹھ کر مراقبہ کرتے اور مراقبہ کے بعد دعا مانگ کر تشریف لیجاتے۔ مزارات پر جہاں آپ تشریف لیجاتے بکثرت کشفِ قبور ہوتا اور ان کی ارواح سے روحانی ملاقات حاصل ہوتی واللہ اعلم۔ ہر جگہ کے عام مومنین کے قبرستان میں بھی تشریف لیجاتے اور اہل القبور کو سلام مسنون کے بعد ان کی ارواح کو حسبِ توفیق قرآن پاک کی سورتیں پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے کہ زیارتِ قبور مسنون ہے اور اس سے انسان کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۵) (ولہٗ) آپ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تحدیث کے لئے بعض حالات و

واردات کا ذکر فرمادیتے تھے۔ ایک روز فرمایا کہ یہ عاجز اکثر اپنے مکان کے بالاخانہ میں عصر سے مغرب تک ذکر اور مراقبہ کیا کرتا تھا۔ ایک روز محلہ کا ایک شخص ملا اور کہنے لگا شاہ صاحب ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کہ عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک آسمان سے آپ کے بالاخانہ تک نور کا ایک ستون نظر آتا رہتا ہے یہ کیا چیز ہے میں اکثر اس کو دیکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہوتا ہوگا اور اب وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تعمیل میں ظاہر کر دیا ہے کہ یہ سب کچھ ذکر کی برکات سے تھا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (او کما قال)

(۱۶) (ولہٗ) ایک دفعہ (۱۹۳۴ء میں) آپ رہتک تشریف لائے جس مکان میں آپ کا قیام تھا دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد آپ قیلولہ فرما رہے تھے۔ آپ کے قریب ہی ایک چارپائی پر حاجی محمد شفیع صاحب اور اس کے متصل ہی دوسری چارپائی پر یہ عاجز مؤلف لیٹا ہوا تھا یکایک حضرت صاحب نے ہم دونوں کو جگایا اور فرمایا مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سامنے کے چوبارے کی فلاں جگہ سے (اشارہ کر کے فرمایا) اینٹیں اس طرح سے نکل کر گر رہی ہیں اور پھر یہ چوبارہ اور صحن اور تمام دیوار اس طرح اس طرح گر رہی ہے اس لئے تمہیں اٹھایا ہے۔ اس وقت کوئی آثار کسی خطرے کے نہ تھے مگر ابر کچھ ہو رہا تھا اور ابھی ظہر کی اذان میں ذرا دیر تھی۔ ہم سوچ ہی رہے تھے کہ کیا معاملہ ہے اتنے میں بوندا باندی شروع ہوئی اور زور شور کی بارش ہونے لگی اور رفتہ رفتہ چوبارے کی اینٹیں نکلیں پھر دیوار گری اور صحن کی دیوار بھی گرنے لگی۔ چنانچہ جس طرح سے حضرت نے تھوڑی دیر پہلے ظاہر فرمایا تھا اسی طرح سے گرتا گیا اور صحن میں پانی رُک گیا۔ ہم لوگ حضرت صاحب کے ہمراہ مسجد میں چلے گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت کو دردِ گردہ کی شکایت

شروع ہو گئی جو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی۔ بارش بھی زور پکڑتی گئی اور شہر میں مکانات گرنے لگے تو حاجی محمد شفیع صاحب حاجی عبد المجید صاحب اور دوسرے حاضرین کے مشورہ سے حضرت حاجی محمد شفیع صاحب کے مکان کے قریب کی مسجد کے حجرہ میں حضرت کا قیام کرایا تاکہ حاجی صاحب کے گھر کا قرب ہونے سے چیزوں کے لانے لیجانے اور تیمارداری میں سہولت ہو۔ غرضیکہ تمام رات اور اگلے روز بھی حضرت صاحب کو تکلیف بڑھتی گئی اور کوئی فائدہ نہ ہوا ادھر بارش کا زور ہوتا رہا اور مکانات گرتے رہے مگر اللہ کا فضل وکرم رہا کہ جانی نقصان سے لوگ محفوظ رہے۔ دوسری رات کو ایک ڈیڑھ بجے کے قریب زلزلہ بھی آیا آخر حضرت صاحب کو کشفِ حال ہوا کہ یہ عذابِ الٰہی ہے توبہ استغفار کریں اور دعائیں مانگیں اور زور زور سے اذانیں دیں چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق ہم سب نے یکے بعد دیگرے زور زور سے اذانیں دینی شروع کیں دوسری مساجد سے بھی اذانوں کی آوازیں بلند ہوئیں، اکثر لوگ مسجدوں میں آکر گڑگڑا کر توبہ و استغفار کرتے اور دعائیں مانگتے تھے، حضرت صاحب نے بھی دعائیں فرمائیں چنانچہ اللہ پاک نے فضل وکرم فرمایا ہوا زور شور سے چلنے لگی اور تمام بادلوں کو صبح تک اُڑا کر مطلع صاف کر دیا اور سورج نکل آیا چنانچہ اس عاجز نے کپڑے دھو کر سکھائے۔ حضرت صاحب کی صحت بھی ٹھیک ہوتی گئی اور بالکل آرام ہو گیا۔

چونکہ شہر کے تمام راستوں اور سڑکوں وغیرہ پر بکثرت پانی جمع ہو گیا تھا اس لئے غالباً دو دن اور قیام کر کے تیسرے روز بیل گاڑی (چھکڑا) پر چارپائی رکھکر حضرت کو اس پر بٹھا کر اسٹیشن پر پہنچایا تب بھی اسٹیشن کی سڑک پر اتنا پانی تھا کہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے پاؤں کو لگتا تھا۔ آپ اسٹیشن سے احمد پور شرقیہ (اسٹیشن ڈیرہ نواب) کے لئے

سوار ہوگئے اور یہ عاجز دہلی کو روانہ ہوگیا۔ یہ طوفانی بارش تقریباً ۳۶ گھنٹے تک رہی اور بہت جگہ ہوئی اور رہتک کے لئے تو یہ تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت صاحب کی دعا و کرامت سے اس مصیبت سے لوگوں کو نجات حاصل ہوئی۔

یہ عاجز جب دہلی پہنچا تو سیدھا اپنے مکان پر گیا خیال تھا کہ وہ بوسیدہ مکان ہے کہیں گر نہ گیا ہو جا کر دیکھا کہ ابھی صحیح سالم کھڑا ہے لیکن گرنے کے قریب ہے چنانچہ اس عاجز نے تالا کھولا سامان نکالا جب سامان کا آخری پھیرا لیکر آیا تو مکان دھڑام سے بیٹھ گیا۔ یہ سب حضرت کی کرامت تھی کہ سامان بچ گیا اور یہ عاجز بروقت پہنچ کر سامان کو باہر نکال لایا اور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں رکھ کر مقفل کر دیا۔ دراصل یہ موسم چھٹیوں کا موقع تھا اور یہ عاجز اتفاقیہ اس مکان کے خیال سے ادھر کو آ گیا تھا ورنہ سیدھا رہتک سے گھر چلا جاتا ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما   فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما   (واللہ اعلم)

ایک شخص جان محمد نامی موضع گاڑی ضلع رہتک کا رہنے والا جو بالکل اَن پڑھ بہت موٹی زبان اور موٹے لب و لہجہ کا آدمی تھا حضرت سے داخلِ سلسلہ ہوا اور ذکر کی برکت سے اس کو دین کی تعلیم کا شوق ہوا اس نے حضرت سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے اس کو پانی پت غالباً مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب پانی پتی کے واسطے سے کسی مدرسہ میں داخل کرا دیا حضرت کی دعاؤں اور ذکر کی برکت سے اس نے بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا اور باوجود اس قدر سخت زبان ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ میں پانی پتی لہجہ میں اس قدر صاف اور صحیح قرآن شریف پڑھنے لگا کہ دیکھنے اور سننے والے حیران رہ گئے اور اکثر ناواقف لوگ اس کے چہرہ پر ذکر کے انوار کی برکت اور نورانیت دیکھ کر اس کو کہتے مولوی صاحب آپ نماز پڑھائیں۔

(۱۷) (از مولانا عبدالحلیم صاحب) بندہ فارغ التحصیل ہو کر تعلیم القرآن کی خدمت کے لئے ۲۹ شعبان کو جب کیتھل پہنچا تو ستر روپے کا مقروض تھا میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں اپنی تنگدستی کا عریضہ لکھا کہ عید پر گھر جانا ہے ستر روپے کا قرضہ سر پر ہے اس کی ادائیگی کے لئے دعا فرمائیں چنانچہ رمضان المبارک کی ۲۸ تک اللہ تعالیٰ نے ستر سے زائد روپے دیئے اور بندہ گھر جا کر قرضہ سے سبکدوش ہوا۔

(۱۸) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور پانی پت تشریف لائے میرے بڑے بھائی حضرت مولانا حافظ عبدالکریم صاحب کے چھوٹے صاحبزادہ سلیمان اچھی خاصی عمر تک گونگے تھے ان کے حق میں حضرت صاحب سے دعا کی درخواست کی گئی۔ آپ نے دعا فرمائی اور کچھ پینے کے لئے نقوش دیئے۔ الحمدللہ بچہ بولنے لگا۔

(۱۹) ایک مرتبہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں ایک صاحب کے ہاں مقیم ہوا اس کی بیوی کو جن ستاتے تھے انھوں نے حضرت صاحب کی چارپائی اس جگہ بچھا دی جہاں وہ جن اس کی بیوی کو ستاتا تھا۔ جن حسب معمول آیا اور حضرت کے ایک پاؤں مبارک کا نر انگشت (انگوٹھا) پکڑ کر ہلانے لگا تو حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے اپنا دوسرا پائے مبارک اس جن کے ہاتھ پر مارا۔ جن کا دوسرا ساتھی کہنے لگا ان کو مت چھیڑو یہ ذاکر ہیں نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ کہہ کر دونوں جن چلے گئے اور پھر اس گھر میں کبھی نہ آئے وہ صاحب خانہ حضرت صاحب کے بہت مرہون منت ہوئے۔

(۲۰) (از مستری شمس الدین صاحب اسمٰعیل آبادی) جب پانی پت میں حضرت کا وصال ہو گیا اور فقیر کو اطلاع ہوئی تو فقیر بے حواس ہو گیا اور گریہ وزاری کی کچھ حد نہ رہی آخر مرقد مبارک پر پہنچا اور حضرت کے مزار پر بیٹھا روتا رہا اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا

کہ جیسے کوئی زندہ ولی توجہ دے رہا ہے جس سے باطنی ترقی بہت زیادہ ہوئی، واقعی اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں۔ حضرت کے واصل بحق ہونے کے بعد فقیر نے حضرت کی بڑی کرامت یہ دیکھی کہ جب حضرت صاحب کا تذکرہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مقدسہ کی بہت محبت ہو جاتی ہے اور ایک قسم کی رقت طاری ہو جاتی ہے، یہ حضرت کی کرامت تھی کہ آپ سے ہر آدمی محبت سے پیش آتا تھا چنانچہ کئی دفعہ جبکہ بھیڑ بھاڑ ہوتی تھی آپ کا ٹکٹ ہندو اور سکھوں نے لیکر دیا ہے اور گاڑی میں لوگ آپ کو اچھی جگہ دیدیتے تھے۔

(۲۱) (از عبداللہ خاں صاحب احمد پوری) عاجز کو ایک روز خیال آیا کہ حضرت صاحب کا مقام کیا ہے، خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب پر آسمان سے انوار کی بارش ہو رہی ہے اتنے میں ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت صاحب قطبوں کے قطب ہیں۔

(۲۲) (از صوفی محمد احمد صاحب) مرزا صاحب کے ایف اے کے سالانہ امتحان میں تاریخ اور منطق کے پرچے بہت خراب ہوئے اور پاس ہونے کی امید نہ رہی۔ حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں دعا کے لئے عریضہ ارسال کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا "دعا کی گئی ہے انشاء اللہ بہتری ہو گی مگر تمہارے لئے محنت کرنا فرض تھا آئندہ خیال رکھنا۔" جس روز نتیجہ نکلا یہ عاجز دیکھنے کے لئے گیا۔ تھرڈ کلاس میں پاس ہونے والے طلباء میں مرزا صاحب کا نام کہیں نہیں ملا اس لئے گمان ہوا کہ شاید ناکام ہو گئے ہیں لیکن اوپر دیکھا ہوں تو سیکنڈ کلاس والوں میں مرزا صاحب کا نام تھا۔

(۲۳) سنہ ۱۹۳۸ء کا ذکر ہے کہ حضرت رہتک تشریف لائے۔ قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا مسکرا کر فرمانے لگے "آؤ ماسٹر صاحب بیٹھو۔ تم نے بی اے پاس کر لیا ہے تم کو ماسٹر کہوں یا بابو۔ میرے خیال میں تمہارے لئے ماسٹری اچھی رہے گی۔ عاجز نے عرض کیا حضور

ماسٹری کے لئے تو بی ٹی پاس کرنا ضروری ہے جس کے لئے ایک سال اور چاہیئے فرمایا "کیا یہ قانون ہے کہ بی ٹی کرنے کے بعد ہی ماسٹر ہو سکتے ہیں؟" عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا "بھائی! یہ قانون تو دنیا کے لوگوں کا بنایا ہوا ہے خدا کا قانون نہیں ہے۔ لہذا دنیا کا بنایا ہوا قانون توڑا جا سکتا ہے خدا تم کو ماسٹری بنائے اسی میں مصلحت ہے مگر ہر چیز کا وقت ہوتا ہے"۔ آپ کی دعا قبول ہوئی چنانچہ ۱۶ر جولائی ۱۹۴۱ء میں دہلی کے پالی ٹیکنک ہائی سکول میں بطور مدرس میرا تقرر ہوا اور وہاں کے پرنسپل مسٹر وڈ نے اپنا نظریہ اس طرح ظاہر کیا کہ "میں بی ٹی وغیرہ کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ میں تو یہ جانتا ہوں کہ جب کوئی امیدوار میرے کمرے میں قدم رکھتا ہے تو میں فوراً بھانپ لیتا ہوں کہ یہ استاد بننے کے قابل ہے یا نہیں۔

(۲۴) ایک روز مجلس اقدس میں حاضر تھا فرمایا "مرزا صاحب تو علی گڈھ میں رہ گئے اور تم یہاں (دہلی) چلے آئے، دونوں کی جدائی ٹھیک نہیں خدا کرے وہ بھی یہیں لگ جائیں۔ عرض کیا حضور یہ تو ناممکن ہے وہ تو بی ٹی کر چکے ہیں ان کا علی گڈھ میں ہی کہیں تقرر ہو جائے گا دہلی میں آ نہیں سکتے۔ یہاں تو قومی سکول ہیں یا کمیٹی کے ہیں اور ان اسکولوں کے لئے دہلی کا باشندہ ہونا ضروری ہے۔ فرمایا اللہ مالک ہے۔ کچھ دن کے بعد کمیٹی کے اسکولوں میں مدرسوں کی ضرورت پڑی مرزا صاحب نے بھی درخواست دی، اُن کو بلایا گیا اور ان سے دہلی کا باشندہ ہونے کا سرٹیفکیٹ مانگا گیا، بفضلہ تعالیٰ ان کو حسب منشا سرٹیفکٹ مل گیا اور ان کا تقرر بھی ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ عربک ہائی سکول دریا گنج میں آ گئے۔ اتفاق سے ٹیکنیکل ہائی سکول میں مدرس کی ایک جگہ نکلی وہاں اُن کا تقرر ہو گیا حضرت کی دعا سے دونوں ایک ہی سکول میں ہو گئے پھر پاکستان بننے پر دونوں نے

پاکستان جانے کے لئے رضامندی ظاہر کی۔ کراچی پہنچ کر دونوں جیکب لائن ہائی سکول میں کام کرنے لگے اور ایک ہی جگہ رہنے لگے۔ پھر اس عاجز کا تبادلہ مکان کے قریب کے سکول میں ہوگیا تو چند مہینے بعد مرزا صاحب کا تبادلہ بھی اسی سکول میں ہوگیا۔ یہ حضرت کی دعاؤں کی برکت و کرامت ہے۔

(۲۵) ایک مرتبہ رہتک میں یہ عاجز اپنے چھوٹے بھائی کے ہمراہ قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ دریافت فرمایا تمہارے چھوٹے بھائی کیا کرتے ہیں؟ عرض کیا "نویں جماعت میں پڑھتا ہے" فرمایا "کوئی ہنر کیوں نہیں سکھاتے تاکہ فائدہ مند ہو"۔ عاجز نے عرض کیا حضور اگر تعلیم چھڑا کر کوئی ہنر سکھایا تو جہاں اس کی شادی ہونا قرار پائی ہے وہاں شادی نہیں ہوگی دسویں جماعت پاس کرنا بہتر ہے۔ فرمایا "حکم نہیں لگاتا بلکہ رائے دیتا ہوں ہونا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے"۔ کچھ عرصہ بعد دورانِ تعلیم میں ہی بھائی کی شادی ہوگئی دسویں جماعت میں فیل ہوگیا آخر کار صنعتی تعلیم حاصل کی اور اسی کی بدولت خوب روزی کمائی اور کما رہا ہے یہ حضرت کی کرامت تھی کہ جو کچھ زبانِ مبارک سے نکل گیا وہ ہو کر رہا۔ (بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید" واللہ اعلم)

(۲۶) (از صاحبزادہ مولانا محمد صادق صاحب) حضرت کے پاس ایک طالب علم امام الدین رہتا تھا اس کو بڑے حضرت صاحب (اپنے پیر صاحب) سے بیعت کرایا تھا۔ حضرت صاحب جب اس کو اپنے پیر صاحب کے یہاں روانہ فرماتے تو جذب و محبت میں دن کے دن وہاں پہنچ جاتا حالانکہ دوسرے لوگ دو دن میں بمشکل پہنچ سکتے تھے کیونکہ فاصلہ بہت تھا اور راستہ بھی چکر دار تھا۔

(۲۷) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رات کے وقت کنوئیں والی مسجد میں

نماز تہجد پڑھنے کے لئے گئے وہاں ایک عورت بھی رہتی ہے جو تہجد گذار عابدہ ہے وہ بھی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے گئی کیونکہ دیہاتی عورتیں گھر کے قریب والی مسجد میں نماز ادا کرتی ہیں۔ وہ اب بیان کرتی ہے کہ میں نے تمہارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد کے اندر دیکھا کہ ان کے جسم کے اجزا الگ الگ ہو گئے ہیں۔ میں بڑی خوف زدہ ہو گئی، اسی وقت آپ اپنی اصلی حالت میں آ گئے اور فرمایا کہ تو مت ڈر۔ میں محمد سعید ہوں یہ میرا راز کسی کو نہ بتلانا میرے ایک جسم کے کئی اجزا ہو جاتے ہیں، کتنی ہی دفعہ ایسا ہو چکا ہے جو کچھ تم نے آج دیکھا ہے وہ کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا۔ میری زندگی میں اس راز کو چھپائے رکھنا۔ ہاں اگر تو زندہ رہے اور میں مر جاؤں تو اس بھید کو ظاہر کر دینا چنانچہ اس عورت نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہ راز فاش کیا۔ وہ عورت اب تک زندہ ہے کافی سن رسیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس عورت کو جو یہ معاملہ دکھایا گیا اس میں کیا راز تھا وہ اپنا چشم دید واقعہ بتلاتی ہے بزرگانِ دین کے متعلق اس قسم کے واقعات پہلے لوگوں سے بھی سننے میں آئے ہیں اور کتابوں میں بھی ملتے ہیں۔

(۲۸) اسی کنوئیں پر ایک شخص عظیم بخش داد پوترہ رہتا ہے وہ بتلاتا ہے کہ مجھے آسیب کی تکلیف رہتی تھی ایک رات مجھ پر جنات کا کافی اثر ہوا۔ میں گھبرا گیا۔ بلکہ کنبہ کے سارے افراد سخت پریشان ہو گئے، مجھے آپ کے والد صاحبؒ نے پکڑ لیا اور ایسا زوردار طمانچہ مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جنّ کا اثر مجھ سے جاتا رہا آج تک مجھے پھر اس قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ نے اس شخص کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ ایک دن یہ عالمِ دین ہو گا۔ چنانچہ اب وہ بڑھاپے میں تعلیم حاصل کر رہا ہے

کافی علمی دسترس رکھتا ہے اسی کنوئیں والی مسجد میں وہ اب قرآن شریف اور دینی کتب کی تعلیم دیتا ہے۔

آپ کے کشف و کرامات

گر کسے گوید کہ می دانم ازآں باور مدار ۔۔۔ علمِ غیبے کس نمی داند بجز پروردگار
جبرئیل از خود نگفتے تا نگفتے کردگار ۔۔۔ مصطفٰے ہرگز نگفتے تا نگفتے جبرئیل

آپ کے کشف و کرامات بیان کرنے سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ کرامت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک حسّی یعنی کسی کے دل کے حال سے واقف ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا وغیرہ عام لوگ اکثر اسی کو کرامت جانتے اور کمال سمجھتے ہیں اور اسی کو کشف و خوارقِ عادات سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ دائمی اور اختیاری نہیں ہے۔ دوسرے معنوی یعنی شریعت پر قائم رہنا، اچھے اخلاق کی عادت ہونا نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے ادا ہونا، حسد و کینہ اور دوسری بُری عادتوں سے دل کا پاک ہونا، کوئی سانس غفلت میں نہ گذارنا وغیرہ اور ان امور پر استقامت حاصل ہونا، یہ بڑا کمال اور کاملین و خواص کے نزدیک اصلی کرامت ہے جس میں استدراج کا بھی شبہ نہیں، بخلاف پہلی قسم کے کہ اس میں استدراج کا شبہ موجود ہے اور غیر مسلموں اور غیر محتاط و غیر متقی مسلمانوں کو بھی بعض مجاہدات کی پابندی اور نفس کشی سے یہ خوارقِ عادات حاصل ہو جاتی ہیں اسی لئے کامل بزرگ حسّی کرامت کے ظاہر ہوتے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو یا خدانخواستہ اس سے نفس میں غرور پیدا نہ ہو جائے یا اس کی وجہ سے عام لوگوں میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر ہلاکت کا سبب نہ ہو۔ ہمارے حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ

کراماتِ معنوی کا مجسمہ تھے اور ہر آن و ہر حال میں شریعتِ مقدسہ کی پابندی، اخلاقِ حمیدہ کی پیروی، رذیلہ سے پرہیز، اتباعِ سنت و آدابِ طریقت کی رعایت اور ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہنا، زہد و تقویٰ، صبر و شکر، رضا و تسلیم وغیرہ مقاماتِ عشرہ آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن چکے تھے اور آپ کو دیکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ اس کی مثال معدودے چند بزرگوں میں مشکل سے ملے گی اس لئے آپ کے تمام کمالات و کراماتِ معنوی کا احاطہ و بیان مشکل ہے تاہم اس کتاب کے مختلف ابواب و فصول میں حسب توفیق اس پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اب اس عنوان کے ذیل میں آپ کی بے شمار حسّی و کونی و زمانی کشف و کرامات میں سے صرف معدودے چند کا بیان کیا جاتا ہے جو حضرت صاحب کے خود کشف و کرامات کے اخفاء میں حد درجہ مبالغہ کرنے کے باوجود لوگوں پر ظاہر ہوئیں اور وہ بھی مرورِ انقلاباتِ زمانہ کے سبب کچھ یاد رہیں کچھ نہیں۔ پھر بعض احباب کی دائمی مفارقت یا بُعدِ زمانی و مکانی بھی ان واقعات کے حصول میں مانع رہے۔ تاہم ولایت کے لئے کشف و کرامات کا پایا جانا یا ظاہر ہونا ضروری نہیں اور نہ کثرتِ خوارق فضیلت کا سبب ہے مگر چونکہ تبعِ شریعت کی کرامت اس کے منتسبین کے لئے زیادتیٔ اعتقاد و محبت کا ذریعہ ہے اور محدثینِ کرام نے بھی صحابۂ کرام کی کرامات کا باب الگ باندھا ہے اس لئے اتباعِ سنّتِ سلفِ صالحین کرتے ہوئے جو کچھ حاصل ہو سکا درجِ ذیل ہے اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے درگذر فرمائے۔ حضرت قدس سرہ کی ذات اس سے بری ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

منقول از مولانا مولوی محمد سعید صاحب گوہانوی۔

(۱) ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی صاحب اب اناج دو روپے من ہے جتنا چاہو خرید لو ایک وقت آنے والا ہے کہ لوگ غلہ کی تکلیف میں پڑیں گے چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد

اناج پر کنٹرول ہو گیا اور لوگ بہت مشکل میں مبتلا ہو گئے۔

(۲) ایک مرتبہ کیتھل کی جماعت کی دعوت پر آپ کیتھل تشریف لے گئے۔ ایک مکان میں جو جماعت کے لوگوں نے حضرت کے قیام کے لئے تجویز کیا تھا آپ کا قیام ہوا مکان میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا یہ مکان کس کا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ مکان ایک بیوہ کا ہے۔ فرمایا بیوہ کا کوئی بچہ ہے عرض کیا کہ ہاں ایک بچہ ہے فرمایا کہ یہ مکان کرایہ پر ہے یا مفت؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضور عارضی طور پر مانگا ہوا ہے۔ فرمایا جاؤ کرایہ مقرر کر کے آؤ ورنہ عاجز مسجد میں جا کر قیام کرے گا۔ چنانچہ لوگ بیوہ کے پاس گئے اور کرایہ مقرر کر کے آئے۔ اس کے بعد آپ نے چارپائی پر آرام فرمایا تو بہت جلد اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا چارپائی کا کرایہ مقرر کر دیا ہے اگر نہیں کیا تو کرایہ مقرر کراؤ۔ چنانچہ چارپائی کا کرایہ بھی مقرر ہوا، تب آپ نے آرام فرمایا۔ بعدہ بندہ (مولوی محمد سعید صاحب) سے تنہائی میں فرمایا کہ مولوی صاحب جب میں مکان میں داخل ہوا تو یہ آواز آئی کہ "یہ یتیم کا مکان ہے یہ یتیم کا مکان ہے" اور جب چارپائی پر لیٹا تو چارپائی سے بھی یہی آواز آئی کہ "یہ یتیم کی چارپائی ہے" اسی وجہ سے عاجز نے اصرار کیا تھا لوگ حلال و حرام کا خیال نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائے۔

اس واقعہ کو جناب مولانا عبدالحلیم صاحب پانی پتی نے بھی روایت کیا ہے اس میں اس طرح سے وضاحت ہے کہ وہ مکان حاجی امام الدین صاحب مرحوم کا تھا جب عصر کی نماز کے لئے ہم خدام وضو کر رہے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب میری زبان پر آیۃ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ صبح سے بار بار آ رہی ہے آخر کیا بات ہے، حالانکہ مکان کے متعلق بھی دریافت کر چکا ہوں کہتے ہیں کہ ہمارا ہے۔ تو ایک خادم نے

عرض کیا کہ حضرت یہ مکان تو حاجی امام الدین صاحب مرحوم کا ہے جنھوں نے اپنی زوجہ اور کچھ بالغ ونابالغ اولاد چھوڑ کر وفات پائی ہے۔ فرمانے لگے اس آیۃ شریفہ سے اسی طرف اشارہ ہے چنانچہ غالباً بعد نماز عصر متوسلین کو حکم دیا کہ محلہ کے چند ثقہ اور معتبر آدمیوں سے اس قسم کے مکان کا کرایہ معلوم کرو اور اس کے مطابق ایام قیام کا کرایہ بیوہ کے سپرد کرو اور آئندہ احتیاط رکھو۔ (مسئلہ یہ ہے کہ یتیم کے مال سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور بعد بلوغ اجازت نہ دے انتفاع جائز نہیں اگرچہ وہ نابالغ یتیم اجازت بھی دیدے لیکن رواج کے مطابق اس کا معاوضہ وکرایہ ادا کر دیا جائے تو انتفاع جائز ہو جائے گا اور اگر اولاد میں ایک بھی نابالغ ہے تو غیر منقسم مالِ موروثہ سے کسی بھی بالغ حصہ دار کو حق نہیں کہ کسی دوسرے کو انتفاع کی اجازت دے سکے۔ واللہ اعلم۔ خاکسار مؤلف)

(۳) ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے دوسری شادی کی ہے اب تک کوئی امید ہے یا نہیں۔ بندہ نے عرض کیا "نہیں" فرمایا اچھا ہو جائے گا اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبدالقادر رکھنا اور دوسرا ہو تو عبدالمالک اور تیسرا ہو تو عبدالخالق۔ چنانچہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

(۴) ایک مرتبہ بندہ نے عرض کیا کہ حضور اس عاجز کے پاس تھوڑی سی زمین ہے اس کی کاشت خود تو کر نہیں سکتا اس لئے یہ خیال ہے کہ فروخت کر دوں۔ فرمایا نہیں فروخت نہ کرو کیونکہ ایک وقت آئے گا کہ یہ تھوڑی سی زمین تم کو کام دے گی چنانچہ پاکستان آکر اس کا نتیجہ برآمد ہوا کہ جب یہاں پر یہ دریافت کیا گیا کہ تمہارے پاس اراضی ہے تو چونکہ تھی اس لئے اقرار کر لیا اور یہاں بھی زمین مل گئی اگر نہ ہوتی تو یہاں زمین کیلئے جھوٹ بولنا پڑتا یا اس سے محرومی رہتی، اس سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔

(۵) ایک مرتبہ یہ عاجز اپنے شیخ کی خدمت میں احمد پور شرقیہ آیا ہوا تھا ایک روز ایک اہلحدیث (غیر مقلد) مولوی صاحب جو دہلی اہلحدیث کے کسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہو کر آیا تھا مجھے ورغلا رہا تھا کہ آپ مولوی ہوتے ہوئے ان پیروں کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں، ان کو چھوڑ دو۔ اور کہا کہ میں نماز عصر کے وقت کتب احادیث لاکر آپ کو سمجھاؤں گا کہ پیر پرستی کی کیا برائیاں ہیں۔ چنانچہ وہ عصر کے وقت بہت سی کتابوں کا ذخیرہ لیکر آیا۔ حضرت صاحب بھی عصر کی نماز میں شریک تھے۔ امامت کے بارے میں کچھ بحث تھی (غالباً یہ تھی کہ حضرت صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت عزیز محمد صاحب قریشی کو جو اگرچہ بڑی کتابوں کے عالم تو نہیں ہیں مگر ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ و دیگر امورِ شرعیہ سے خوب واقف اور نہایت متقی و متبعِ سنت ہیں اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت محبت کرنے والے مریدوں میں سے ہیں ارشاد فرمایا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ اس اہلِ حدیث مولوی صاحب نے کہا کہ آپ کا لڑکا مولوی محمد شریف جو دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر آیا ہے وہ امامت کرے کہ عالم ہوتے ہوئے جاہل کی امامت درست نہیں۔ واللہ اعلم۔ مؤلف) حضرت نے فرمایا جس کو تقویٰ اور اتباعِ سنت حاصل ہو اگرچہ اس کو علم تھوڑا ہی ہو وہ امامت کرنے کا زیادہ مستحق ہے، بہ نسبت اس عالم کے جو زیادہ علم رکھتا ہو اور عمل اور تقویٰ سے خالی ہو (اور غالباً یہ فرمایا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی اگرچہ کتابوں کا اتنا عالم نہیں لیکن نہایت متقی اور با عمل ہے اور حتی الامکان کبھی تکبیرِ اولیٰ بھی ترک نہیں کرتا اور یہ میرا لڑکا باوجودیکہ فارغ التحصیل عالم ہے لیکن اس میں اسقدر تقویٰ نہیں اور نماز با جماعت میں بھی سستی کر جاتا ہے۔ مؤلف) غرضیکہ حضرت موصوف نے بڑے بڑے دلائل سے اس آیۂ شریفہ کی تشریح فرمائی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ

عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ الآیہ چونکہ ان مولوی صاحب کا باطنی خطرہ و وسوسہ حضرت علیہ الرحمۃ پر منکشف ہو گیا تھا اس لئے آپ نے اس قدر تقریر فرمائی کہ آپ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ وہ مولوی اس تقریر کو سن کر شرمندہ ہوا اور اپنی کتابیں بغل میں دبا کر چپ چاپ چلا گیا۔ بعدہٗ ہم کو حیرت ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت سائیں توکّل شاہ صاحب قدس سرہٗ کو علم لدنی عطا فرمایا تھا اسی طرح مجھے بھی عطا فرمایا ہے (او کما قال)

(۶) ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ ایک چارپائی پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے قریب ایک دوسری چارپائی پڑی ہوئی تھی اس دوسری چارپائی سے آواز آئی (زبانِ حال سے جو صاحبِ کشف کو سنائی دیتی ہے۔ واللہ اعلم۔ مؤلف) کہ تو بہت خوش نصیب ہے تجھ پر ایک ذکر اللہ کرنے والا لیٹا ہوا ہے (اس عاجز مؤلف کو یہ بھی یاد ہے کہ حضرت صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اس چارپائی نے کہا کہ کل کو یہ تبلیغ کے لئے ہندوستان چلا جائے گا اور میں محروم رہ جاؤں گی واللہ اعلم) میں فوراً اس چارپائی سے اٹھ کر دوسری چارپائی پر لیٹ گیا پھر دونوں چارپائیوں نے کہا کہ اب تو ہم برابر ہو گئے۔

(۷) ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ میرا بھائی جو لواطت کے مرض میں مبتلا ہے اس کو اس کام سے نفرت ہو جائے۔ حضرت نے دعا فرمائی بعدہٗ صبح کے وقت اس عاجز (مولوی محمد سعید صاحب) سے فرمایا کہ مولوی صاحب جس شخص کے بارے میں دعا کی گئی تھی اس کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ اب اس کے حق میں دعا قبول نہیں ہو گی کیونکہ اس نے لواطت کی اتنی کثرت کی ہے اور اس نے اتنا پاخانہ کھایا ہے کہ منہ تک آگیا ہے اب وہ مر کر رہے گا۔ چنانچہ جب حضرت رخصت ہو گئے تو

وہ آدمی اسی مرض میں مبتلا رہ کر چند دنوں کے بعد مر گیا۔

(۸) ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کی گھر والی کی قبر پر مراقبہ کیا مرحومہ سے بہت باتیں ہوئیں۔ میں نے دورانِ گفتگو مرحومہ سے پوچھا کہ تیرے ساتھ منکر نکیر کا قبر میں کیسا سلوک رہا۔ تو کہا کہ آپ کی جوتیوں کے صدقہ سے جب منکر نکیر آئے تو معاً میرے حضراتِ سلسلہ کی روحیں آئیں اور انھوں نے نکیرین سے کہا کہ یہ ہماری بچی ہے اس سے آسانی سے سوال کرو۔ نیز حضرت نے فرمایا کہ قرآن شریف پڑھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ مولوی صاحب میری قبر پر نہیں آتے مولوی صاحب سے کہنا کہ میرا ایک گلاس اور چاندی کے بٹن ہیں وہ خدا کی راہ میں خیرات کیوں نہیں کئے۔ چنانچہ ارشاد کے مطابق میں نے خیرات کر دیئے۔

(۹) ایک مرتبہ بندہ ہمراہ تھا گوہانہ کے ایک قبرستان میں مراقبہ کیا تو حضرت بہت جلد مراقبہ سے اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مراقبہ اس لئے جلد ختم کیا کہ ایک قبر پر عذاب ہو رہا ہے اس کا اثر اس عاجز کے قلب پر پڑا تو عاجز کو قے آنے لگی میرا قلب گھبرا گیا۔[۱]

---

[۱] امام مسلم نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بغلہ (سواری کے خچر) پر سوار بنی نجار کے باغیچہ کے پاس سے نکلے اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے کہ یکایک آپ کا بغلہ بدکا، قریب تھا کہ آپ گر پڑتے پھر دیکھا تو وہاں پانچ چھ قبریں تھیں آپ نے پوچھا کوئی ان قبر والوں کو جانتا ہے؟ ایک نے عرض کیا ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کس زمانے کی قبریں ہیں؟ اس نے عرض کیا یہ لوگ شرک کے زمانے میں مرے ہیں تب آپ نے فرمایا کہ یہ قبر والے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم آئندہ مردے کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کر کے جو عذاب میں سنتا ہوں تمہیں سنوا دیتا پھر آپ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا پناہ مانگو اللہ کی عذابِ قبر سے۔ ہم نے کہا الٰہی تیری پناہ ہے قبر کے عذاب سے۔ پھر فرمایا پناہ مانگو اللہ کی ظاہر اور باطن کے فتنوں سے ہم نے کہا الٰہی تیری پناہ ہے ظاہر اور باطن کے فتنوں سے۔ پھر فرمایا پناہ مانگو فتنۂ دجال سے۔ ہم نے کہا الٰہی تیری پناہ ہے فتنۂ

(۱۰) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے ہمیشہ یہ شوق تھا کہ ہر مزار پر مراقبہ کرکے اس صاحبِ مزار کا حال معلوم کرتا تھا کہ یہ صاحب کس مقام کے ہیں اور کتنے اسباق حاصل کئے ہیں۔ ایک روز ایک بزرگ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ کیوں کسی کا راز افشا کرتے ہو اس وقت سے رُک گیا۔

(۱۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم قصبۂ تھانیسر میں حضرت کے ہمراہ تھے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد گئے اور نماز پڑھ کر واپس ہوئے تو بندہ سے فرمایا مولوی صاحب آج مسجد میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا اور وہ یہ ہے کہ دنیا میرے پاس آئی اور اس نے بہت جھگڑا کیا حتیٰ کہ نماز پڑھنی دشوار کردی یہی کہتی رہی کہ آپ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتے حالانکہ میں فلاں فلاں موقعوں پر آپ کے کام آئی ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ عاجز بہت لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا رہا مگر جب تک مسجد سے باہر نہ ہوا یہ اس وقت تک خراب کرتی رہی، معلوم نہیں کیا بات ہے۔ اتنے میں ایک رئیس ہمارے ہمراہ ہو گیا اور اس نے دریافت کرنا شروع کیا یہ بزرگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ جماعت کے دوستوں نے کہا کہ ریاست بھاولپور کے بزرگ ہیں۔ اس رئیس نے آگے بڑھ کر حضرت سے عرض کیا کہ میرا مکان تیار ہو رہا ہے آپ مہربانی فرما کر اس میں تشریف لے چلیں اور دعا فرمادیں۔ چنانچہ حضرت جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے اور دعا فرماکر واپس ہونے لگے تو اس رئیس نے ایک روپیہ پیش کیا کہ یہ آپ کی نذر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی میں نے دعا اللہ کے واسطے کی ہے اس چیز کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں اس لئے آتا ہوں۔ اس نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کسی غریب کو دیدو وہ نہ مانا تو حضرت اس سے ناراض ہو گئے اور رنجیدہ ہو کر سختی سے منع کیا تب وہ مانا

اور روپیہ اپنی جیب میں واپس ڈال لیا۔ جب الگ ہوئے تب فرمایا مولوی صاحب دیکھا یہ نامراد دنیا مجھ سے مسجد میں بھی جھگڑا کر رہی تھی وہی پیش آئی۔

(۱۲) ایک روز جماعت کے آدمیوں نے اصرار کیا کہ حضرت جنگل میں ایک اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے لوگ اس کو کسی بزرگ کا مزار تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے۔ مہربانی فرما کر آپ تشریف لے چلیں اور معلوم کریں کہ کیا یہ واقعی بزرگ ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ چنانچہ حضرت تشریف لے گئے اور مراقبہ فرمایا بعدہٗ فرمایا کہ بھائی یہاں پر کوئی بزرگ نہیں ہاں یہ معلوم ہوا کہ ایک جنّ قید ہے اور کوئی چیز نہیں۔

(۱۳) ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ پانی پت میں حضرت قلندر صاحب کے مزار پر مراقب ہوئے اور آپ پر ایک جذب کی حالت طاری ہوئی۔ جذب کی حالت میں ہی آپ مزار سے باہر نکل آئے اور زور زور سے پکارنے لگے "اے اللہ کے بندو! مجھے کسّی (پھاوڑہ) دو تاکہ میں مزار کو کھود کر تمہیں دکھا دوں کہ یہاں صرف اینٹیں ہیں قلندر صاحب نہیں ہیں تم نے اسے کفر و شرک کا اڈہ بنا رکھا ہے۔" بہت دیر تک یہ حالت طاری رہی۔

(۱۴) بھائی اصغر علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تمہاری بیوی نہیں؟ عرض کیا نہیں۔ پھر اسی طرح فرمایا میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ جو نعمت ہم نے تم کو ظہر کے وقت دی تھی وہ تم نے ایک عورت کے دیکھنے سے ضائع کر دی" واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔ (او کما قال)

(۱۵) نیز اصغر علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خاکسار نے اپنے بھائی کے لئے ملازمت کے بارے میں دعا کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا کہ دیکھو کچھ ہونے والا ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد انقلاب شروع ہو گیا۔

(۱۶) ایک دفعہ کوئی مولوی صاحب داخلِ سلسلہ ہوئے۔ حضرت ایک بزرگ کے مزار پر تشریف لے گئے صاحبِ مزار کی طرف سے مولوی صاحب کے کچھ حالات منکشف ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مولوی صاحب لوگوں سے رقم لیکر سود پر دوسروں کو دیتے ہیں اس کو روکو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کا مکان بھی رہن رکھا ہوا ہے چنانچہ حضرت صاحب نے مولوی صاحب سے دریافت فرمایا تو دونوں باتیں صحیح ثابت ہوئیں۔

(۱۷) ایک روز ارشاد فرمایا کہ عاجز نے جب امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر مراقبہ کیا تو حضرت کی روحِ مبارک سے ملاقات ہوئی عاجز نے عرض کیا کہ میں بہت کمزور ہوں کئی قسم کی بیماریاں لاحق ہو گئی ہیں سفر نہیں کر سکتا۔ فلاں خلیفہ صاحب بہت سفر کرتے ہیں اور ان کے بہت مرید ہیں اور خلفا بھی۔ تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ کے دونوں صاحبزادے عالِم باعمل ہوں گے۔ عاجز نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میرے دونوں بیٹے عالم باعمل ہوں گے تو حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ابھی نوشتۂ تقدیر میں دیکھ کر آیا ہوں۔

(۱۸) امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر مراقبہ کے بعد مجھ سے فرمایا امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب (گوہانوی) کو میرے پاس چند روز چھوڑ دو کیا آپ رہیں گے بندہ نے عرض کیا کہ حضور نہیں میرے تو آپ ہی مجدد ہیں۔ آپ مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔

(۱۹) حضرت مولانا مولوی عبدالغفور صاحب عباسی مدظلہ العالی کے ابتدائی حالات میں سے قبل از بیعت کا واقعہ ہے کہ جب ہمارے حضرت صاحب دہلی محلہ نواب گنج گڑھ کا میل مسجد سبیل میں پہلی دفعہ تشریف لے گئے جس میں مولانا عبدالغفور صاحب امام تھے اور مدرسہ امینیہ میں مدرس بھی تھے تو ان کو کسی سے یہ معلوم ہوا کہ یہ فقیر بہت متقی آدمی ہیں

کسی بے نمازی کا کھانا نہیں کھاتے، اپنے پاس بُھنے ہوئے چنے اور ستو وغیرہ رکھتے ہیں اور وہی استعمال کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس بزرگ کی دعوت دے کر آزمائیں کہ یہ واقعی اس صفت کے ہیں یا یوں ہی ڈھونگ رچایا ہے۔ یہ سوچ کر مولوی صاحب حضرت کے پاس تشریف لائے اور دعوت کے بارے میں درخواست کی حضرت نے فرمایا مولوی صاحب کیوں تکلف فرماتے ہیں فقیر کسی کی دعوت بے احتیاطیوں کی وجہ سے منظور نہیں کیا کرتا۔ مولوی صاحب نے فرمایا انشاء اللہ حضرت کے حسبِ منشا احتیاط کے ساتھ کھانا تیار کیا جائے گا اور میرے گھر میں اہلیہ نماز پڑھتی ہے وضو کے ساتھ گھر میں کھانا تیار کرا لوں گا۔ تو حضرت صاحب نے مولوی صاحب موصوف کے باطنی فیض حاصل کرنے کی امید سے منظور فرما لیا، اس کے بعد مولوی صاحب گھر گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ وضو کر کے نہایت پاکی کے ساتھ ایک بزرگ کیلئے کھانا تیار کرو اور دوسری طرف ایک بے نمازی کے گھر میں قیمہ اور روغنی روٹیاں تیار کرائیں اور اپنے گھر میں صرف سادہ دال روٹی تیار کرا کر دونوں قسم کے کھانے لیکر اس ترکیب سے رکھے کہ پہلے روغنی روٹی اور قیمہ حضرت کے سامنے رکھا اور اپنا سادہ کھانا بھی حضرت کے پاس ایک طرف رکھ دیا اور اور حضرت سے فرمایا کہ تناول فرمائیے اور روغنی روٹیوں کی طرف اشارہ کیا حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب کا اشارہ تو روغنی روٹیوں کی طرف تھا اور عاجز کا ہاتھ خود بخود اس سادہ کھانے کی طرف جاتا تھا حتیٰ کہ عاجز نے سادہ روٹی اور دال کھائی اور روغنی روٹی اور قیمہ جوں کا توں رہ گیا اور اس سے قدرتاً نفرت ہوتی تھی، بعدہٗ مولوی صاحب موصوف کو کلّی یقین ہو گیا کہ یہ واقعی بزرگ ہیں اس کے بعد حضرت کی صحبت میں بیٹھنے لگے اور باطنی فیضان سے فیضیاب ہوئے۔

(۲۰) ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک مسجد میں بعد نمازِ عشا حسب الحکم ہم سب حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کو الگ الگ توجہ دے رہے تھے اتنے میں اچانک مراقبہ بند فرما کر سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں کوئی اجنبی آدمی ہے؟ سب نے اِدھر اُدھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اجنبی آدمی ہے، جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ یہاں کیسے آئے؟ تو اس نے کہا کہ میں بھی خاندانِ نقشبندیہ کا خلیفہ ہوں اور حافظِ قرآن بھی ہوں۔ حضرت نے فرمایا، اب کیسے آئے ہو؟ تب معلوم ہوا کہ وہ بیلچہ پارٹی یعنی خاکسار جماعت کا آدمی ہے۔ حضرت نے فوراً ان کے فاسد عقائد بیان فرمائے اور علما کے فتوے جو ان کے متعلق جاری ہوئے تھے وہ جماعت کے سامنے پیش کئے اور سب کو ان کے عقائدِ فاسدہ سے متنبہ فرمایا۔ (اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ۔)

(۲۱) حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک روز میرا بھائی (عزیز محمد صاحب) میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ کنوئیں پر چلو گرد آور آیا ہوا ہے، پڑتال کریگا۔ حضرت کو بذریعہ کشف والہام معلوم ہوا تو اپنے بھائی سے فرمایا کہ وہ اس کنوئیں پر نہیں ہے، بھائی صاحب نے اصرار فرمایا کہ وہ وہیں ہے۔ جب ہم دونوں اس کنوئیں پر پہنچے تو واقعی وہ گرد آور وہاں نہیں تھا۔ پھر بھائی نے کہا کہ اگلے کنوئیں پر چلا گیا ہوگا۔ لیکن حضرت صاحب نے فرمایا کہ وہ وہاں بھی نہیں ہے۔ خیر بھائی صاحب کے کہنے سے دوسرے کنوئیں پر پہنچے لیکن جب وہاں پہنچے تو گرد آور وہاں بھی نہیں تھا۔ اس وقت سے بھائی صاحب کو اس عاجز سے عقیدت ہو گئی اور پھر وہ معاملات میں اتنی سختی نہیں کرتے تھے (چچا صاحب جناب عزیز محمد صاحب نے بھی اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔ مؤلف)

(۲۲) ایک روز مستورات کا حلقہ تھا۔ حلقۂ ذکر و مراقبہ سے پہلے کچھ وعظ و نصائح ہو رہے تھے۔ عاجز نے عرض کیا کہ یہ جتنی مستورات آپ کے سامنے موجود ہیں ان کو یہ ہدایات تلقین فرما دیں۔ فرمایا مولوی صاحب آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے عاجز کو بفضلہ تعالیٰ ان کا سب حال معلوم ہے آپ سنتے جائیں۔ پس آپ نے نہایت جامع تقریر فرمائی۔

(۲۳) ایک مرتبہ گوہانہ میں بڑی مسجد کے آدمی اس عاجز سے خواہ مخواہ ناراض ہو گئے اور بہت زیادتی کرنے لگے بندہ کو بہت کوفت ہوئی تو خدمتِ عالی میں عرض کیا کہ حضور یہ لوگ بہت شرارت کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا مولوی صاحب صبر کرو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ پاک صبر کا نتیجہ اچھا فرمائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ ان کو تکلیف پہنچے گی۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد مخالفین کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور جتنے آدمیوں نے مخالفت کی تھی فرداً فرداً سب کو تکلیف پہنچی۔

(۲۴) ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں نے احمد پور شرقیہ کی جس ویران مسجد کو آباد کیا ہے اس میں اعتکاف کیلئے بیٹھا تھا۔ ۲۹ تاریخ کو ماہ رمضان شریف کا چاند نورانی شکل میں نمودار ہوا اور فرمایا "میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور اب میں جا رہا ہوں السلام علیکم"۔ (صورتِ مثالیہ میں اس قسم کی کیفیات علماءِ حق کے نزدیک مسلّم ہیں۔ مؤلف) اس روز شام کو احمد پور شرقیہ میں چاند نظر نہ آیا اور نہ چاند نظر آنے کی کوئی شرعی شہادت مل سکی اس لئے وہاں کے مفتی جناب مولانا واحد بخش صاحبؒ نے عید کے چاند ہونے کا فتوی نہیں دیا۔ مجھے یقین تھا کہ چاند مجھ سے مل کر گیا ہے لیکن چونکہ شرعی فتوی نہیں تھا اس لئے میں اعتکاف سے نہیں اٹھا۔ صبح جب

مولانا مفتی صاحب نے آٹھ نو بجے چاند کی رویت پر شہادت لی تب میں اعتکاف سے اٹھا۔ اس لئے کہ جب تک حال اور خواب شریعت کے مطابق نہ ہو اس خواب اور حال پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

(۲۵) جب حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب پانی پتی داخلِ سلسلہ ہوئے تو حضرت نے فرمایا مولوی صاحب تمام بزرگان پانی پت تشریف لائے اور مولوی صاحب کو مُردہ کی طرح ڈال کر اس عاجز سے فرمایا کہ یہ مُردہ ہے شاہ صاحب! اس کو زندہ کردو۔ (حدیث شریف میں آیا: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (متفق علیہ فی المشکوٰۃ عن ابی موسیٰ) بزرگوں کے واقعات بھی اس پر دلیل ہیں)۔

(۲۶) آپ کی عادت مبارک ہمیشہ میری اہلیہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے کی تھی کیونکہ وہ باوضو اور ذکر کے ساتھ کھانا پکایا کرتی۔ قصابوں میں سے ایک شخص نے جو ہم سے حسد رکھتا تھا بڑی سختی سے یہ بات کہی کہ تمہاری گھر والی کونسی ایسی متقی اور پرہیزگار ہے ہماری عورتیں بھی تو نماز پڑھتی ہیں آج حضرت صاحب کی میں دعوت کروں گا اس نے بہت شور وغل مچایا۔ آپ نے فرمایا "مولوی صاحب! میں کسی کو ناراض کرنا نہیں چاہتا میں خود اپنے بدن پر تکلیف گوارا کرلوں گا اس کی دعوت مان لو"۔ چنانچہ وہ شام کو کھانا لے آیا آپ نے اس میں سے اس کی دلجوئی کے لئے تھوڑا سا تناول فرمالیا۔ رات کو حلقہ کرانے کے بعد سو گئے۔ صبح کو مجھ سے فرمایا "رات کو میں نے خواب دیکھا ہے کہ کُتّے مجھے کاٹ رہے ہیں تم اس آدمی سے پوچھو کہ گوشت کہاں سے لایا تھا"۔ چنانچہ اس سے دریافت کیا گیا۔ اس نے کہا فلاں بکر قصائی سے لایا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس

عاجز نے ان بکر قصابوں سے دریافت کیا کہ انھوں نے اس شخص کو گوشت دیا تھا
انھوں نے انکار کیا کہ ہم سے اس شخص نے گوشت نہیں خریدا اور نہ یہ ہماری دکان پر
آتا ہے۔ آخر بڑی جدوجہد کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی ایک بھیڑ تھی جسے اس دن
کتوں نے زخمی کیا تھا اور کتوں کے دانتوں کے اثرات اس میں سرایت کر گئے تھے
گوشت میں سے اس نے حضرتِ والا کی دعوت کی تھی۔

از جناب عبداللہ خانصاحب احمد پوری

(۲۷) جناب بھائی عبداللہ خاں صاحب کہتے ہیں میرے والد صاحب نے
سنایا کہ دہلی سے ایک علیگ (علیگڑھ کا تعلیم یافتہ) نے بھاولپور میں اپنے ایک
دوست ٹھیکیدار کو خط لکھا کہ احمد پور شرقیہ میں ایک بزرگ محمد سعید قریشی ہیں ان کے
مفصل حالات معلوم کر کے مجھے لکھیں۔ ٹھیکیدار صاحب نے صوفی محمد صالح صاحب سے
دریافت کیا وہاں میں بھی موجود تھا انھوں نے پوچھا تو میں نے کہا کہ احمد پور شرقیہ کٹڑہ
احمد خاں میں ایک شخص محمد سعید قریشی ہے بزرگ ہونے کا تو پتہ نہیں البتہ آدمی نیک
اور صالح ہے چنانچہ ٹھیکیدار صاحب میرے ہمراہ ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے
مکان پر پہنچ کر دروازہ پر دستک دی آپ تشریف لائے اور معاً فرمایا کہ کیا اس خط
کے سلسلہ میں ملنے آئے ہو جو ٹھیکیدار صاحب کے پاس آیا ہے۔ یہ سن کر ہم سب حیران
تھے سب کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا۔ ٹھیکیدار نے حضرت صاحب سے کافی سوالات کیے
حضرت نے تسلی بخش جواب دیئے۔ ٹھیکیدار صاحب نے کہا میرا تو خیال تھا کہ ریاست
میں کوئی بزرگ نہیں ہوگا۔ فرمایا میں بزرگ تو نہیں میرے مولا کا فضل ہے۔ ٹھیکیدار صاحب
اپنے دوست کو مفصل حالات کا خط لکھ دیا پھر وہ صاحب مع اہل و عیال کے تشریف لائے

ر سلسلہ میں داخل ہو کر فیضیاب ہوئے (صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ ٹھیکیدار صاحب کا نام محمد حنیف تھا۔ چچا صاحب نے بھی اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔)

(۲۸) ایک دن اس عاجز (عبداللہ خاں صاحب) نے نئی کھجوروں کا خوشہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ نے قبول فرمالیا۔ عاجز کو خیال ہوا کہ آج تو حضرت نے قبول فرمالیا ورنہ ہمیشہ انکار کردیتے ہیں اور مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد کسی روز عاجز کو مسائل سکھاتے وقت فرمایا جب میرے دل میں کوئی وہم وگمان نہیں ہوتا کہ فلاں سے یہ چیز ملے گی اگر وہ لے آئے تو سمجھتا ہوں کہ خدا کی طرف سے ہے اسے لے لیتا ہوں ورنہ نہیں۔ ع

چیزے کہ بے گماں برسد دادۂ خداست

مولانا عبدالحلیم صاحب پانی پتی

(۲۹) ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحیم صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر آپ نے پانی پت میں ایک شخص کی دعوت، تقوٰی وطہارت اور سادہ کھانے کی شرائط پر قبول فرمائی جب کھانا آیا تو اس میں تازہ مٹھائی، قورمہ، پراٹھے، سادہ چپاتی وغیرہ تھے۔ حضرتِ والا نے صرف سادہ چپاتی شوربا سے تناول فرمائی اور فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ آپ کو انھوں نے دھوکہ دیا۔ چنانچہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ کھانا متذکرہ بالا شرائط پر نہیں بنایا۔

(۳۰) کرنال میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کئی روز سے شاہ شرف بوعلی قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بُلا رہے ہیں آج مزارِ مبارک پر چلنا ہے۔ نیز ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب مزار پر سے اٹھنے لگے تو صاحبِ مزار نے دامن پکڑ کر بٹھانا چاہا۔

(۳۱) جب اس عاجز (عبدالحلیم صاحب) نے پانی پت سے احمد پور شرقیہ حاضرِ خدمت

ہونے کا ارادہ کیا تو میرے ایک ہم مشرب کہنے لگے کہ اگر پہلے خط ڈال دیں تو سہولت رہے گی لیکن میں نے عجلت سے کام لیا اور ۹ بجے کے قریب ایک خط سپرد ڈاک کر کے دو ۲ بجے کی ریل گاڑی سے عازمِ احمد پور شرقیہ ہوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کا اثر تھا کہ ایک رفیقِ سفر ملے جو مجھے سُلا کر رات کو پنکھا کرتے رہے اور دونوں وقت عمدہ قسم کا کھانا کھلایا۔ غرض جب بخیریت تمام راستہ طے ہوا تو اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب پر مولانا عبدالرحیم صاحب (حضرت کے خادمِ خاص) سے ملاقات ہوئی وہ کہنے لگے کہ آج صبح حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ آج بارہ بجے پانی پت سے مولوی عبدالحلیم صاحب پہنچ رہے ہیں تم جا کر لے آؤ۔ حالانکہ میرا خط دوسرے وقت یعنی بعد میں پہنچا۔

(۳۲) میرے احمد پور شرقیہ کے قیام میں آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ صوفی علی نواز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو خط لکھ کر بلا لیتا ہوں تمہیں ان سے فائدہ بھی ہوگا اور واپسی میں تمہارا ساتھ انبالہ چھاؤنی تک ہو جائے گا لیکن چونکہ صوفی صاحب کو شاہ آباد اسٹیشن پر اور مجھے کچھ آگے پانی پت اسٹیشن پر اترنا تھا یعنی انبالہ سے آگے ہمارا ساتھ شاہ آباد تک ہونا چاہئے تھا اس لئے میں متعجب رہا مگر واپسی پر جب ہم دونوں انبالہ چھاؤنی اسٹیشن پر پہنچے تو دہلی جانے والی ٹرین جس پر ہم دونوں کو جانا تھا کچھ وقفہ کے بعد آئی حضرت صوفی علی نواز صاحب تو اس میں سوار ہو کر شاہ آباد تشریف لے گئے اور راقم کو اس میں جگہ قطعاً نہ ملی بلکہ رات کو دو بجے کی گاڑی سے پانی پت پہنچا۔

از جناب صوفی محمد احمد صاحب

(۳۳) ڈاڑھی رکھنے کے بعد اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ چہرے کا ایک حصہ مُنڈا ہوا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ "دیکھو! تم نے اچھی بھلی شکل بگاڑ لی جس طرف بال ہیں کتنا بھدا معلوم دیتا ہے"

حضرت رہتک تشریف لائے ہوئے تھے فرمایا کچھ خواب ہوئے ہوں تو بتاؤ۔ اس عاجز نے ڈاڑھی والا خواب تو سنا دیا لیکن ایک اور خواب جو حضرت سے متعلق تھا پاسِ ادب کی وجہ سے نہیں سنایا۔ فرمایا" اور کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو بعض خوابوں کو مجمع میں بیان کرنا اچھا ہوتا ہے"۔ عرض کیا حضور ایک سفید ریش شخص ہاتھ میں عصا لئے آیا اور اس عاجز سے مصافحہ کیا ایک ہاتھ اس کا کچھ بند تھا اور کچھ کھلا ہوا جس میں کچھ تھا عاجز نے دریافت کیا کہ ہاتھ میں کیا ہے؟ وہ ہنس کر بات کو ٹالنے لگا پھر دوبارہ پوچھا تو کہا احمد پور شرقیہ میں ایک بزرگ خواجہ محمد سعیدؒ ہیں جن سے میں بیعت ہوں وہ مریدوں سے چوری چھپے کوکین کھاتے اور سگریٹ پیتے ہیں یہ چیزیں ان کیلئے لے جا رہا ہوں لیکن خیر یہ اچھا ہے کہ وہ علانیہ ایسا نہیں کرتے دیکھو کسی سے یہ راز نہ کہنا اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حضرت (قدس سرہ) مسکرائے اور فرمایا کہ شیخ اگر ناراض ہو جائے تو مرید کا کچھ بڑا نقصان نہیں مگر مرید کا اگر شیخ کی طرف سے اعتقاد خراب ہو جائے تو سراسر نقصان ہے جہاں خزانہ ہوتا ہے ڈاکو وہیں ڈاکہ ڈالتا ہے۔ (یعنی یہ شیطان تھا جو اس طرح بہکانے کے لئے آیا تھا۔ مؤلف)

(۴۳) ایک روز قبلہ حاجی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر بعد نماز عشاء ارشاداتِ عالیہ سے مجلس گرم رہی پھر حاضرینِ مجلس ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے مہمان وہیں رہے۔ حضرت صاحب سونے کے لئے اپنے علیحدہ کمرے میں تشریف لے گئے۔ مرزا اسحاق بیگ صاحب کہنے لگے کہ دودھ پینے کو بہت طبیعت چاہ رہی ہے حضرت سے کیسے اجازت لیں۔ عاجز کی بھی یہ نیت تھی کہ کسی طرح مرزا صاحب اجازت لے لیں تو میں بھی دودھ پی لوں۔ غرض مرزا صاحب اجازت لینے کیلئے دو قدم کبھی آگے

بڑھتے اور کبھی بوجہ شرم پیچھے ہٹ جاتے لیکن اجازت لینے کی جرأت نہ ہوتی تھی اندر سے حضرت (قدس سرہ) نے عاجز کا نام لیکر فرمایا جاؤ تم یہاں کے باشندے ہو گلیوں سے واقف ہو مرزا صاحب کو ٹہلا لاؤ یہ بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے۔ مرزا صاحب نے فوراً کہا حضور دودھ پینے کو طبیعت چاہ رہی ہے فرمایا ہاں جاؤ مگر دیر نہ کرنا۔ چنانچہ ہم چلے گئے۔ مرزا صاحب نے پاؤ سیر دودھ پیا اور عاجز نے آدھ سیر۔ جب واپس آئے تو حضرت صاحب انتظار کر رہے تھے فرمایا "آگئے" عرض کیا "جی حضور" مرزا صاحب سے فرمایا کتنا دودھ پیا جواب دیا "حضور پاؤ سیر"۔ عاجز سے پوچھا کہ تم نے کتنا پیا۔ عاجز نے شرمندہ ہو کر کہا حضور آدھ سیر۔ فرمایا کم کھانا اچھا ہے۔ خیر دونوں لیٹ گئے اور کافی رات تک باتیں کرتے رہے۔ پھر مرزا صاحب کہنے لگے کہ دروازہ کھول کر دیکھوں حضرت صاحب کیا کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب دبے پاؤں گئے اور آہستہ سے دروازہ کھولا دیکھا کہ حضرت صاحب چارپائی پر سربسجود ہیں۔

(۳۵) ایک مرتبہ قبلہ حضرت حاجی عبدالمجید صاحب کے دولت خانہ پر بعد نمازِ عصر حاضرینِ مجلس کو ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرما رہے تھے گفتگو کا موضوع بحث و مباحثہ نہ کرنے کے متعلق تھا فرما رہے تھے کہ کسی ایسے شخص سے جو مذہب کا پابند نہ ہو بحث کرنا درست نہیں غیر شرعی آدمی اگر قابل ہوتا ہے تو اپنے دلائل سے بُرے اثرات دوسرے کے قلب پر ڈال دیتا ہے جس سے نقصان ہوتا ہے اور اس بارہ میں ایک طویل گفتگو فرمائی یہانتک کہ مغرب کا وقت آگیا فرمایا سب کے سب مسجد چلیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی حضرت شاہ زوار حسین صاحب مدظلہ نے ذرا توقف فرمایا تاکہ حضرت کو وضو کرا دیں۔ عاجز پانی کا لوٹا بھر رہا تھا شاہ صاحب سے فرمایا کہ آپ بھی تشریف لے جائیں وضو

یہ کرا دیگا۔ یہ عاجز وضو کرانے لگا (یعنی پانی وغیرہ دیا، وضو خود بغیر کسی کی مدد کے فرمایا کرتے تھے۔ مؤلف) فرمایا یہ سب کچھ تقریر آج تمہارے لئے کی گئی تھی اپنے بہنوئی صاحب سے تصوف کے متعلق (دہلی میں) بحث نہ کیا کرو وہ قابل شخص ہے ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل میں خطرات پیدا ہو جائیں۔ یہ سن کر عاجز کو بڑا تعجب ہوا کہ حضرت صحیح واقعہ بیان فرما رہے ہیں غیب کا علم ان کو کیسے ہو گیا۔ فوراً فرمایا مجھے غیب کا علم نہیں ہاں عالم الغیب (خدا) کبھی کبھی اپنے نیک بندوں کو غیب سے آگاہ کر دیتا ہے تاکہ اس کی مخلوق کی اصلاح ہوتی رہے اور یوں تو میرے کپڑے پر اگر گندگی بھی لگی ہوئی ہو تو محض خدا کی مدد سے اس کا علم ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ (اکثر لوگوں کے حالات جو آپ کو کشف سے معلوم ہو جاتے تھے عام مجمع میں عام نصیحت و وعظ کے طور پر وضاحت فرماتے تھے حتیٰ کہ کسی کو آپ پر شبہ بھی نہ ہوتا کہ آپ کو یہ بات منکشف ہوئی ہے البتہ صاحبِ معاملہ سمجھ جاتا کہ یہ بات میرے لئے کہی جا رہی ہے۔ واللہ اعلم۔ مؤلف)

(۳۶) چند دنوں کے لئے مرزا صاحب نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ بعد نمازِ عصر سیر کیلئے نئی دہلی کے پارک میں چلے جاتے جہاں بے پردہ عورتیں کثرت سے آتی تھیں جس کی وجہ سے مرزا صاحب کے ذکر کی حالت کچھ اچھی نہ رہی۔ خدمتِ اقدس میں لکھا حضور! ذکر کی حالت پہلے کے مقابلہ میں اچھی نہیں بہتری کیلئے دعا فرمائیں۔ جواب میں تحریر فرمایا ادھر اُدھر نہ جایا کرو کیونکہ نامحرموں پر نظر پڑنے سے قلب پر سیاہی آتی ہے گھر میں وقت گذارنا بہتر ہے۔

(۳۷) عاجز کے پڑوس میں ایک بالغ لڑکی تھی جو اہلیہ کے پاس آنے جانے لگی تھی، عاجز کو اس سے کچھ اُنسیت ہونے لگی یہاں تک کہ ایک روز اس کو اپنے ہمراہ کھانے میں بھی شامل کر لیا حالانکہ اہلیہ نے کہا کہ شریعت کے خلاف ہے لیکن ان کے کہنے کی پرواہ نہ کی۔ اس وقت لطیفۂ خفی پر سبق تھا۔ چند دن بعد مرزا صاحب اور عاجز کو اطلاع پہنچی کہ فلاں

تاریخ کو گوہانہ میں جلسہ ہوگا۔ مرزا صاحب نے جلسہ کی تیاری کرلی مگر اس مرتبہ عاجز کی طبیعت جلسہ میں جانے کو نہ چاہتی تھی چنانچہ مرزا صاحب سے کہا کہ مجھے چھٹی ملنا مشکل ہے تم تنہا چلے جاؤ۔ یہ اکیلے ہی چلے گئے اور جلسہ میں شامل ہوگئے۔ دوسرے ہی روز مرزا صاحب واپس تشریف لے آئے اور کہا کہ مجھے تو حضرت صاحب نے جلد واپس بھیج دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم فوراً چھٹی کی درخواست بھجوا کر خدمت میں حاضر ہو جاؤ چھٹی منظور ہوتی رہے گی چنانچہ عاجز حضور کی خدمتِ عالی میں گوہانہ پہنچا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو حضرت نے غور سے دیکھا اور فرمایا "افسوس جو نعمت تم کو ملی تھی اس کی تم نے قدر نہیں کی اور اس کو بہت جلد کھو دیا تم سے کیا غلطی ہوئی سوچ کر بعد نمازِ ظہر مجھے بتانا۔" ظہر کی نماز کے بعد عاجز سے پھر دریافت فرمایا عرض کیا حضور عاجز سے تو کچھ غلطی نہیں ہوئی۔ فرمایا اچھا عصر کی نماز تک اور سوچو۔ بعد نمازِ عصر تنہائی میں چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور عاجز کو بلوایا۔ حاضر خدمت ہوا پھر وہی سوال کیا۔ عاجز نے نفی میں جواب دیا۔ فرمایا مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نامحرم لڑکی تمہارے ہاں آتی ہے اس سے کہو کہ وہ نہ آیا کرے اگر قریبی رشتہ دار ہے تو تمہاری اہلیہ کے پاس پردے میں آئے ورنہ نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھے، نامحرم پر ارادۃً نظر ڈالنے سے برسوں کی محنت ضائع ہو جاتی ہے، نظر کا تیر کم خطا کرتا ہے حضرات نقشبندیہ نے اس کی بڑی تاکید کی ہے۔ یہ فرما کر حضرت نے عاجز کو دعا پڑھائی (تجدید بیعت کرائی) اور توبہ و استغفار کرائی، نیز یہ فرمایا کہ اگر تم اب میرے پاس دس گیارہ روز رہو تو اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا فائدہ جلسہ میں حاضر ہونے سے پہنچتا۔ جلسہ کے روز حضرات کا فیض بہت ہوتا ہے آئندہ سے جلسہ میں ضرور شامل ہونے کی کوشش کرنا

(حدیث شریف میں ہے: عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ۔ رواہ حاکم وابن حبان وصحح اسنادہ) ترجمہ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر محرم کی طرف دیکھنا شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ اس کو حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا اور اس کی اسناد کی صحت کی ہے۔ مؤلف)

(۳۸) حضرت قدس سرہٗ کی کرنال میں تشریف آوری کی اطلاع مرزا صاحب اور اس عاجز کو دہلی پہنچی جب ہم لوگ کرنال میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ حضور شدید دردِ گردہ میں مبتلا ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد استغراق میں ہو جاتے ہیں۔ مرزا صاحب اور یہ عاجز نماز کے لئے باہر گئے راستہ میں مرزا صاحب کہنے لگے میں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے حضرت نے ڈاڑھی کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا۔ جب واپس آئے تو حضرت نے فرمایا "مرزا صاحب میں تمہارے ڈاڑھی رکھنے سے بہت خوش ہوں"۔ اس کے بعد آپ کو پھر استغراق ہو گیا۔ ہمارے پہنچنے کے دوسرے روز مرض اور زیادہ شدت اختیار کر گیا اسی روز حضرت مولانا گوہاٹوی مدظلہٗ اور صوفی علی نواز صاحب آپس میں خاموشی سے کچھ باتیں کر رہے تھے حضرت کو استغراق تھا یہ عاجز بھی حاضر تھا حضرت قدس سرہٗ کچھ دیر کے بعد ذرا چونکے اور فرمایا "مولانا باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے ذکر کی حالت میں بیٹھو، میں موت سے نہیں ڈرتا۔" پھر استغراق ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس عاجز سے مخاطب ہوئے "دونوں دہلی جاؤ مہمان زیادہ آ رہے ہیں عبدالرحمٰن صاحب کو تکلیف ہوگی"۔

(۳۹) حاجی محمد شفیع صاحب نے سنایا کہ ایک دفعہ جبکہ حضرت صاحب مع جماعت کے لوگوں کے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے مزارِ مبارک پر مراقبہ میں تھے کہ ایک مرید کا جوتا کسی چور نے اُٹھالیا اور روانہ ہوا آپ کو کشف سے معلوم ہو گیا تو آپ نے اس کو پکڑوا دیا تلاشی پر جوتا اس سے برآمد ہوا۔

(۴۰) (از جناب سید مبارک علی شاہ صاحب کرنالی) ایک دفعہ حضرت صاحب کرنال تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں چلنا ہے اور یہ حضرت کا سرہند شریف تشریف لے جانے کا پہلا موقع تھا عاجز اور صوفی عبد الحق صاحب میرٹھی ثم الدہلوی بھی ہمراہ تھے وہاں پہنچکر ایک حجرہ میں قیام کیا اور فرمایا کہ پہلے سجادہ نشین صاحب سے مل لیں لہذا ملنے چلے۔ راستہ میں فرمایا کہ اس طرح چلو کہ آپس میں کوئی ممتاز نظر نہ آئے مگر بقول شخصے ؎

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور — کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

سجادہ نشین صاحب فوراً تاڑ گئے اور کھڑے ہو کر پہلے حضرت سے معانقہ و مصافحہ کیا بعد میں ہم سے اور خادم کو فوراً بلا کر حکم دیا کہ مزار مبارک کا قفل کھولدو حضرت مزار پر جائیں گے۔ چنانچہ مزار مبارک پر پہنچے اور بڑی دیر تک مراقبہ فرمایا۔ فراغت کے بعد فرمایا کہ مجدد صاحبؒ بڑی مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا ہے کہ آج جنتی ٹکڑے میں آرام کریں اس لئے کسی خادم سے دریافت کرو کہ جنتی ٹکڑا کونسا ہے۔ خادم کو بُلایا اس نے نشاندہی کی کہ حضرت یہ اتنی جگہ جنّتی ٹکڑا ہے لہذا تہجد تک وہاں آرام فرمایا اور اس عاجز کو بھی ساتھ ہی لیٹنے کا شرف حاصل ہوا۔

(۴۱) ایک دفعہ کرنال تشریف لائے اور فرمایا کہ قلندر صاحب کے مزار پر

چلنا ہے اتفاق سے اس روز جمعرات تھی اور باہر سے قوال آئے ہوئے تھے جو اس وقت موجود تھے اِدھر ہم لوگ پہنچے اُدھر انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور بہت سے شوقین لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت اندر جاکر مراقب ہوئے ہم لوگ بھی ساتھ ہی مراقب ہو گئے ادھر بڑے زور سے قوالی ہونے لگی جو کہ مراقبہ کے منافی تھی۔ مراقبہ توڑ کر حضرت نے فرمایا کہ ان کو ذرا منع کر دو۔ حسب الحکم یہ عاجز باہر گیا اور ان کو منع کیا کہ تھوڑی دیر ٹھہر کر گا بجا لینا مگر کئی شوقین ایسے تھے جنھوں نے کہا اجی جاری رکھو یہ تو ایسے ہی کہتے رہتے ہیں۔ میں خاموشی سے آکر پھر مراقبہ میں شامل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خود اٹھے، تیزی سے باہر تشریف لے گئے اور ان سے جاکر کہا تو وہ فوراً خاموش ہو گئے۔ اب اطمینان سے مراقبہ کیا اور بعد فراغت دعا وغیرہ جب واپس ہوئے تو راستہ میں فرمایا کہ قلندر صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ جاکر منع کریں تو وہ رُک جائیں گے ورنہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں کہ وہ مانا نہیں کرتے۔

(۴۲) (از مستری شمس الدین صاحب) فقیر حضرت کے دولت خانہ پر احمد پور شرقیہ گیا ہوا تھا، واپسی میں اسی روز حضرت بھی دہلی و پانی پت کے سفر پر تیار تھے چونکہ گاڑی کے آنے میں تھوڑی دیر باقی تھی اور اسٹیشن بھی دور تھا اس لئے عاجز نے گاڑی پر پہنچنے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ ہے چنانچہ جس وقت اسٹیشن پر آئے تو معلوم ہوا کہ واقعی گاڑی لیٹ تھی۔

(۴۳) ایک مرتبہ جب کہ حضرت کرنال میں (ہفتے کے روز عصر کے وقت) بھائی صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے مکان پر تشریف فرما تھے تو یہ عاجز بھی احمد پور شرقیہ سے ساتھ آیا ہوا تھا۔ صبح کو فرمایا آج میری طبیعت چاہتی ہے کہ تمام دوستوں کے

ساتھ مراقبہ کروں، حالانکہ حضرتِ اقدس کا معمول تھا کہ تقریباً نو بجے تک علیحدگی میں
اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے تھے لیکن اس روز ایسا ہی فرمایا چنانچہ بیٹھک میں انتظام کیا
گیا مراقبہ کرنے سے پہلے فرمایا، بیٹا شمس الدین میرے پاس آویں آپ کے لطائف
تازہ کروں شاید پھر ملاقات نصیب ہو یا نہ ہو، آپ نے میری بہت خدمت کی ہے
اور افسوس کہ یہ عاجز آپ کی کوئی خدمت نہ کر سکا اور آپ اپنے گھر چلے جائیں آپ کی
والدہ صاحبہ آپ کو بہت یاد کرتی ہیں، اس عاجز نے رات تہجد کے وقت آپ کے حق میں
دو دفعہ دعا مانگی ہے جو کہ قبول ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں اچھی طرح
سے رکھے گا۔ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ اس عاجز کو بیحد گریہ ہو گیا یہانتک کہ تمام دن
گریہ میں گذرا۔ یہ حضرت کی فقیر پر عین شفقت تھی چنانچہ جب یہ عاجز گھر آیا تو معلوم
ہوا کہ والدہ صاحبہ بہت یاد کرتی تھیں۔ پھر اسی روز حضرت بیمار ہو گئے اور چند روز
بعد اسی بیماری میں آپ کا وصال پانی پت میں ہو گیا اور پھر اس عاجز کو ملاقات
نصیب نہ ہوئی۔ وہ رات اب تک جب فقیر کو یاد آجاتی ہے تو گریہ طاری ہو جاتا ہے
اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت کے ارشادات کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

از حضرت خواجہ عزیز محمد صاحب قریشی ہاشمی مدظلہ

ایک روز بھائی صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ
گوہانہ ضلع رہتک میں کوئی شخص ایک مریض کو لایا جس میں جنّ کا اثر تھا۔ عاجز
نے اس جنّ کے اتارنے کا تعویذ لکھ کر دیا۔ اس تعویذ سے وہ جن اس مریض کو چھوڑ کر
چلا گیا ــــ جاتے وقت مجھ سے کہا کہ آپ نے تعویذ دیا ہے اس لئے میں جا رہا ہوں
لیکن کبھی آپ سے ملاقات کے لئے ضرور آؤں گا۔ غالباً چھ سات مہینے کے بعد

ایک روز یہ عاجز احمد پور شرقیہ میں اپنے مکان کے کسی کمرہ میں لیٹا ہوا تھا کہ میری چارپائی خود بخود اوپر اٹھنے لگی اور معلق ہوگئی پھر نیچے زمین پر آگئی۔ اس طرح کئی دفعہ ہوا کہ معلق ہوئی اور زمین پر آگئی۔ اس کے بعد وہ جنّ ظاہر ہوا اور کہا کہ میں وہی جنّ ہوں جو فلاں جگہ فلاں موقع پر آپ کے تعویذ کی وجہ سے نکل گیا تھا اور وعدہ کر گیا تھا کہ ایک دفعہ آپ سے ضرور ملاقات کروں گا اس لئے آج آیا ہوں اور اب جا رہا ہوں اس کے بعد وہ چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جنّ کے اثرات مجھ پر اس لئے ہوئے کہ یہ عاجز بلا وضو سو یا تھا۔

(۴۴) آخری مرتبہ حضرتِ والا نے ہندوستان کے سفر پر بغرض تبلیغِ اسلام جانے کا قصد فرمایا۔ اُن دِنوں حضرتِ والا کی طبیعت بہت ہی علیل رہا کرتی تھی اس وجہ سے ہم نے اُنھیں اس پروگرام کو تا صحت ملتوی رکھنے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرتِ والا نے فرمایا "بھائی جان! گذرا ہوا وقت ہاتھ نہیں آیا کرتا آپ منع نہ فرمائیں"۔ نیز فرمایا "ممکن ہے ہندوستان سے پھر واپس نہ آسکوں اس لئے دعاءِ خیر فرماتے رہیے"۔ اس کے بعد حضرتِ والا سفر پر تشریف لے گئے اور حسب الارشاد ہندوستان کے دورہ سے واپس نہ آسکے۔ اور وہیں اِس دارِ فانی سے دار البقا کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ ان کا الہام تھا جو من و عن صحیح ثابت ہوا۔ واللہ اعلم۔

از صاحبزادہ حضرت مولانا محمد صادق صاحب

آپ کے کشفی واقعات بکثرت ہیں جو روزمرہ دیکھنے میں آتے تھے۔ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ تبلیغ کے سفر کے لئے پانی پت روانہ ہو رہے تھے۔ والدہ صاحبہ بہت دنوں سے بیمار تھیں اس روز

ظہر کے وقت والدہ صاحبہ کو روزمرہ سے زیادہ تکلیف شروع ہو گئی۔ وہی دن حضرت والا کی تیاری و روانگی کا تھا۔ والدہ صاحبہ کی زبان سے لفظ اللہ زور سے نکلا۔ فرمانے لگے آج تمہاری والدہ کے فوت ہونے کا دن معلوم ہوتا ہے مگر ظاہری حالت سے ہوش معلوم ہوتا ہے۔ خیر میں سفر پر روانہ ہوتا ہوں تم مجھے اسٹیشن پر پہنچا کر جلدی ہی گھر آجانا شاید کہ تمہاری والدہ کا آخری وقت ہو اور بخشش کی دعا کرانا اور معافی بھی مانگ لینا۔ اتفاقاً اسٹیشن کے قریب والے کنوئیں پر اس دن عاجز کو کام تھا۔ اسٹیشن پر حضرت کو سوار کرا کر واپسی میں اس کنوئیں پر چلا گیا۔ وہاں معمول سے زیادہ دیر لگ گئی گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ والدہ صاحبہ سخت بیہوش ہیں کلام بھی نہیں کر سکتیں۔ اب بندہ بہت نادم ہوا کہ والد صاحب کے فرمان کے خلاف ہوا، کس طرح کروں۔ پس یہ عاجز گھر میں ایک طرف کونے میں جا کر بہت رویا بعد میں والدہ صاحبہ کے پاس آکر بیٹھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ہوش میں آگئی ہیں کمترین نے معافی کی درخواست کی دو تین گھنٹے پوری طرح ہوش رہا کمترین کو معاف کیا اور خوش ہوئیں۔ بعد میں شام کے وقت پھر بیہوش ہو گئیں اور اسی حالت میں آپ کی روح اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئی۔ تار کے ذریعہ والد صاحب کی خدمت میں سمہ سٹہ اسٹیشن پر اطلاع دی گئی چونکہ گاڑی ابھی وہاں سے بھٹنڈہ کو روانہ نہیں ہوئی تھی لیٹ تھی اس لئے آپ کو تار وصول ہو گیا اور آپ سمہ سٹہ سے واپس گھر تشریف لے آئے۔ اسٹیشن ماسٹر نے فوراً گاڑی پر سوار کرا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا تھا مگر یقین کا درجہ حاصل نہیں تھا اور دوستوں سے وعدہ کر چکا تھا اس کا ایفا ضروری تھا۔ کشف کے خلاف

جو کچھ کیا وہ اس وجہ سے کیا کہ اس پر یقین کا درجہ نہیں رکھنا چاہئے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر میں واپس نہ آتا تو لوگ چہ میگوئیاں کرتے کہ میت کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

(۴۶) ایک مرتبہ احمد پور شرقیہ میں حضرت قبلہ والد صاحب کی خدمت میں مستری شمس الدین صاحب کاندھلہ والے ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے تھے حضرتِ والا سے کوئی چیز بنوانے کی فہمائش کی۔ اس وقت بندہ زیرِ تعلیم تھا۔ حضرت والا کو میری کتابوں کا خیال پیدا ہوا جو اِدھر اُدھر بکھری پڑی رہتی تھیں مجھ سے فرمانے لگے "مستری صاحب کے ساتھ چلے جاؤ اور الماری کے لئے چیل کے تختے خرید لاؤ۔" ہم دونوں ریلوے پٹڑی کے پرانے تین سلیپر تین روپے میں خرید کر لائے۔ مستری صاحب موصوف نے بڑی محنت سے الماری تیار کی جو قدِ آدم سے قدرے بڑی تھی اور فی زمانہ وہ تقریباً تین سو روپے میں تیار ہوتی ہو گی۔ حضرتِ والاؒ نے بندہ سے فرمایا "بیٹا! اسے اٹھوا کر اپنے کمرہ میں رکھوا دو اور اس میں اپنی کتابیں وغیرہ رکھا کرو۔" میں نے عرض کیا کہ اٹھوا لوں گا۔ سستی اور لاپرواہی میں ایک عرصہ گذر گیا۔ حضرت والا نے اپنے آخری دورۂ ہندوستان پر جانے سے قبل چند آدمیوں کو بلوا کر وہ الماری میرے کمرے میں رکھوا دی اور مجھ سے فرمایا "بیٹا یہ صرف تمہاری ملکیت ہے۔" غالباً حضرتِ والاؒ کو اپنی موت کا الہامی طور پر علم ہو چکا تھا اور ورثہ وغیرہ میں رشتہ داروں کے جھگڑنے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے الماری کو اپنی حیات ہی میں میری ملکیت بنا گئے۔ چنانچہ وہ آج تک میرے پاس موجود ہے۔

الماری تیار ہونے کے بعد حضرتِ والاؒ نے خوش ہو کر مستری صاحب موصوف کو

ایک بکری جو اس وقت ڈیڑھ دو سیر دودھ دیا کرتی تھی ہدیۃً عنایت فرمائی جسے انھوں نے برکت سمجھتے ہوئے بخوشی قبول کیا اور بذریعہ ریل گاڑی ہندوستان اپنے گھر ہمراہ لے گئے۔ واللہ اعلم۔

از مولانا عبداللہ خاں صاحب احمد پوری: ایک مرتبہ یہ عاجز عصر کی نماز سے پہلے حضرتؒ کی خدمت میں دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ جب دروازہ پر پہنچا تو حضرت صاحب ڈیوڑھی کے دروازے پر اچانک تشریف لائے۔ حضرت پر کچھ کیفیت طاری تھی۔ اس عاجز کو دیکھتے ہی آپ نے یہ خیال فرمایا کہ یہ سعید ہے۔ اسی دن سے عاجز پر فنافی الشیخ کی حالت ہو گئی۔ میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ میں ہر وقت حضور کو اپنے ساتھ دیکھتا ہوں بلکہ جب بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو آنکھیں بند کر کے بیٹھتا ہوں تاکہ بے ادبی نہ ہو۔ حضرت صاحب نے عاجز کے نانا صاحب سے جو حضرت کے پیر بھائی تھے فرمایا کہ بھائی عبداللہ فلاں روز آئے مجھ پر ایک کیفیت طاری تھی جب یہ سامنے آئے تو میں نے خیال کیا کہ یہ سعید آرہا ہے اسی دن سے ان کو فنافی الشیخ کی حالت ہو گئی۔ اگر حضرت صاحب کی زیارت نہ ہوتی تو بدن پھٹتا معلوم ہوتا تھا۔

(۸) ایک مرتبہ حضرت صاحب چنی گوٹھ اپنے رقبے پر تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کیا آپ نے کچھ خواب وغیرہ دیکھا تھا۔ عاجز نے عرض کیا کہ خواب تو نہیں دیکھا لیکن مغرب کی نماز کے بعد مراقب ہوا تو آپ کو ایک مسجد میں دیکھا اس کی نشانیاں بھی بتائیں حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ نے مسجد ٹھیک بتائی ہے۔ اور فرمایا میں نے دل میں خیال کیا تھا کہ اگر عبداللہ یہاں ہوتا تو اچھا تھا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درمیان کا راستہ کھول دیا اور آپ کو یہ انکشاف فرما دیا۔ (حضرت صاحبؒ کی توجہات میں ایسی قوی تاثیر تھی کہ فاصلہ اور اس کی کثافتیں حائل نہیں ہوتی تھیں۔ مؤلف)

وصال

حاصلِ عمرم سہ سخن بیش نیست　　خام بدم، پختہ شدم سوختم

آپ کو اکثر دردِ گردہ وغیرہ کی شکایت رہتی تھی اور یہ غالباً ریاحی اثرات سے ہوتی تھی۔ ۱۳۶۳ھ ہجری غالباً ربیع الاول کے آخر میں (مطابق ۱۹۴۴ء) آپ اپنے وطنِ مالوف سے بغرض تبلیغ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ حضرت مستری شمس الدین صاحب (اسمٰعیل آباد والے جو کچھ عرصہ پہلے سے حضرت کے درِ مبارک پہ حاضر تھے اور اس وقت وہیں مقیم تھے) ہمراہ سفر ہوئے۔ کرنال میں تشریف لا کر بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور وہاں سے جماعت کے لوگوں کو مختلف مقامات پر بذریعہ خطوط اپنی تشریف آوری کی اطلاع دی اور سفر کا پروگرام بھی تحریر فرمایا۔ خطوط لکھنے کے بعد مراقبہ فرمایا جو بہت طویل تھا، حاضرین سب حیران تھے کہ آج تو بہت دیر تک مراقبہ فرمایا، سب تھک گئے اور پہلو بدلتے رہے مگر حضرت بدستور ایک ہی حالت پر بیٹھے رہے، پھر اسی روز آپ کو دردِ گردہ کی تکلیف شروع ہو گئی اور دن بدن بڑھتی چلی گئی بہت علاج کئے مگر کوئی ظاہری فائدہ نہ ہوا۔

راقم الحروف بھی اطلاع ملنے پر دہلی کے دوسرے احباب کے ہمراہ کرنال

حاضرِ خدمت ہوا اور دیکھا کہ حضرت کی صحت بہت گر چکی ہے اور نقاہت بہت بڑھ گئی ہے۔

ایک روز حضرت قدس سرہ نے مولانا محمد سعید گوہانوی و بعض دیگر حضرات سے فرمایا کہ میرے اس مرض کے علاج وغیرہ کے متعلق استخارہ کرو۔ چنانچہ استخارہ کیا گیا، دوسرے روز آپ نے ان حضرات سے دریافت فرمایا کہ میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے۔ حضرت مولانا گوہانوی مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے کہا "حضرت میں نے یہ دیکھا کہ موٹر چل رہی ہے مگر ڈرائیور نہیں ہے" اور اس عاجز (مولانا گوہانوی) نے عرض کیا "میں نے دیکھا کہ آپ کی بکریاں اور میری بکریاں مخلوط ہو گئی ہیں" حضرت صاحب نے فرمایا "بس اب زندگی سے ناامیدی ہے"۔

ایک روز جب صحت کی طرف سے مایوسی زیادہ ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ اگر یہاں میرا انتقال ہو جائے اور فلاں صاحب کے مزار مبارک کے حدود میں کوئی جگہ مل جائے تو وہاں دفن کردیں ویسے سب کو تسلّی دیتے رہے اور بہت ضبط سے کام لیا بلکہ بعض احباب کو تو اُن کی ضروریات کے پیشِ نظر رخصت بھی فرما دیا۔

ایک روز اس عاجز نے عرض کیا کہ یہاں علاج سے کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہو رہا ہے مناسب یہ ہے کہ دہلی تشریف لے چلیں وہاں اچھے تجربہ کار حکیم و ڈاکٹر موجود ہیں اور علاج کی ہر طرح کی سہولتیں بھی مہیا ہیں، دیگر حضرات نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا، آپ نے کچھ دیر سوچ کر فرمایا کہ حاجی عبدالقیوم صاحب کو پانی پت میں اطلاع دیدو اور یہاں بلوالو، اُن کے آنے پر مشورہ کیا جائے گا۔ چنانچہ حاجی صاحب کو غالباً بذریعہ تار بلوایا گیا، اُن کے آنے پر مشورہ کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ دہلی کی بجائے پانی پت لے جایا جائے وہاں بھی ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں اور قریب بھی ہے چنانچہ موٹر میں

چارپائی رکھ کر اس پر حضرت کو لٹا کر آہستہ رفتار سے موٹر کو پانی پت لے گئے وہاں جناب حاجی عبدالقیوم صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور یونانی و ڈاکٹری علاج شروع ہوا مگر دردِ گردہ میں کوئی افاقہ نہ ہوا اور مرض نے شدت اختیار کر لی تو خادموں نے اصرار کیا کہ احمد پور شرقیہ میں آپ کے صاحبزادوں کو تار دیدیں، آپ نے منع فرمایا کہ ابھی تار نہ دیں۔

غرضیکہ وصال سے دو روز پہلے بہت زیادہ دست اور قے آئیں جس میں بہت زہریلا مادہ خارج ہوا۔ دوسرے روز طبیعت میں درد سے کچھ سکون ہوا اور سب کو خیال ہوا کہ اب انشاء اللہ آرام کی صورت ہے۔ اس روز حضرت نے بال ترشوائے لبیں وغیرہ سب ٹھیک کرائیں۔ اس کے بعد رات کو پھر طبیعت گرنی شروع ہوئی اور استغراق کی کیفیت زیادہ طاری ہو گئی ؎

منم وہمیں تمنا کہ بوقتِ جاں سپردن　　بہ رُخِ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

درد تو پھر نہیں ہوا مگر حالت لحظہ بلحظہ کمزور ہوتی چلی گئی۔ دوسرے روز جمعہ کا دن تھا اور ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ ہجری کی انیس تاریخ (مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۴۴ء) آپ کی طبیعت بہت نحیف اور نڈھال ہوتی گئی اور استغراق بڑھتا گیا۔ تقویتِ قلب کیلئے خمیرہ وغیرہ دیا گیا مگر نماز جمعہ کے وقت سے پہلے حالت زیادہ غیر ہو گئی چنانچہ جمعہ کی نماز کے وقت چند رفقاء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے اور باقی نماز کے لئے چلے گئے اور جب یہ لوگ نماز پڑھ کر آگئے تو وہ باقی لوگ بھی دوسری مسجد میں جہاں جمعہ دیر سے ہوتا تھا چلے گئے۔ جمعہ کی نماز کے بعد جب سب لوگ آگئے تو حضرت نے حاجی عبدالقیوم صاحب کی طرف دیکھ کر اشارہ سے فرمایا کہ مجھے نماز پڑھاؤ۔ حاجی صاحب نے سمجھا کہ شاید میری نماز کے متعلق پوچھ رہے ہیں اس لئے جواب دیا کہ میں نماز پڑھ آیا ہوں۔ حضرت کے

دوبارہ اشارہ فرمانے پر دوسرے ساتھیوں نے حاجی صاحب کو بتایا کہ حضرت اپنی نماز کے لئے تیمم کرانے کو فرمارہے ہیں۔ حاجی صاحب نے ڈھیلا لیکر حضرت صاحب کے آگے رکھ دیا اور حضرت کا نشانہ سمجھ سکے کہ اپنے ہاتھ سے تیمم کرادیں کیونکہ حضرت کے ہاتھ بوجہ نقاہت اٹھ نہیں سکتے تھے اور نبض بھی وہاں محسوس نہیں ہوتی تھی آخر راقم الحروف نے اپنے ہاتھوں سے ڈھیلے پر مسح کرکے حضرت کو تیمم کرایا۔ اس کے بعد حضرتؒ نے بڑے اطمینان سے بیٹھ کر نماز ظہر ادا فرمائی اور رکوع وسجدہ تکیہ پر کیا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (نسائی عن انسؓ)۔

جمعہ سے پہلے تقریباً گیارہ بجے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا آخری وقت ہے جماعت کے لئے کوئی ہدایت، کوئی وصیت، یا کسی کو اجازت وغیرہ کے لئے ارشاد فرمادیں تو مناسب ہے اس وقت آپ کی زبان میں کمزوری ولکنت تھی الفاظ پوری طرح سمجھ میں نہیں آتے تھے اثبات میں گردن ہلائی اور اجازت کے لئے جناب محمد عمر صاحب کیتھل والے اور جناب قاری صنعت اللہ صاحب پانی پتی کی طرف اشارہ فرمایا اس وقت حضرت مولانا گوہانوی صاحب نے حضرت مستری شمس الدین صاحب کے متعلق فرمایا کہ وہ آپ کو بہت یاد کرتا ہوا گیا ہے اور اس کی حالت بہت اچھی ہے وغیرہ (وہ اس وقت موجود نہیں تھے بلکہ کرنال سے حضرت کے ارشاد واجازت پر تشریف لے جاچکے تھے) ان کے متعلق بھی اشارہ سے اجازت فرمائی اور اثبات میں گردن ہلائی، غالباً زبان سے بھی ان حضرات کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا جو سمجھ میں نہ آسکا۔ عصر سے ذرا پہلے آپ پر نزع کی غالب کیفیت طاری ہوگئی۔ حاجی محمد شفیع صاحب کے توجہ دلانے پر چارپائی شمالاً جنوباً کی گئی تاکہ قبلہ کی طرف

رُخ ہو جائے اس کے تھوڑی دیر بعد ایک دو ہچکیاں آئیں اور روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حاضرین رونے لگے، حاجی محمد شفیع صاحب وغیرہ سمجھ دار لوگوں نے آپ کے جسم کو ٹھیک کیا اور کپڑا ڈھانک دیا۔ آناً فاناً یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی، لوگ جوق در جوق آنے لگے اور اظہارِ افسوس کرنے لگے اس وقت کبھی کبھی چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دیکھا گیا تو اب چہرہ پر نقاہت وغیرہ کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ صحت کی حالت میں آرام سے سوتے ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ اور آپ کی حالت اس قطعہ کے مصداق تھی ؎

یاد داری بوقتِ زادنِ تو[1] ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں
ہم چناں زی کہ وقتِ رفتنِ تو ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

ایضاً

ولو قلت لی مت مت[2] سمعاً وطاعۃً وقلت لداعی الموت اھلاً ومرحبا

ایضاً

مصحف[3] بکف و پا برہ و دیدہ بہ دوست با پیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

قبر کے لئے آپ کی زندگی ہی میں یعنی جمعہ کی صبح ہی کو آپ کی خواہش کے مطابق

---

[1] کیا مجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو سب ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا (پس) تو اس طرح زندگی بسر کر کہ جب تو دنیا سے رخصت ہو تو سب (تیرے لئے) رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔ [2] اور اگر تو مجھ سے کہے کہ مر جا تو میں سُن کر فرمانبرداری کرتے ہوئے (فوراً) مر جاؤں اور موت کی طرف بلانے والے کو اھلاً وسھلاً (خوش آمدید) کہوں۔ [3] قرآن مجید ہاتھ میں اور پاؤں رستہ پر اور آنکھیں دوست کی طرف تھیں اس طرح موت کے قاصد کے ساتھ ہنستا ہوا چلا گیا۔

حضرت مولانا قاری محمد عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی قدس سرہٗ کے مزارِ مبارک کے قریب ان کے وارثین سے اجازت لے لی گئی تھی اور اس بات سے حضرت کو بہت اطمینان حاصل ہوا تھا۔ بہرحال رات کو ہی غسل دیدیا گیا اور تکفین کردی گئی اور صبح سویرے قبر کے کھودنے کا انتظام ہوگیا۔ تقریباً آٹھ بجے صبح جب دہلی اور کرنال کی طرف سے آنے والی گاڑیاں آچکی تھیں اور اُدھر سے آنے والے حضرات جن کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی تھی شاملِ جنازہ ہوگئے تو نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور تدفین کی گئی اور یہ ماہِ منور ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔ کئی علمائے کرام اس میں شامل تھے اس لئے ان کے زیرِ ہدایت سب کام کیا گیا۔

آپ کا مزارِ مبارک کچا ہے اس کے چاروں طرف کچھ جگہ چھوڑ کر جالی دار دیوار بنائی گئی تھی تاکہ لوگ بعد فاتحہ خوانی وہاں بیٹھ کر مراقبہ وغیرہ کرسکیں۔ آپ کے مزارِ مبارک پر کوئی کتبہ لگا ہوا نہیں ہے بعد میں بعض احباب نے تجویز کی تھی کہ کتبہ بھی لگایا جائے اور چاروں طرف جو جگہ مراقبہ وغیرہ کے لئے چھوڑی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر کا فرش لگا دیا جائے، سامان بھی خرید لیا گیا تھا کہ انقلاب آیا اور سب مسلمان اُدھر سے ہجرت کرکے پاکستان چلے آئے اور وہ ارادہ مجبوراً پورا نہ ہوسکا۔ سنگِ مرمر کے چوکے وہیں قریب کی زمین میں دفن کردیئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزارِ مبارک کو تاقیامت منور اور مرجعِ انوار و خلائق بنائے۔ آمین

کرنال اور پانی پت میں کئی بار حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ گھر پر تار وغیرہ سے آپ کی بیماری کی اطلاع دیدیں لیکن حضرت منع فرماتے رہے کہ صحت ہونے پر اطلاع دیدینا ابھی نہیں۔ حتیٰ کہ پانی پت میں جمعرات کو (وصال سے ایک

روز قبل) مزید اصرار پر بادلِ ناخواستہ اجازت دی لیکن اللہ کی مرضی کہ وہ تار وہاں
وقت پر نہ مل سکا بلکہ دوسرے روز وصال کا تار دیا گیا وہ وہاں ملا اور اس اطلاع پر
صاحبزادہ صاحب اور چچا صاحب (حضرت مرحوم کے چھوٹے بھائی جناب عزیز محمد قریشی
صاحب مدظلہ العالی) وغیرہ تشریف لائے مگر آپ ایک دن پہلے مدفون ہو چکے تھے۔

اولادِ امجاد

آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی حیات ہیں اللہ پاک
ان کی عمر دراز فرمائے اور شریعتِ مطہرہ پر قائم رکھے حضرت
کے دونوں صاحبزادے عالم باعمل اور مجازِ طریقت ہیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت
مولانا مولوی محمد صادق صاحب جامعۂ عباسیہ بہاولپور کے فارغ التحصیل علامہ
اور پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل بھی ہیں اور احمد پور شرقیہ کے مدرسہ رفیق العلماء
کے صدر مدرس ہیں وہ نہایت ذہین الطبع، صفائی معاملات اور تقویٰ و طہارت
کے حامل ہیں۔ دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا مولوی محمد شریف صاحب نے
ابتدائی کتابیں احمد پور شرقیہ میں پڑھیں اور دہلی کے مدرسہ امینیہ میں دورۂ حدیث
کی تعلیم اور سند حاصل کی۔ سرکاری مدرسہ میں ملازم ہیں اور نہایت خاموش طبع
اور خوش خُلق ہیں۔ دونوں صاحبزادگان حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف
ہو چکے ہیں۔ ہر سہ اولادِ امجاد صاحبِ اولاد ہیں۔ اللہ پاک ان کے سلسلۂ نسب
کو تا قیامِ قیامت جاری و قائم رکھے۔ آمین۔

❖ ❖ ❖
❖ ❖
❖

خلفائے عظام

(۱) حضرت مولانا امیر اللہ خاں المعروف بہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوبۂ سرحد میں ہوتی مردان کے رہنے والے تھے مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھتے تھے حضرت مولانا مولوی عبد الغفور صاحب عباسی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ شروع میں طریقت اور جذب وغیرہ پر اعتراض کرتے تھے بعدہٗ خود جذبہ سے متأثر ہو کر داخلِ سلسلہ ہوئے اور سلوک طے کر کے صاحبِ اجازت ہوئے۔ یہ حضرت کے سب سے پہلے خلیفہ ہیں۔ سرحد کے علاقہ میں تبلیغ کا کافی کام کیا اور بہت لوگ داخلِ سلسلہ ہو کر فیضیاب ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بہت سادہ طبیعت، کم گو اور عالم باعمل تھے۔ سرحد ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مزید حالات ان کی بیعت کے بیان میں درج ہو چکے ہیں۔

(۲) حضرت مولانا حاجی عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ رہتک کے رہنے والے، نہایت درویشانہ و بزرگانہ خصائل و شمائل کے حامل تھے۔ پولیس میں تھانیداری کے عہدے سے پنشن پر پہنچے تھے۔ تھانیداری کے زمانے میں بھی نہایت نیک تھے اور رشوت وغیرہ سے سخت نفرت تھی۔ اپنی والدہ ماجدہ کی بڑی خدمت کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ والدہ صاحبہ ہی کی دعاؤں نے مجھے اس درجہ تک پہنچایا۔ مثال کے طور پر اس سلسلہ میں ان کے واقعات عرض کئے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ ایک دفعہ میری خواہش ہوئی کہ میں شتر سواروں میں شامل ہو جاؤں

ہیں کبھی اونٹ پر نہ چڑھا تھا اور نہ میرے گھر اونٹ تھا اور اس عہدہ پر اچھے شتر سوار خاص طور پر جن کے گھر کا اونٹ ہوتا، لئے جاتے تھے۔ میں نے والدہ صاحبہ سے دعا کرائی جب اس کے امتحان میں شامل ہوا تو اونٹ پر چڑھ بھی نہ سکا۔ صاحب نے کہا کہ یہ تو بہت نکمّا آدمی ہے یہ اس کے قابل نہیں ہے لیکن جب دفتر میں بیٹھ کر امیدواروں کی فہرست لے کر دیکھنے لگا تو میرے نام پر نشان لگا کر مجھے اندر بلایا اور دیکھ کر کہنے لگا یہ تو وہی آدمی ہے جو سوار بھی نہ ہو سکا تھا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم اونٹ خرید سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں، تو کہنے لگا اچھا تم کو شتر سوار مقرر کر دیا۔ والدہ صاحبہ کی دعاؤں سے میرا تقرر ہو گیا اور اچھے اچھے شتر سوار جن کے گھر کے اونٹ تھے رہ گئے۔

دیگر فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ میں پھلور تھانیداری کی ٹریننگ کے لئے جانا چاہتا ہوں، پوچھا کتنے دن لگیں گے؟ میں نے عرض کیا آٹھ مہینے کی ٹریننگ ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا بیٹا! تو نہ جانا تیرے پیچھے میری کون خدمت کرے گا اللہ پاک تجھے یہیں تھانیدار بنا دے گا۔ چنانچہ یہ عاجز نہیں گیا اور والدہ صاحبہ کی دعاؤں سے ان لوگوں کے ٹریننگ سے واپس آنے سے پہلے ہی مجھے تھانیدار بنا دیا گیا۔ آپ نہایت ہی سادہ مزاج اور بھولی بھالی طبیعت کے تھے۔ زبان میں اثر تھا شہر رہتک کے ہندو مسلمان سب آپ کے معتقد تھے اور جھاڑ پھونک اور تعویذات کے لئے کثرت سے آتے تھے۔ مرنجان و مرنج طبیعت پائی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بعد کثرت سے نوافل پڑھتے اور نفلی روزے رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ذکر کی برکت سے میں جوان ہو گیا ہوں۔ اکثر وعظ فرمایا کرتے تھے جس میں زیادہ تر بزرگوں کے واقعات کے علاوہ حمد و نعت اور نیک اخلاق کے متعلق اشعار

کثرت سے پڑھتے تھے۔ بڑا مؤثر وعظ ہوتا تھا۔

آپ کی اجازتِ بیعتِ سلسلہ کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک دفعہ فقیر پور کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا محمد سعید صاحب گوہانوی مدظلہ العالی اور حاجی محمد شفیع صاحب رہتکی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کا اپنے لئے خیال تھا کہ حضرت تبلیغ اور بیعت کی اجازت مجھے بھی مرحمت فرمادیں۔ جب حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ مراقبہ میں بیٹھے تو مولانا موصوف کو حال ہوا کسی نے کہا کہ جس چیز کے تم اہل نہیں ہو اس کی خواہش کیوں کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا "اُسے دینے کی عادت ہے اور مجھے مانگنے کی"۔ او کما قال۔ جب حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حال سنایا تو آپ اس جواب پر بہت خوش ہوئے چنانچہ اسی جلسہ میں حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے ان دو آدمیوں یعنی حضرت مولانا عبدالمجید صاحب روشنکی اور حضرت مولانا گوہانوی مدظلہٗ کو حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ نے بیعتِ سلسلہ کی اجازت سے مشرف فرمایا۔ صاحبِ اجازت ہونے کے بعد سلسلہ کی تبلیغ بھی کی اور کافی لوگ آپ سے مرید ہو کر فیض یاب ہوئے۔ حضرت قدس سرہٗ کی حینِ حیات میں ہی آپ کا وصال ہوگیا اور شہر رہتک میں ہی حضرت چپ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے مزارِ مبارک سے انوار و برکات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

جناب صوفی محمد احمد صاحب سے روایت ہے کہ حضرت حاجی عبدالمجید صاحبؒ کا جہاں مزار شریف ہے اس جگہ پر مولانا صاحب موصوف اپنی زندگی میں رات کو مریدوں اور دوستوں کے ہمراہ بیٹھ کر ختم شریف پڑھتے تھے اور تمام رات ذکر و مراقبہ میں

گزارتے تھے۔ اس قسم کی مجلس مہینے میں ایک دفعہ ہوتی تھی۔ ایک دن اس عاجز (محمد احمد صاحب) نے سوال کیا کہ حضور آپ ہمیشہ اسی جگہ کیوں تشریف رکھتے ہیں فرمایا مجھے اس جگہ سے خاص محبت ہے۔ حضور کے وصال کے بعد جب مزار شریف پر زیارت کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ اسی جگہ پر مزار شریف ہے جہاں حضرت مولانا صاحب مرحوم ہمیشہ تشریف فرما ہوتے تھے آپ نے عصر کی نماز سے پیشتر وصال فرمایا۔

حاجی صاحب کے ایام مرض الموت میں حضرت پیر و مرشدنا قدس سرہ کا رہتک میں ورود مسعود ہوا راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ حضرت نے بہت سے وصایا اور نصائح آپ کو فرمائے۔ آپ کے دو صاحبزادے جو پولیس میں تھانیدار تھے نہایت فرمانبردار اور صالح ہوئے ہیں۔ چھوٹے صاجزادے عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے یہ حضرت سے بیعت بھی تھے۔ نور اللہ تعالی مرقدھما وجعل الجنۃ مثواھما بڑے صاجزادے غلام فرید صاحب حیات ہیں اور بہت نیک و صالح ہیں۔

(۳) حضرت مولانا محمد سعید صاحب گوہانوی مدظلہ العالی

آپ صوبۂ سرحد کے رہنے والے اور افغان ہیں۔ ملکی تقسیم سے پہلے گوہانہ ضلع رہتک میں قیام فرما تھے اور محلۂ کلاں قصاباں میں پیش امام تھے۔ حضرت کے ساتھ سفر میں بہت رہے ہیں، عالم ہیں اور وعظ گوئی میں بہت اچھا ملکہ رکھتے ہیں۔ گوہانہ میں حضرت کے قیام وغیرہ کا انتظام اکثر و بیشتر آپ ہی کے اہتمام سے ہوتا تھا۔ آپ کی پہلی بیوی جو صوبہ سرحد ہی کی رہنے والی تھیں حضرت کی مریدنی تھیں اور حضرت کی اور مہمانوں کی بہت خدمت کرتی تھیں بڑی محبت والی بزرگ عورت تھیں ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان کا انتقال گوہانہ ہی میں ہوا اور حضرت نے خود ان کے

جنازہ کی نماز پڑھائی، تجہیز و تدفین میں شامل رہے اور بہت رنج کیا۔ اس کے بعد
حضرت کی دعا اور مشورہ سے دوسری شادی گوہانہ ہی میں کی یہ بھی نسلاً پٹھان
ہیں، ان کے والد صاحب پہلے گوہانہ میں پیش امام تھے مگر اس وقت وہ فوت
ہو چکے تھے اس لئے مولانا کی خوشدامن صاحبہ نے جو بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں یہ رشتہ
کر دیا۔ مولانا کے غالباً چھ[6] لڑکے اور دو[2] لڑکیاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمروں کو
مع والدین کے دراز کرے اور عالم باعمل بنائے۔ آمین۔

مولانا موصوف نے تبلیغ میں بہت حصہ لیا۔ بہت سے لوگ مولانا سے صاحبِ
اجازت ہوئے۔ مشترکہ ہندوستان میں مختلف مقامات پر تبلیغ کے لئے تشریف لیجاتے
تھے اور اب پاکستان میں بھی تبلیغ کے لئے متعدد مقامات پر تشریف لے جاتے رہتے
ہیں اور بہت لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں (پاکستان بننے کے بعد ہندوستان بھی ۱۹۵۷ء میں
تشریف لے گئے تھے) نہایت صالح، متقی، باعمل اور طریقۂ سلسلہ کے پابند ہیں۔ بہت
خوش خُلق، متواضع اور ملنسار ہیں، زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں۔
آج کل شہر مظفر گڑھ[1] (پنجاب) میں قیام پذیر ہیں۔ اطال اللہ تعالیٰ بقاءہ و
ادام علینا ظلہٗ و برکاتہٗ۔

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحیم صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پانی پت ضلع کرنال کے رہنے والے بڑے جید عالم حافظ و قاری اور باعمل
بزرگ تھے۔ پانی پت کے مدرسۂ گنبداں میں صدر مدرس تھے نہایت خوش خلق متواضع
محبت والے اور مرنجان و مرنج طبیعت کے بزرگ تھے۔ نہایت سادہ، حلیم و خوش

---

[1] اب کبیر والہ ضلع ملتان میں سکونت اختیار کر لی ہے (مؤلف)

طبع تھے حضرت صاحب کے تقویٰ اور بزرگی سے متأثر ہو کر بیعت ہوئے اور صاحب اجازت ہونے کے بعد تبلیغ بھی کی خصوصاً پانی پت کے قرب وجوار میں بہت جاتے تھے لیکن زیادہ تر وقت درس وتدریس میں گزرا۔ وعظ گوئی میں بہت اچھا ملکہ تھا، آپ کا وعظ نہایت مدلّل اور سلیس زبان میں عام فہم اور مؤثر ہوتا تھا، پاکستان بننے پر نگھیانہ ضلع جھنگ میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مفتی عبدؔ الرحیم پانی پتی" کے اعداد سے آپ کی تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے یعنی سنہ ۱۳۷۰ھ) بہت مقبولِ خلائق تھے۔ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے ان کے بڑے صاحبزادے بھی حافظ قاری اور عالم ہیں۔ ان کے دو بھائی بھی عالم ہیں۔ چھوٹے بھائی عبد الحلیم صاحب حضرت سے بیعت ہوئے مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جناب صوفی علی نواز صاحب (حضرت کے خلیفہ) سے بیعت کر کے صاحبِ اجازت ہوئے اور نگھیانہ ضلع جھنگ میں مقیم ہیں۔

(ان چار حضرات اور احقر مؤلف کو حضرت دادا پیر صاحب خواجہ محمد فضل علی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت پیر ومرشدنا رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کرنے پر اپنی زبانِ مبارک سے اجازت فرمائی تھی۔ باقی حضراتِ مابعد الذکر کو حضرت دادا صاحب کے وصالِ مبارک کے بعد خود حضرت صاحب قدس سرہ نے بہ نفسِ نفیس اجازت مرحمت فرمائی (واللہ اعلم)

(۵) حضرت حاجی محمد شفیع صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رہتک کے رہنے والے تھے تجارتی سلسلہ میں دہلی آتے جاتے رہتے تھے اور ڈپٹی گنج کی مسجد میں حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ بڑے جذب وکشف والے

ؔ تاریخ از جناب ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی۔

بزرگ تھے. جس سال حضرت قدس سرہٗ حج کو تشریف لے گئے تو واپسی پر حاجی صاحب کو لکھا کہ احمد پور شرقیہ آجاؤ، اگر کرایہ نہ ہو تو ایک طرف کا کرایہ بھی میں دیدوں گا۔ حاجی صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ اور دیگر چند حضرات حافظ محمد یونس صاحب وغیرہ ہمراہ سفر ہو کر احمد پور شرقیہ پہنچے۔ حضرت صاحبؒ نے ایک روز حاجی صاحب کو سب سے الگ بُلا کر فرمایا کہ میں نے آپ کو اس لئے بُلایا ہے کہ آپ کی امانت میرے پاس ہے وہ دیدوں یعنی آپ کو بیعتِ سلسلہ کی اجازت ہے. حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں۔ حضرت نے فرمایا میرے بعد تمہیں اس کی قدر ہو گی ابھی تم اس کا اظہار نہ کرنا میں رہتک آکر خود ظاہر کر دوں گا (بروایت حاجی صاحب)

حاجی صاحب نے سلسلہ کی تبلیغ بھی کی اور کچھ لوگ مرید بھی ہوئے مگر بعد میں کھانسی کی شدت کی دائمی بیماری کے سبب حضرت نے تبلیغ سے معذور قرار دیدیا تھا. پاکستان بننے کے بعد آپ کا قیام اور تجارتی کاروبار احمد پور شرقیہ کٹڑہ احمد خاں میں رہا۔ نہایت خوش اخلاق، متواضع اور حضرت کے خاص محبت کرنے والوں میں سے تھے. صاحبِ اولادِ صالح ہیں۔ ان کے دونوں بھائی اور دوسرے بہت سے رشتہ دار حضرت صاحب سے بیعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی عمریں دراز کرے اور نیکی پر استقامت بخشے۔ آمین

حاجی صاحب موصوف کا انتقال دو شنبہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۱ء میں بمقام احمد پور شرقیہ ہوا، آپ کا مزارِ مبارک قبرستان حضرت عظمت شاہ صاحب قدس سرہٗ میں ہے. حضرت مخدومنا عزیز محمد صاحب قریشی ہاشمی مدظلہ العالی نے اپنی زمین میں سے کچھ حصہ حاجی صاحب موصوف کی قبر کے لئے عنایت فرمایا تھا، اس میں آپ کا مزار مبارک مہبطِ انوار ہے۔

(۶) حضرت مولانا صوفی علی نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اسمٰعیل آباد ضلع کرنال کے باشندے تھے۔ بڑے صاحبِ جذب وکشف بزرگ تھے راقم الحروف کی دعوت ومشورہ پر بمقام گوہانہ حضرت صاحب سے داخلِ سلسلہ ہوئے اور اسی مجلس میں جذب سے مشرف ہوئے۔ سلوک طے کرکے صاحبِ اجازت ہوئے اپنے علاقہ میں اور پانی پت، کیتھل اور ریاست کلسیہ کے علاقہ میں تبلیغ کی بڑی خدمات انجام دیں۔ ریاست بھاولپور کے کلانچ والہ اسٹیشن کے قریب کے چکوک میں (سماسٹہ کے قریب) بھی تبلیغ کے لئے حضرت صاحب نے بھیجا تھا اور کافی لوگ فیضیاب ہوئے تھے۔ آپ نے کئی حضرات کو صاحبِ اجازت بنایا۔ نہایت خوش خلق، خوش مذاق اور متواضع انسان تھے، بڑی ملنسار طبیعت پائی تھی۔ پاکستان بننے پر جب مشرقی پنجاب کے لوگ مغربی پاکستان میں وارد ہوئے تو بمقام مظفر گڑھ پہنچکر بعارضۂ چیچک بیمار رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مظفر گڑھ ہی میں اسٹیشن سے شہر کے راستہ میں جو قبرستان آتا ہے اس میں شمالی سڑک کے قریب آپ کا مزارِ مبارک مطلعِ انوار ہے اور کتبہ لگا ہوا چار دیواری بنی ہوئی ہے۔ دوسرے خلفاء کی طرح آپ بھی حضرت کی حیات میں احمد پور شرقیہ تشریف لاتے رہے۔ نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

(۷) حافظ محمد یونس صاحب رہتکی

آپ غالباً جھجر ضلع رہتک کے رہنے والے ہیں۔ رہتک میں محلہ باڑہ کی مسجد بیوپاریاں میں (جہاں حاجی محمد شفیع صاحب رہتے تھے) امام مسجد تھے۔ حضرت صاحب سے رہتک میں بیعت ہوکر سلوک طے کیا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔ ان کے متعلق معلوم نہیں ہوسکا کہ تبلیغ میں کس قدر حصہ لیا اور اب کہاں مقیم ہیں

حافظِ قرآن تھے اور خوش خلق مؤدب اور سادہ مزاج بزرگ ہوئے ہیں۔ اور ضروری علمِ دین سے واقف تھے۔ اخیر عمر میں کچھ بیمار رہنے لگے تھے۔ حضرت سے آپ کے بہت سے متعلقین بھی بیعت تھے

(۸) کنور محفوظ علی صاحب ہردوا گنج علی گڑھ

آپ ہردوا گنج ضلع علیگڈھ کے زمیندار اور راجپوت خاندان سے تھے آپ کی صاحبزادی صاحبہ گوہانہ ضلع رہتک میں بیاہی ہوئی تھیں اس لئے گوہانہ کی آمد و رفت میں حضرت صاحب کے پاس آنے جانے لگے اور آپ کی صحبت کے فیوض و برکات سے متاثر ہو کر داخلِ سلسلہ ہو گئے۔ اس سے پہلے آپ کی بیعت خواجہ سراج الدین صاحب دامانی قدس سرہ سے تھی۔ آپ نے خواجہ محمد عثمانؒ دامانی اور حضرت لعل شاہ صاحبؒ دندانی و جناب محمود شیرازی صاحبؒ وغیرہ مریدین و خلفائے حضرت خواجہ محمد عثمانؒ صاحب کی زیارت و صحبت حاصل کی ہوئی تھی اور ان کے واقعات اکثر سنایا کرتے تھے۔ نہایت متبع شریعت و سنت اور محبت والے بزرگ ہوئے ہیں۔ حضرت صاحب سے سلوک طے کر کے صاحبِ اجازت ہوئے۔ حضرت صاحب کی اجازت سے ایک دفعہ جماعت کے لوگوں کے لئے شجرہ شریف اپنے اہتمام سے چھپوایا اور ایک کتاب معاشرت النبی آپ نے تالیف فرمائی جو بہت مفید ہے جس میں مختلف کتب سے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ زندگی اور شمائل و اسوۂ حسنہ درج کئے ہیں۔ آپ کا انتقال غالباً ہردوا گنج ہی میں ہو چکا ہے۔ تبلیغِ سلسلہ کے متعلق ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین۔

(۹) حضرت سیّد مبارک علی شاہ صاحب کرنالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شہر کرنال کے رہنے والے ہیں وہیں ملازم تھے۔ کرنال میں حضرت کا قیام اکثر انہی کے صلاح و مشورہ سے ہوتا تھا۔ بعد میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے مکان پر شہر میں قیام فرمانے لگے اور اس دوران میں بھی صدر بازار میں جہاں شاہ صاحب رہتے تھے تشریف لاتے اور کبھی قیام بھی فرماتے تھے۔ آپ نہایت خوش خلق متواضع اور محبت والے بزرگ ہیں۔ خاندانِ سادات سے ہیں اب کوٹ اڈّو ضلع مظفر گڑھ میں قیام پذیر ہیں اور تبلیغ کے لئے کئی مقامات پر تشریف لیجاتے ہیں اور بہت لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور فائز المرام فرمائے آمین[1]

(۱۰) جناب محمد عمر صاحب

آپ کیتھل ضلع کرنال کے رہنے والے ہیں بڑی محبت والے اور صالح انسان ہیں، انہی کی کوشش و تعاون سے صوفی علی نواز صاحب نے کیتھل میں تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے وصال کے وقت ان کو اجازتِ بیعت عطا فرمائی اس وقت وہ وہاں موجود تھے اور حضرت کی خدمت و تیمارداری میں لگے رہتے تھے۔ آج کل سلاں والی ضلع سرگودھا میں مقیم ہیں۔ اطال اللہ بقاءہٗ

(۱۱) حافظ قاری صنعت اللہ صاحب

پانی پت کے رہنے والے ہیں۔ پانی پت میں ان کے یہاں بھی قیام ہوتا تھا بڑے نیک و صالح باعمل انسان ہیں اور قرآن پاک کے درس و تدریس میں مصروف رہتے ہیں ان کو بھی حضرت نے وصال کے وقت اجازت سے مشرف فرمایا۔ آجکل حافظ آباد

---

[1] جناب سید مبارک علی شاہ صاحب کا انتقال ۳۱ اگست ۱۹۶۷ء کو کوٹ ادو ضلع مظفر گڈھ میں ہو چکا ہے

ضلع گجرانوالہ میں مقیم ہیں اور ان سے درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے اطال اللہ بقاءہٗ

(۱۲) حضرت مستری شمس الدین صاحب اسمٰعیل آبادی کو بھی

جو حضرت مولانا گوہانوی سے داخلِ سلسلہ ہیں وصال کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اجازتِ بیعتِ طریقت سے مشرف فرمایا۔ آجکل کوٹ اڈو ضلع مظفر گڈھ میں مقیم ہیں اپنے ہاتھ سے کاروبار کرتے ہیں اور فاضل وقت میں بچوں کو فی سبیل اللہ قرآن پاک و مسائلِ دین وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں اور تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ بہت نیک صالح، متواضع اور محبت والے انسان ہیں۔ اطال اللہ بقاءہٗ۔

(۱۳) احقر مؤلف زوّار حسین عفی عنہ

گوہلہ ضلع کرنال کا باشندہ ہے۔ پہلے بذریعہ خط بتوسط جناب مولانا اسلام الدین صاحب شرفِ بیعت وطریقِ ذکر حاصل ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بمقام پانی پت برمکان حکیم صداقت علی صاحب پانی پتی بالمشافہ (اپریل ۱۹۳۲ء میں) بیعتِ طریقت سے مشرف ہوا۔ حسبِ توفیق حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ غالباً ۱۹۳۵ء میں حضرت صاحب نے خواجہ غریب نواز دادا پیر صاحب کی خدمت میں اپنا نیاز نامہ دیکر روانہ فرمایا یہ عاجز کئی روز حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی خدمت میں سعادتِ سفر حاصل کرتا رہا اور اسی دوران میں جب آپ احمد پور شرقیہ تشریف لائے تو قُبّہ والی مسجد میں مجمعِ عام میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اجازتِ طریقت سے مشرف فرما کر ضروری نصائح تلقین فرمائیں اور حضرت پیر و مرشد سے مزید تشریح و تلقین کے لئے فرمایا پھر حضرت صاحب نے تنہائی میں مزید توجہات و تلقینات سے

مشرف فرمایا۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم۔

یہ عاجز بہ سلسلۂ ملازمتِ تدریس تقریباً پندرہ ۱۵ سال دہلی میں مقیم رہا اور پاکستان بننے پر خیر ٹامیوالی ضلع بہاولپور میں سکونت پذیر ہوا، اور اب ۱۹۶۷ء سے کراچی ۱۸، ناظم آباد ۳ ایچ ۱۲/۲ میں اقامت اختیار کرلی ہے۔ اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کا ہر وقت احساس اور ندامت ہے اور حضرت صاحب مرحوم واحبابِ سلسلہ کی دعاؤں اور توجہات سے نجات کی امید لگائے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین کے طریقہ پر چلنے کی توفیق بیش از بیش رفیقِ حال فرمائے اور استقامت بخشے۔ آمین۔ الٰہی مقصودِ ما توئی ورضائے تو، مارا محبت ومعرفتِ خود بدہ، الٰہی مارا آں بدہ کہ بدوستانِ خود دادی، الٰہی از تو ترا می خواہم ؎

احبّ الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین

❖ ❖ ❖

❖ ❖

❖

نظم بیادگارِ حضرت مرشدی و مولائی جناب خواجہ محمد سعید صاحب قریشی ہاشمی مجددی فضلی احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ

مجھے پھر آج وہ دورِ گذشتہ یاد آتا ہے — خیالِ یادِ مرشد میرے دل کو گدگداتا ہے

وہ شمسِ معرفت شیخِ طریقت عارفِ کامل — وہ دانائے شریعت، رہبرِ حق، واقفِ منزل

مرے مولا مرے مرشد، سعید ہاشمی قرشی — وہ حنفی نقشبندی سہروردی قادری چشتی

مجازِ خواجۂ فضلِ علی شاہ غوثِ صمدانی — مجددِ الفِ ثانی کی محبت میں جو تھے فانی

کروں توصیفِ مُرشد یہ کہاں تاب و تواں میری — تخیل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری

جمیل و صائب الرائے حسن سیرت حسیں صورت — وہ زاہد متقی، صاحب نظر، صاحب دل و اُلفت

توکل صبر و تسلیم و رضا و شکرِ ربّانی — تواضع بندگی بندہ نوازی خندہ پیشانی

تبسم ہی تبسم تھی سراسر گفتگو اُن کی — محمدؐ کی غلامی تھی ہمیشہ آرزو اُن کی

لطافت میں نظافت میں وہ تقویٰ اور طہارت میں — وہ عفت میں شرافت میں سخاوت میں شجاعت میں

چلن میں سادگی میں وضع میں لطف و محبت میں — عمل میں حلم میں عفو و کرم میں اور طاعت میں

وہ اخلاقِ محمدؐ کا سراپا اک نمونہ تھا — کہ آغوشِ شریعت میں اُسے فطرت نے پالا تھا

بہاولپور میں ہے شہر احمد پور شرقیہ — وہی تھا مولد و مسکن ہمارے پیر و مرشد کا

وہ دہلی، پانی پت، کرنال، رہتک اور گوہانہ — وہ کیتھل، کُرکشیتر، کاندھلہ، انبالہ، کیرانہ

وہ اِن شہروں میں جب تبلیغ کو تشریف لاتے تھے — ہزاروں اُن کی صحبت سے مسلماں فیض پاتے تھے

عجب پُر کیف تھا پُر جذب تھا اُس وقت کا منظر — کہ اللہ اور نبیؐ کے ذکر کا چرچا ہوا گھر گھر

نگاہِ فیض پڑ جاتی تھی جس پر میرے مُرشد کی — محبت اس میں گھر کرتی تھی اللہ کی محمدؐ کی

وہ جب اک بار تھے کرنال میں تبلیغ کو آئے — انھیں اسلام کی خدمات کے جذبات تھے لائے

ہوئے بیمار اٹھا دردِ گردہ سخت شدت کا — انھیں لے آئے پانی پت نہ جب آرامِ جاں آیا

دوا کرتے رہے جوں جوں مرض بڑھتا ہی جاتا تھا — بالآخر آ گئی اجلِ مسمّٰی درد نے چھوڑا

کٹائے بال اور پوشاک بدلی ہاتھ منھ دھویا — ہوئی رحلت کی تیاری بسوئے عالمِ بالا

رہی اک روز تک حالت پھر استغراق کی طاری — مگر قلب و زباں پر ذکر تھا اللہ کا جاری

ربیع الثانی تیرہ سو تریسٹھ سالِ ہجری تھا — بروزِ جمعہ تھی انیسویں رختِ سفر باندھا

تیمّم سے نمازِ ظہر ادا کی نزع تھا طاری — ہوئی پھر روح کی پرواز سوئے حضرتِ باری

بنا اس سرزمینِ اولیا میں آپ کا مرقد — بنا حکمِ خدا سے پانی پت میں آپ کا مشہد

کہاں تک اب سناؤں داستانِ غم مرے بھائی — نہیں باقی ہے اب میری زباں میں تابِ گویائی

تمنّا ہے ترے زوّار کی، "مولا عطا کر دے" — مرے قلب و جگر کو حبِّ مرشد میں فنا کر دے

ہمیں سنت کا تابع کر شریعت کی محبت دے — اور اس پر تا دمِ آخر خدایا استقامت دے

عطا کر دے مرے مولا ہمیں اوصافِ عرفانی — دلوں میں سب مسلمانوں کے بھر دے نورِ ایمانی

ہمارا خاتمہ بالخیر ہو ایمانِ کامل پر

بحقِ مصطفٰے آلِ نبی اصحابِ پیغمبر

(مؤلف)

دیگر نظم یادِ مرشد رحمہ اللہ
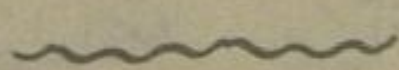
یہ نظم حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد مسجد سالار گنج پانی پت میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں خاکسار مؤلف نے پڑھی تھی اسوقت جلسہ میں شامل ہونے کیلئے دہلی سے جاتے ہوئے راستہ میں یہ نظم عجلت میں کہی گئی تھی اب کچھ ترمیم اور اضافہ کے ساتھ حیاتِ سعید یہ کی اشاعتِ ثانی میں شامل کی جاتی ہے۔ (مؤلف)

خوشا اے شہرِ پانی پت کہ برکت کی گھڑی آئی
کہ پھر تیری فضاؤں پر ہے رحمت کی گھٹا چھائی

کہیں تیرے چمن میں غنچہ و گل مسکراتے ہیں
کہیں ہے بلبلِ رنگیں نوا کی نغمہ پیرائی

جوانانِ چمن ہیں آج مستِ بادۂ صافی
نسیمِ صبح نے اک بانکپن سے لی ہے انگڑائی

مجھے بھی آج پھر ذوقِ سخن بیتاب کرتا ہے
مرے دل میں ہے پیدا آرزوئے محفل آرائی

وہ جن کے فیض سے ہر ذرہ مثلِ مہرِ تاباں ہے
اکابر ہستیاں اس شہر میں تشریف ہیں لائی

سُنانے کو مسلمانوں کے احکاماتِ ربّانی
مرے مرشد کی ہے یہ یادگارِ فیضِ روحانی

تبسّم ہی تبسم تھی ادائے گفتگو جس کی
تلطّف ہی تلطّف جس کا ہر اندازِ ہوتا تھا

محمدؐ کی غلامی کی سعادت سے مشرف تھا
ولی اللہ تھا اللہ کے پیاروں کا پیارا تھا

شریعت میں وہ راسخ تھا طریقت میں وہ کامل تھا
حقیقت سے وہ واقف تھا فقیری کا سہارا تھا

رضائے حق کا طالب، سنتِ نبوی پہ عامل تھا
عزیزوں کا دُلارا تھا مریدوں کا وہ پیارا تھا

بتاؤں کیا میں اے زوّار کیا کچھ تھا مرا مرشد
مری آنکھوں کا تارا تھا مرے دل کا سہارا تھا

بالآخر آیا پیغامِ اجل منجانبِ مولا

کہا لبیک اور رخصت ہوئے وہ حضرتِ والا

مبارک تجھ کو اے زوّار! پھر روزِ سعید آیا
تجھے پھر یادِ مرشد نے ہے اس محفل میں بلوایا

تری سوئی ہوئی تقدیر کے بیدار کرنے کو
محمدؐ کی محبت کا سنگھا نے لخلخہ آیا

خدا کی راہ میں مٹ جا خدا کے نام پہ بک جا
یہی ایسی تجارت ہے کہ جس کو بے خطر پایا

مٹا کر اپنی ہستی جب ہوا اللہ سے واصل
تجھے ہر چیز میں اللہ کا جلوہ نظر آیا

شریعت کے یہ خادم ہیں طریقت بھی حقیقت بھی
مجدّد الفِ ثانی نے ہے یہ ارشاد فرمایا

محمدؐ کی غلامی سے سرِ مُو ہو نہ تو باہر

یہی تعلیم دیتے تھے ہمارے مرشد و رہبر

ہزاروں رحمتیں نازل ہوں دائم میرے مرشد پر
اور اُن کے مرقدِ اطہر کو یارب پرضیا کر دے

مقامِ قرب میں یارب اُنھیں ہر دم ترقی دے
اُنھیں خلدِ بریں میں رتبۂ اعلیٰ عطا کر دے

خدایا دو جہاں میں اُن کی اولاد و اقارب کو
سعادتمند کر دے بامراد و باصفا کر دے

اور اُن کے سب مریدوں کو سدا یارب ترقی دے
تو اُن کو کامیاب و کامراں روزِ جزا کر دے

ہمارے سینے تیرے فیض سے معمور ہو جائیں
ہمیں راہِ طریقت میں خداوندا فنا کر دے

ہمیں یارب تو اپنے راستہ پر استقامت دے

نبیؐ اور آل و اصحابِ نبیؐ کی ہم کو الفت دے

⁂

⁂

قطعاتِ تاریخِ وصال

(از جناب حکیم محمد عبدالقیوم صاحب عباسی پانی پتی)

این چہ کردی توائے فلک ظلمے | کہ براں غم زدہ کلان و خورد
آں محمد سعید کامل شیخ | بروے سیلِ فنا سر آمد و بُرد
بود یکتا دُرے زبحرِ نبیؐ | حیف کردند آں بخاک سُپرد
روزِ جمعہ چہاردہ اپریل | باید ش سال این وصال شمرد

۲۱۳ ۱۱۸ ۲۳۰ ۲۴۳ ۳۱۷ ۵۱ ۶۱ ۱۲۷ ۵۴۴ ۱۹۶۲ء

ہاتف از غیب بانگ زد قیوم
آہ درویشِ بے نظیر بمرد

۲ ۵۲۰ ۱۲ ۱۱۹۰ ۲۴۶ ۱۹۴۴ء

دیگر

این وصلِ شیخ برہمہ شاق و شدید رفت
چوں شامِ غم در آمد و صبحِ امید رفت
} گفتند آہ ثانیٔ حضرت جُنید رفت

می کرد وا بخلق درِ کنزِ معنوی | حقا کہ گنجِ معرفتش را کلید رفت
آں کس کہ بود مشعلِ راہِ نبی نماند | کرد آنکہ وا نکاتِ کلامِ مجید رفت
زندہ است نامِ شیخ کہ کردش جہادِ نفس | روحش بخلد صورتِ روحِ شہید رفت
ماہِ ربیعِ ثانی و تاریخِ نوزدہ | ہم روزِ جمعہ بود کہ شیخِ سعید رفت

پرسم چو سالِ وصل زہاتف مرا بگفت
ہادیٔ حق طریقِ محمد سعید رفت

۲۰ ۱۰۸ ۳۱۹ ۲۳۶ ۶۸۰ ۱۳۶۳ھ

قطعۂ تاریخِ وصال

(از جناب مولانا اختر شاہ خاں صاحب اختر امروہوی ثم المیرٹھی)

شود سلوکِ طریقِ خدا چو محزوں | شود نہ تیرہ و اندوہ چوں رُخِ عرفاں
کہ روزِ جمعہ و در نوزدہ ربیعِ دگر | جنابِ حاجی محمد سعید گشت رواں
نسب زہاشم و مشرب مجددّی می داشت | وحیدِ عصر بُد و شیخِ کاملِ دوراں
وطن بلدۂ احمد پور از بہاول پور | کہ ہست فخرِ ریاستِ ملکِ ہندوستاں

شنید سالِ وصالش زہاتفے اختر
کسوفِ[1] بدر سمائے سعادت افروزاں
۱۳ ۵ ۶ ۳

قطعۂ تاریخِ وصال

(از جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب ایم اے ایل ایل بی پی ایچ ڈی)

۱۳۶۳ محمد سعیدؒ آں قریشی نجابت | از اعطارِ رحمت بہ خلدِ بریں شد ۱۹۴۴
۱۳۶۳ بہ طفلی یتیم و بہ عرفاں قرباں | یتیم آمد و افضل الواصلیں شد ۱۹۴۴
۱۳۶۳ ز احسان و حسنہ نشاطے برشتہ | طریقت شکوہے بہ جنّت مکیں شد ۱۹۴۴
۱۳۶۳ شہنشاہِ اقلیمِ دل، اوجِ عزّت | بہ فردوس ذی جاہ مسند نشیں شد ۱۹۴۴
۱۳۶۳ بہ خاصاں سعیدِ زماں، قطبِ دوراں | شہِ مخلصیں مرجع السالکیں شد ۱۹۴۴

(نوٹ: اس قطعہ کے ہر مصرعۂ اول سے سالِ ہجری اور ہر مصرعۂ دوم سے سالِ عیسوی برآمد ہوتا ہے)

[1] کسوف۔ سورج و چاند دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

شجرۂ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ کُل ہے رب کی ذاتِ کبریا کیواسطے
اور درود و نعت مولیٰ مجتبیٰ کے واسطے

اے خدا تو اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
فضل کر مجھ پر محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

حضرتِ صدیقِ اکبرؓ یارِ غارِ مصطفیٰ
صدق دے کامل تو ایسے پُر صفا کیواسطے

حضرتِ سلمانِ فارسؓ شمسِ برجِ معرفت
درد اپنا دے مجھے اس جاں فدا کیواسطے

حضرتِ قاسمؒ تھے پوتے حضرتِ صدیقؓ کے
عالی ہمت کر مجھے اس ذوالعُلا کیواسطے

حضرتِ جعفر امام اتقیا و اصفیا
مطمئن مجھ کو بنا اس ذی عطا کیواسطے

قطبِ عالم غوثِ اعظم شیخِ اکبر بایزید
نورِ عرفاں دے مجھے نور الوریٰ کیواسطے

خواجہ حضرت بوالحسن جو ساکنِ خرقان تھے
ذکرِ قلبی دے مجھے اس باصفا کیواسطے

حضرتِ خواجہ ابوالقاسم جو تھے گرگان میں
دُور کر عصیاں مرے اُس پُر حیا کیواسطے

فارمدی شیخِ عالم خواجہ حضرت بوعلی
دے مجھے اعمالِ صالح اولیا کیواسطے

حضرتِ خواجہ ابو یوسف جو تھے ہمدان کے
نفس ہو مغلوب میرا مقتدا کے واسطے

غجدوانی خواجہ عبدالخالقِ شیخِ کمال
دل منور کر مرا شمس الضحیٰ کیواسطے

حضرتِ خواجہ محمد عارفِ ریوگری
اپنا عارف کر مجھے اس پیشوا کیواسطے

ساکنِ انجیر فغنہ یعنی محمودِ ولی
دے مجھے توفیقِ حق اس بے بہا کیواسطے

حضرتِ خواجہ عزیزانِ علی رامیتنی
نام تیرا ہو عزیز اُس بے ریا کیواسطے

خواجۂ بابا سماسی عاشقِ ذاتِ خدا
عشقِ صادق دے ہمیں اُس باصفا کیواسطے

میرِ میراں حضرتِ شاہِ کلالِ متقی ۔۔۔ کر روا سب حاجتیں اس پُرسخا کے واسطے

حضرتِ خواجہ بہاؤ الدین جو تھے نقشبند ۔۔۔ کر منقش دل مرا نور الہدیٰ کے واسطے

حضرتِ خواجہ علاؤ الدین جو عطار تھے ۔۔۔ دل معطر ہو مرا اُس خوش لقا کے واسطے

حضرتِ یعقوبِ چرخی بیکسوں کے دستگیر ۔۔۔ میری غفلت دُور کر اس باعطا کیواسطے

حضرتِ خواجہ عبید اللہ جو احرار تھے ۔۔۔ دمبدم ہو عشق زائد دل ربا کے واسطے

حضرتِ خواجہ محمد زاہدِ زُہدِ کمال ۔۔۔ مجھ کو زاہد کر دے اس شاہِ ولا کیواسطے

خواجہ درویشِ محمد میرِ درویشاں ہوئے ۔۔۔ خاص درویشوں سے کر اس حق نما کیواسطے

خواجگی خواجہ محمد واقفِ اسرارِ حق ۔۔۔ مجھ کو بھی خواجہ بنا مردِ خدا کیواسطے

حضرتِ خواجہ محمد باقی باللہ رازداں ۔۔۔ رازداں مجھ کو بنا اس دل کشا کیواسطے

حضرتِ خواجہ مجددِ الفِ ثانی بحرِ علم ۔۔۔ مجھ کو صبر و شکر دے بدر الدجیٰ کیواسطے

عروۃ الوثقیٰ محمد خواجہ معصوم اہلِ دل ۔۔۔ دل منور کر مرا اس باصفا کیواسطے

خواجہ سیف الدین جناب سیف تھے جو دین کے ۔۔۔ سر کٹے حرص و ہوا کا ذی لقا کے واسطے

حافظِ محسن ولیِ دہلوی تھے باخدا ۔۔۔ معرفت دے مجھ کو اس شمس الہدیٰ کیواسطے

سیدِ نورِ محمد تھے بدایونی ولی ۔۔۔ عشق و عرفاں کر عطا اُس پیشوا کیواسطے

مرزا مظہر جانِ جاناں تھے حبیب اللہ شہید ۔۔۔ رکھ شریعت پر مجھے پیرِ ہدیٰ کے واسطے

خواجہ عبد اللہ شاہ جو تھے مجدد دہلوی ۔۔۔ خاص بندوں سے بنا اس رہنما کے واسطے

بو سعید احمد کہ جو غوثِ زماں تھے بے گماں ۔۔۔ مجھ کو بھی اسعد بنا اس باوفا کیواسطے

خواجہ احمد سعیدِ دہلوی مدنی ہوئے ۔۔۔ عشق دے اپنا مجھے اُس بے ریا کیواسطے

حاجی دوست محمد ساکنِ قندھار تھے ۔۔۔ قلب ذاکر رکھ مرا اس خوش ادا کیواسطے

خواجۂ عثمان دامانی جو قطبِ وقت تھے — مجھ کو بھی ویسا بنا شیرِ خدا کے واسطے

شہ سراج الدین شانِ حق سراجِ معرفت — قلب روشن کر مرا اس باصفا کے واسطے

شاہِ تاج الاولیاء فضلِ علیؒ بے عدیل — دے سیہ دل کی دوا اس پُرضیا کے واسطے

قطبِ دوراں روحِ عرفاں سعدِ دیں خواجہ سعید — دل ہو انور اس قریشی پارسا کے واسطے

کر قبول ان ناموں کی برکت سے ہر جائز دعا — یارب اپنی رحمتِ بے انتہا کے واسطے

میرا دل رکھ دائما ذاکر بذکرِ اسمِ ذات — اے خدا جملہ مقدس اصفیا کے واسطے

بحرِ عصیاں میں الٰہی میں سراپا غرق ہوں — فضل تیرا چاہیے مجھ مبتلا کے واسطے

اے خدا مجھ کو تہی دستی کی کلفت سے بچا — اپنے فضل و رحم اور جود و سخا کے واسطے

میرے ہر دشمن کو اپنے فضل سے مغلوب کر — اپنی رحمانی رحیمی اور عطا کے واسطے

یا الٰہی شرِّ شیطانی سے تو محفوظ رکھ — ہر عمل ہو بے ریا تیری رضا کے واسطے

ہو منوّر قبر میری اور دے مجھ کو نجات — اے خدا حضرت محمد مصطفیٰ کے واسطے

ختم شریف حضرت خواجہ محمد سعید صاحب قریشی احمد پوری قدس سرہٗ

اول و آخر درود شریف صد صد بار۔ درمیان میں پانصد بار وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

بقلم احقر الانام ننگِ اسلام خاکسار ذرۂ بمقدار زوّار حسین عفی عنہ وغفرلہ

حال مقیم ۲۰ ۔ ۱۲/۱ ۔ ایچ ۔ ناظم آباد ۳ ۔ کراچی ۱۸

مؤلف کتابِ ھٰذا

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب مدظلہ کی دیگر تصانیف

عمدۃ الفقہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی یہ وہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے جس پر حضرت ممدوح سالہا سال سے نہایت درجہ محنت وکاوش فرمارہے ہیں۔ جملہ متعلقہ مسائل کو نہایت احتیاط کے ساتھ شامی، عالمگیری، درمختار، غایۃ الاوطار، طحطاوی، نورالایضاح وغیرہ عربی کی بہت سی کتابوں سے اخذ کیا ہے حقیقت یہ کہ حضرت شاہ صاحب موصوف نے جزئیات ومسائل کا اتنا استقصاء فرمایا ہے کہ اردو تو اردو عربی کی کسی ایک کتاب میں اتنا ذخیرہ مشکل سے نظر آئے گا۔ نہایت عمدہ شگفتہ اور سلیس اردو میں اتنا ذخیرہ اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔ کتابت طباعت اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب ہے

حصۂ اول :- کتاب الایمان وکتاب الطہارت ۳۰×۲۰/۸ دوبارہ زیر طبع

حصۂ دوم :- کتاب الصلوٰۃ " ۵۶۰ صفحات قیمت مجلد -/۱۵

حصۂ سوم :- کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم " ۴۳۲ صفحات قیمت مجلد -/۱۰

حصۂ چھارم :- کتاب الحج " زیر طبع

عمدۃ السلوک کامل حضرت شاہ صاحب موصوف نے اس کتاب میں تصوف کے بے شمار مسائل کو نہایت خوبی کے ساتھ سلیس اور عام فہم زبان میں جمع فرمایا ہے حصہ اول طالبانِ سلوک کیلئے درسی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے جس میں فضائلِ ذکر، ثبوتِ بیعت، حقیقت طریقت، آدابِ شیخ، اصلاحِ اخلاق کے طریقے، مخصوص دعائیں وغیرہ ہیں اور حصہ دوم منتہی حضرات کیلئے ہے اس میں علم کی فضیلت، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، توحیدِ وجودی، توحیدِ شہودی، تشریح اصطلاحاتِ نقشبندیہ، نماز کے فضائل ومدارج، طریقۂ تعلیم وتشریحِ اسباقِ سلسلۂ نقشبندیہ، مختصر حالات حضراتِ نقشبندیہ، تعویذات وعملیات وغیرہ - یہ کتاب اب تیسری بار ۲۳×۱۸/۸ فوٹو آفسٹ پر نہایت عمدہ شائع کی گئی ہے۔ حصہ اول ۱۶۰ صفحات اور حصہ دوم کے ۲۰۸ صفحات ہیں۔ قیمت ہر دو حصہ یکجا مجلد -/۷

مبدأ و معاد مترجم اردو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا مشہور رسالہ مبدا و معاد جو کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے لیکن حضرت شاہ صاحب موصوف نے چار مطبوعہ اور ایک قلمی نسخہ کو سامنے رکھ کر اس کو تیار کیا ہے اور ترجمہ و تصحیح میں نہایت درجہ کوشش فرمائی ہے، حاشیہ پر اختلافِ نسخ کو بیان کیا ہے۔ شروع میں مسلسل اصل فارسی ہے اور آخر میں اردو ترجمہ نہایت شگفتہ اور سلیس زبان میں درج ہے بعض ضروری حواشی بھی اضافہ فرمائے ہیں۔ قیمت تین روپے

معارفِ لدنیہ مترجم اردو یہ بھی حضرت مجدد صاحبؒ کا مشہور رسالہ ہے اور کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے اس کو بھی حضرت شاہ صاحب موصوف نے تین مطبوعہ اور ایک قلمی نسخہ کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے اور ترجمہ و تصحیح میں نہایت کوشش فرمائی ہے۔ شروع میں اصل فارسی مسلسل ہے اور آخر میں ترجمہ نہایت سلیس و شگفتہ ہے حاشیہ پر اختلافِ نسخ اور بعض ضروری حواشی بھی ہیں۔ قیمت تین روپے

حیاتِ مجددؒ امام ربانی حضرت مجددؒ الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کی سوانح حیات تو بہت سی لکھی جا چکی ہیں لیکن حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے حضرت مجددؒ صاحبؒ کی حیات طیبہ کو جس عرق ریزی اور کاوش سے تیار کیا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے۔ یہ کتاب مکتوبات شریف، زبدۃ المقامات، عمدۃ المقامات، حضرات القدس، روضۃ القیومیہ اور بہت سی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ شروع میں حضرت مجدد صاحبؒ کے نسب نامہ کی تفصیل و تشریح اور تمام بزرگوں کے حالات، پھر سلسلۂ طرق کے تمام بزرگوں کے حالات حضرت مجدد صاحبؒ کے حالات، کشف و کرامات، تعلیمات و تصنیفات اور اولادِ امجاد و خلفائے عظام کے حالات بھی مفصل درج ہیں۔ یہ کتاب $\frac{23 \times 18}{8}$ پر نہایت عمدہ کتابت اور فوٹو آفسٹ کی طباعت کے ساتھ شائع ہو رہی ہے

گلدستۂ مناجات: عربی فارسی اور اردو دعائیہ نظموں کا مجموعہ قیمت ۸ ۳ /-

ملنے کا پتہ: ادارۂ مجددیہ - ۲/۵ ایچ - ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸
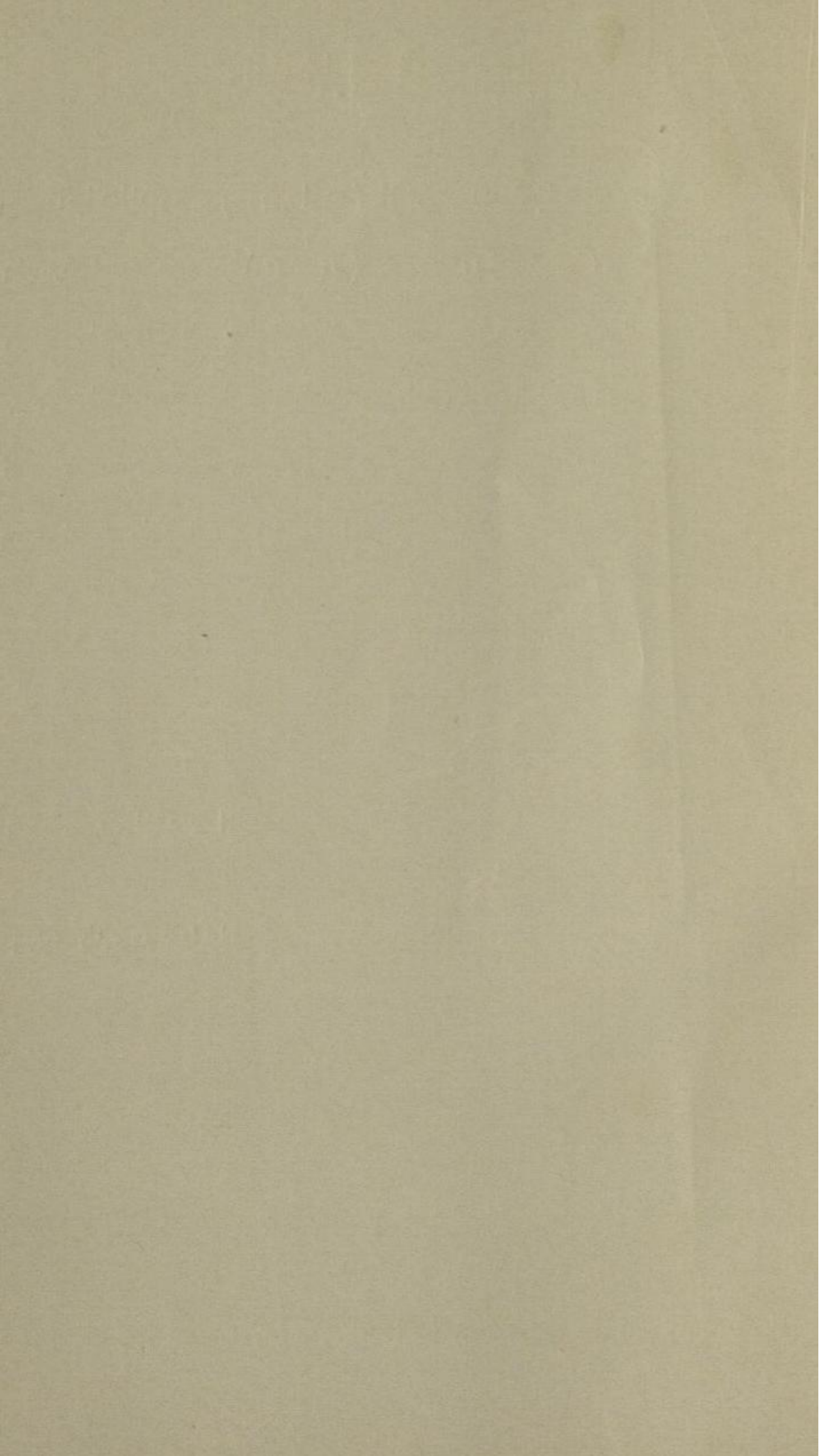
چند قابل قدر کتابیں

۱— اثبات النبوہ ۔ (عربی اردو) از حضرت مجدد الف ثانی رحہ 1-50

۲— تہلیلیہ ۔ (،، ،،) ،، ،، 0-75

۳— حیات باقی ۔ حضرت باقی باللہ رحہ کی سوانح حیات 2-00

۴— حیات مجدد ۔ حضرت مجدد الف ثانی رحہ کے تفصیلی حالات

۵— حیات سعیدیہ ۔ پیش نظر کتاب 3-50

۶— شرح رباعیات ۔ (فارسی اردو) از حضرت مجدد الف ثانی رحہ 1-50

۷— عمدۃ السلوک کامل ہر دو حصہ ۔
از حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب 7-00

۸— عمدۃ الفقہ ۔ از حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب
کتاب الصلوٰۃ 15-00

۹— عمدۃ الفقہ ۔ از حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب ۔
کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم 10-00

۱۰— گلدستہ مناجات ۔ عربی ، فارسی و اردو مناجاتوں کا مجموعہ 0-38

۱۱— مبدا و معاد ۔ (فارسی اردو) از حضرت مجدد الف ثانی رحہ 3-00

۱۲— معارف لدنیہ (،، ،،) ،، ،، 3-00

۱۳— مکاشفات عینیہ (،، ،،) ،، ،، 1-50

۱۳— مرج البحرین (،، ،،) از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحہ
3-00

۱۵— ہدایت الطالبین (،، ،،) از حضرت خواجہ ابو سعید دہلوی رحہ
2-50

(نائیشنل پرنٹ برائٹ پرنٹرز ۔ فون:۔ ۲۶ ۶۶ ۲۰)